کنزالمدارس بورڈ کے نصاب میں شامل زبدۃ الاتقان کا آسان اردو ترجمہ

بنام

نورالاتقان فی ترجمۃ زبدۃ الاتقان

تصنیف

السید محمد بن علوی المالکی الحسنی

مرتب:

متعلم : محمد جنید عطاری

(جامعۃ المدینہ حبیبیہ دھوراجی)



نظرثانی :

ابومعاویہ عبدالقدوس عطاری مدنی

(مدرس جامعۃ المدینہ حبیبیہ)

فہرست

اللہ پاک کا لاریب کلام "قرآن پاک" پوری انسانیت کی تربیت واصلاح کے لئے ایک منظم دستور و قانون ہے۔اس دستور و قانون کے درست فہم کے لئے علمائے متقدمین و متاخرین نے علوم القرآن پر متعدد کتب تحریر فرمائی۔انہی کتابوں میں سے ایک علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" ہے۔جس کا خلاصہ "شیخ محمد بن علوی الحسنی المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے "زبدۃ الاتقان" کے نام سے کیا ہے۔یہ کتاب اس فن کی مختصر اور اپنے مضامین کے اعتبار سے ایک جامع کتاب ہے۔علوم قرآن پر مشتمل یہ کتاب کنزالمدارس بورڈ کے نصاب میں بھی شامل ہے جو کہ خاصہ دوم میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔زبدۃ الاتقان کو بآسانی سمجھنے کے لئے اس کے اردو ترجمے اور تشریحات کی گئی ہیں۔"نورالاتقان فی ترجمۃ زبدۃ القرآن" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"نورالاتقان فی ترجمۃ زبدۃ الاتقان" میں زبدۃ الاتقان کی نصاب کے مطابق عربی عبارت، اعراب کے ساتھ، شامل کی گئی ہے، نیز اس عبارت کا آسان ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔عبارت اور ترجمے کو سوالا/جوابالایا گیا ہے تاکہ طلباء کے لئے مزید آسانی ہو۔اس کتاب کی فہرست کی خصوصیت یہ ہے کہ فہرست میں کسی بھی موضوع پر کلک کرنے کے ساتھ ہی وہ صفحہ نمبر سامنے آجائے گا۔

جامعۃ المدینہ حبیبیہ دھوراجی کراچی کے طالب علم "محمد جنید عطاری" نے اس کتاب پر مکمل کام کیا ہے۔اللہ کریم اس کتاب کو نفع بخش بنائے اور محمد جنید عطاری کو خوب برکتیں عطا فرمائیں، اللہ پاک ان پر اپنی رحمت خاص فرمائے۔درجہ رابعہ کے کچھ طلباء نے بھی پروف ریڈنگ میں اپنا حصہ شامل کیا، اللہ کریم تمام کو ہی نفع دینے والا علم عطا فرمائے۔آمین۔

ابو معاویہ عبد القدوس مدنی

مدرس جامعۃ المدینہ حبیبیہ مسجد

مبادیات

سوال نمبر1: علم تفسیر کی تعریف؟

جواب: هُوَعِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ أَحوالِ القُرآنِ الكَرِيم من جِهَةِ نُزُولِهِ كَمَكِّيَّةٍ أَوْ مَدَنِيَّةٍ وَنَحوِهِ كَسَنَدِهِ وَأَدَائِهِ وَأَلْفَاظِهِ وَمَعَانِيهَا الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْأَحْكَامِ وَغَيْرِ ذَلِكَ۔

ترجمہ: علم تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کریم کے احوال کے بارے میں اس کے نزول کے اعتبار سے بحث کی جاتی ہے۔ جیسا کہ (آیات یا سورت کا) مکی اور مدنی ہونا اسی طرح قرآن کریم کی سند، اس کی ادائیگی، اس کے الفاظ اور اس کے وہ معانی جن کا تعلق احکام کے ساتھ ہے وغیرہ (ان سب کو جانا جاتا ہے)

سوال نمبر2: علم تفسیر کا موضوع؟

جواب: كَلامُ اللهِ ﷻ مِنَ الحَيْثِيَّةِ الْمَذْكُورَةِ۔

ترجمہ: جو احوال ذکر کئے گئے اس حیثیت سے کلام الٰہی کو سمجھنا یہ علم تفسیر کا موضوع ہے۔

سوال نمبر3: فائدہ؟

جواب: اَلتَّوَصُّلُ إِلىٰ فَهْمِ مَعَانِي الْقُرْآنِ وَالْعَمَلُ بِمَا فِيْهِ بَعْدَ الْفَهْمِ.

ترجمہ: قرآن پاک کے معانی کے فھم کی طرف توصل اور فھم کے بعد جو اس میں ہے اس پر عمل کرنا۔

سوال نمبر4: علم تفسیر کا ثمرہ؟

جواب: التَّمَسُّكُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَالْفَوْزُ بِالسَّعَادَةِ فِي الدَّارَيْنِ۔

ترجمہ: مضبوط رسی کو تھام لینا اور دارین (دنیا اور آخرت) میں سعادت ابدیہ کے ساتھ کامیابی کو حاصل کر لینا علمِ تفسیر کا ثمرہ ہے۔

سوال نمبر5: اس علم کے واضع؟

جواب: اللّٰهُ ﷻ وَنَبِيُّهُ ﷺ، فَهُوَعِلْمٌ إِلٰهِيٌّ نَبَوِيٌّ۔

ترجمہ: اس علم کے واضع اللہ ﷻ اور نبی پاک ﷺ ہیں اسی وجہ سے اس علم کو علم الٰہی نبوی بھی کہتے ہیں۔

سوال نمبر6: اس علم میں کس سے استمداد کیا؟

جواب: مِنَ الْقُرْآنِ نَفْسُهُ وَالسُّنَّةِ وَأَسَالِيبُ الْعَرَبِ۔

ترجمہ: اس علم کو سمجھنے کے لیے قرآن مجید، احادیث نبویہ اور عرب کے اسلوب سے مدد لی جاتی ہے۔

سوال نمبر7: مسائل جو اس علم سے حاصل کئے جاتے ہیں؟

جواب: مَا يُسْتَفَادُ مِنْهُ مِنْ أَحْكَامٍ وَعَقَائِدٍ وَأَمْثَالٍ وَمَوَاعِظ۔

ترجمہ: اس علم سے احکام، عقائد، مثالیں اور نصیحتیں حاصل کی جاتی ہیں۔

سوال نمبر8: اسکی نسبت؟

جواب: أَنَّهُ مِنَ الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ بَلْ رَئِيسُهَا لِكَوْنِهَا مَأْخُوذَةً مِنَ الْكِتَابِ وَمُتَوَقِّفَةٌ فِي الْاعْتِدَادِ بَعْدَ ثُبُوتِهِ عَلَيْهِ.

ترجمہ: علم تفسیر علوم دینیہ میں سے نہیں بلکہ علوم دینیہ کے سرداروں میں سے ہے اس لیے کہ یہ خود کتاب اللہ ﷻ سے ماخوذ ہے اور اس کے ثابت ہو جانے کے بعد بھی اس کا اعتماد قرآن پاک پر ہی موقوف ہے۔

سوال نمبر9: اس علم کی فضیلت؟

جواب: أَنَّهُ مِنْ أَشْرَفِ الْعُلُومِ وَأَجَلِّهَا لِأَنَّ الْعُلُومَ إِنَّمَا تَشْرُفُ بِشَرَفِ مَوْضُوعَاتِهَا وَمَوْضُوعُهُ أَجَلُّ وَأَشْرَفُ.

ترجمہ: علم تفسیر تمام علوم میں سے اشرف اور عظمت والا علم ہے اس لیے کہ علوم اپنے موضوعات کی وجہ سے شرف پاتے ہیں اور اس علم کا موضوع سب سے زیادہ اشرف اور عظمت والا ہے (یعنی قرآن کریم اس علم کا موضوع ہے)

سوال نمبر10: اسکی حاجت؟

جواب: فَلِأَنَّ فَهْمَ الْقُرْآنِ الْمُشْتَمِلُ عَلَى الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الَّتِي هِيَ مَدَارُ السَّعَادَةِ الْأَبَدِيَّةِ وَهِيَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى لَا يَهْتَدِي إِلَيْهَا إِلَّا بِتَوْفِيقٍ مِنَ اللَّطِيفِ الْخَبِيرِ، حَتَّى إِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَلَى عُلُوِّ كَعْبِهِمْ فِي الْفَصَاحَةِ وَاسْتِنَارَةِ بَوَاطِنِهِمْ بِمَا أَشْرَقَ عَلَيْهِمْ مِنْ مِشْكَاةِ النُّبُوَّةِ كَانُوا كَثِيرًا مَا يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّؤَالِ عَنْ أَشْيَاءَ لَمْ يُعَرِّجُوا عَلَيْهَا وَلَمْ تَصِلْ أَفْهَامُهُمْ إِلَيْهَا كَمَا وَقَعَ لِعَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ فِي الْخَيْطِ الْأَبْيَضِ وَالْأَسْوَدِ، وَلَا شَكَّ أَنَّا مُحْتَاجُونَ إِلَى مَا كَانُوا مُحْتَاجِينَ إِلَيْهِ وَزِيَادَةٌ.

ترجمہ: اس لیے کہ قرآن مجید کا فہم مشتمل ہے ایسے احکام شریعہ پر جس پر سعادت ابدیہ کا دار و مدار ہے اور وہ ایسی مضبوط رسی ہے جس کی طرف ہدایت اللہ ﷻ جو کہ لطیف و خبیر ہے اس کی توفیق سے ہوتی ہے یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو فصاحت میں بلند مقام رکھتے تھے اور جنھوں نے اپنے باطن کو روشن اور منور کیا براہ راست نبی پاک علیہ السلام کے ذریعے وہ بکثرت نبی پاک ﷺ سے ان اشیاء کے بارے میں سوال کرتے تھے جن تک ان کی فہم نہ پہنچتی اور جن کے معنی انہیں سمجھ نہ آتے جیسا کہ عدی بن حاتم کا واقعہ ہے جنھوں نے خیط ابیض اور خیط اسود کے بارے میں حضور علیہ السلام سے سوال کیا اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح محتاج ہیں اس کی طرف جس کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محتاج تھے بلکہ ان سے زیادہ ہمیں اس کی احتیاج ہے۔

سوال نمبر11: قرآن کی تعریف اوراسکی قیودات کے فوائد؟

جواب: القُرْآنُ لُغَةً مَأْخُوذَةٌ مِنَ الْقَرْءِ 'وَهُوَ الْجَمْعُ' وَعُرْفًا هُوَ الْكَلَامُ الْمُنَزَّلُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ الْمُعْجِزُ بِسُورَةٍ مِنْهُ

فَقَوْلُنَا: الْكَلَامُ جِنْسٌ شَامِلٌ لِجَمِيعِ الْكَلَامِ۔

وَقَوْلُنَا: المُنَزَّلُ عَلَی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ فَصْلٌ مُخْرِجٌ لِلْكَلَامِ النَّازِلِ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ كَالتَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ وَسَائِرِ الْكُتُبِ وَالصُّحُفِ۔

وَقَوْلُنَا: المُعْجِزُ فَصْلٌ ثَانٍ مُخْرِجٌ لِلْأَحَادِيثِ الرَّبَّانِيَّةِ كَحَدِيثِ صَحِيحَيْنِ "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي" ثُمَّ الاقْتِصَارُ فِي الحَدِّ عَلَى الإِعْجَازِ وَإِنْ نَزَلَ القُرْآنُ لِغَيْرِهِ أَيْضًا لِأَنَّهُ المُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي التَّمْيِيزِ فَهُوَ الْأَهَم.

وَقَوْلُنَا: بِسُورَةٍ مِنْهُ بَيَانُ الْأَقَلِّ مَا يَحْصُلُ بِهِ الإِعْجَازُ وَهُوَ قَدْرُ أَقْصَرِ سُورَةٍ كَالكَوْثَرِ. وَإِنَّمَا كَانَ أَقَلُّ الإِعْجَازِ بِأَقَلِّ سُورَةٍ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي القُرْآنِ آيَةٌ مُفْرَدَةٌ بَلِ الْآيَةُ تَسْتَلْزِمُ مُنَاسَبَةً لِمَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَتَكُونُ ثَلَاثَ آيَاتٍ.

وَزَادَ بَعْضُهُمْ فِي الحَدِّ فَقَالَ المُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ لِيُخْرِجَ مَنْسُوخَ تِلَاوَةٍ.

ترجمہ: قرآن لغۃً لفظِ "قرء" سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں جمع کرنا عرفًا قران مجید کی تعریف یہ ہے وہ کلام جو نازل ہوا ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور اس کلام کی چھوٹی سی سورت بھی عاجز کرنے والی ہے۔

اسکی تعریف کی قیودات کے فوائد؟

ہمارا اس تعریف میں لفظ "الکلام" کہنا یہ جنس ہے اور کلام کی تمام اقسام کو شامل ہے۔

اور ہمارا اس تعریف میں "المنزل علی سیدنا محمد ﷺ" کہنا یہ فصل ہے اور یہ فصل نکالنے والی ہے ہر اس کلام کو جو نازل ہوا نبی پاک ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء ﷺ پر جیسے توریت اور انجیل اور اس کے علاوہ تمام کتابیں اور صحیفے۔

اس تعریف میں "المعجز" یہ دوسری فصل ہے جو نکالنے والی ہے احادیث ربانیہ کو جیسے صحیحین کی حدیث اناعند ظن عبدی۔

قرآن کی تعریف میں صفت اعجاز پر ہم نے اکتفا کیا باوجود اس کے قرآن مجید فرقان حمید کی دیگر صفات بھی ہیں اس صفت کو اس لئے ذکر کیا کہ دیگر کلام سے ممتاز کرنے میں یہ صفت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

اور ہمارا اس تعریف میں "بسورۃ منہ " کہنا یہ اقل تعداد کے اعتبار سے ہے کہ جس کے ذریعے اعجاز یعنی عاجز ہونا پتہ چل جائے اور وہ اعجاز قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے کہ سورہ کوثر۔اور یہ اقل اعجاز اقل سورت کے ساتھ ہے اس لیے کہ قرآن مجید میں کوئی بھی آیت مفرد یعنی تنہا اکیلی نہیں بلکہ ہر آیت کا اپنے سے ماقبل اور اپنے مابعد کے ساتھ تعلق مستلزم ہے اور یہ تین آیات کی مقدار بنتی ہے بعض اصول تفسیر کے جاننے والوں نے قرآن پاک کی تعریف میں "المتعبد بتلاوتہ" کی بھی قید لگائی ہے تاکہ اس سے وہ کلام نکل جائے جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

سوال نمبر12: سورۃ کی تعریف؟

جواب: هِيَ جُمْلَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ أَقَلُّهَا ثَلَاثُ آيَاتٍ مُسَمَّاةٌ بِاسْمٍ خَاصٍ لَهَا بِتَوْقِيفٍ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِأَنْ تُذْكَرَ بِذَلِكَ الْاسْمِ تَشْتَهِرُ بِهِ۔

ترجمہ: سورۃ قرآن کریم کا وہ جملہ جس کی کم سے کم تعداد تین آیات ہیں اس سورت کے لیے خاص نام نبی پاک ﷺ کی جانب سے رکھا گیا اور وہ سورت اسی نام سے جانی جاتی ہے اور اسی نام کے ساتھ مشہور ہے (یعنی سورتوں کے نام توقیفی ہیں)

سوال نمبر13: آیت کی تعریف؟

جواب: هِيَ جُمْلَةٌ مِنَ السُّورَةِ مُمَيَّزَةٌ بِالْفَاصِلَةِ وَهِيَ الْكَلِمَةُ الَّتِي تَكُونُ آخِرَ الْآيَةِ.

ترجمہ: آیت سورت کا وہ جملہ جو فاصلے کے ذریعے الگ ہوتا ہے اور یہ وہ کلمہ ہے جو آیت کے آخر میں ہوتا ہے۔

مکی مدنی سورتوں کا بیان

سوال نمبر14: مکی مدنی سورتیں کون سی ہیں اور انکی اقسام بیان کریں۔

جواب: اعْلَمْ أَنَّ لِلنَّاسِ فِي الْمَكِّيِّ وَالْمَدَنِيِّ اصطلاحات ثَلَاثَة۔

ترجمہ: مکی اور مدنی سورتوں سے کون سی سورتیں مراد ہیں اس حوالے سے علمائے مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

أَشْهَرُهَا: أَنَّ الْمَكِّيَّ مَا نَزَلَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ وَالْمَدَنِيَّ مَا نَزَلَ بَعْدَهَا سَوَاءٌ نَزَلَ بِمَكَّةَ أَمْ بِالْمَدِينَةِ عَامَ الْفَتْحِ أَوْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَمْ بِسَفَرٍ مِنَ الْأَسْفَارِ. هَذَا هُوَ الْأَصَحُّ فِي تَعْرِيفِهِمَا.

الثَّانِي: أَنَّ الْمَكِّيَّ مَا نَزَلَ بِمَكَّةَ، وَلَوْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ. وَالْمَدَنِيَّ مَا نَزَلَ بِالْمَدِينَةِ. وَعَلَى هَذَا تُثْبَتُ الْوَاسِطَةُ، فَمَا نَزَلَ فِي الْأَسْفَارِ لَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ مَكِّيٌّ وَلَا مَدَنِيٌّ.

الثَّالِثُ: أَنَّ الْمَكِّيَّ مَا وَقَعَ خِطَابًا لِأَهْلِ مَكَّةَ. وَالْمَدَنِيَّ مَا وَقَعَ خِطَابًا لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

ترجمہ: سب سے مشہور یہ ہیکہ مکی وہ سورتیں جو ھجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مدنی وہ سورتیں جو ھجرت کے بعد نازل ہوئیں۔خواہ وہ مکہ میں نازل ہوئی ہوں یا مدینہ میں نازل ہوئی ہوں فتح مکہ کے سال نازل ہوئی ہوں یا حجۃ الوداع کے سال نازل ہوئی ہوں یا نبی پاک ﷺ کے سفروں میں سے کسی سفر میں نازل ہوئیں مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف کے حوالے سے یہی قول صحیح ہے۔

دوسرا قول: مکی سورت وہ جو مکہ میں نازل ہوئی اگرچہ وہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہو مدنی سورت وہ جو مدینہ میں نازل ہوئی ہو۔اس تعریف کی رو سے ان دونوں سورتوں کے درمیان ایک واسطہ ثابت ہوگا یعنی بعض سورتیں وہ ہوں گی جن پر نہ مدنی ہونے کا اطلاق ہوگا اور نہ ہی مکی ہونے کا اطلاق ہوگا مکی اور مدنی سورتوں کی اس تعریف کے قائل علمائے کرام نے ان سورتوں کے بارے میں یہ کہا ہیکہ وہ سفری سورتیں کہلائیں گی۔

تیسرا قول: مکی سورتیں وہ ہیں جن میں خطاب اہل مکہ سے ہوا ہے اور مدنی سورتیں وہ ہیں جن میں خطاب اہل مدینہ سے ہوا ہے۔

سوال نمبر15: مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت کیسے حاصل ہو گی؟

جواب: قَالَ الْقَاضِی أَبُو بَکْرٍ فِی" الْاِنْتِصَارِ " إِنَّمَا یُرْجَعُ فِی مَعْرِفَةِ الْمَکِّیِّ والْمَدَنِیِّ إِلَی حِفْظِ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم والتَّابِعِینَ رحمہم اللہ وَلَمْ یُرْوَی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِی ذَلِكَ قَوْلٌ؛ لِأَنَّهُ لَمْ یُؤْمَرْ بِهِ۔

ترجمہ: قاضی ابو بکر نے "الانتصار" میں کہا کہ بے شک مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت کیلیے حفظ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی طرف رجوع کیا جائیگا کیونکہ اس بارے میں نبی پاک ﷺ سے کوئی قول مروی نہیں ہے اسلئے اسکا حکم نہیں دیا گیا۔

سوال نمبر16: مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت کا حکم بیان کریں؟

جواب: وَلَمْ یَجْعَلِ اللهُ عزوجل عِلْمَ ذَلِكَ مِنْ فُرُوضِ الأُمَّةِ، وَإِنْ وَجَبَ فِی بَعْضِهِ عَلَى أَهْلِ العِلْمِ مَعْرِفَةُ النَّاسِخِ وَ الْمَنْسُوخِ فَقَدْ یُعْرَفُ ذَلِكَ بِغَیْرِ نَصِّ الرَّسُولِ ﷺ اِنْتَهَی۔

ترجمہ: اللہ عزوجل نے اس علم کو امت کے لیے فرض نہیں بنایا اگرچہ بعض صورتوں میں اہل علم پر ناسخ و منسوخ کی پہچان واجب ہے تو اس کو بغیر نص رسول ﷺ کے پہچانا جائیگا۔

سوال نمبر17: مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان کے فوائد ذکر کریں؟

جواب: وَلِمَعْرِفَةِ الْمَکِّیِّ والْمَدَنِیِّ فَوَائِدٌ:

مِنْهَا: مَعْرِفَةُ النَّاسِخِ مِنَ الْمَنْسُوخِ۔

وَمِنْهَا: مَعْرِفَةُ تَرْتِیبِ الْقُرْآنِ فِی النُّزُولِ

ترجمہ: مکی مدنی سورتوں کی پہچان کے چند فوائد ہیں۔

(۱) ناسخ و منسوخ کی پہچان کا حاصل ہونا۔

(۲) نزول قرآن میں ترتیب کی پہچان کا حاصل ہونا۔

سوال نمبر18: مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان کے بارے میں زیادہ شغف رکھنے والے صحابہ ﷺ کے نام تحریر کریں؟

جواب: وَقَدْ كَانَ لِبَعْضِ الصَّحَابَةِ ﷺ عِنَايَةٌ شَدِيدَةٌ بِذَلِكَ۔

فَمِنْهُمْ: سَيِّدُنَا عَلِي، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ.

ترجمہ: صحابہ کرام ﷺ میں سے بعض اس کا زیادہ شغف رکھتے تھے ان میں سے حضرت سیدنا علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، اور حضرت ابن عباس ﷺ ہیں۔

سوال نمبر19: مکی مدنی سورتوں کی علامات تحریر کریں؟

جواب: وَقَدْ ذَكَرَ الْعُلَمَاءُ لِلْمَكِّيِّ والْمَدَنِي عَلَامَاتِ

مِنْهَا: أَنَّ كُلَّ سُورَةٍ فِيهَا {يَا أَيُّهَا النَّاسُ}، وَلَيْسَ فِيهَا {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا} افَهِيَ مَكِّيَّةٌ. وَفِي (الْحَجِّ) اخْتِلَافٌ۔

وَمِنْهَا: كُلُّ سُورَةٍ فِيهَا (كَلَّا) فَهِيَ مَكِّيَّةٌ۔

وَمِنْهَا: أَنَّ كُلَّ سُورَةٍ فِيهَا "قِصَّةُ آدَمَ وَإِبْلِيسَ" فَهِيَ مَكِّيَّةٌ سِوَى الْبَقَرَةِ۔

وَمِنْهَا: أَنَّ كُلَّ سُورَةٍ فِيهَا "ذِكْرُ الْمُنَافِقِينَ" فَهِيَ مَدَنِيَّةٌ سِوَى الْعَنْكَبُوتِ۔
وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ: كُلُّ سُورَةٍ ذُكِرَتْ فِيهَا "الْحُدُودُ وَالْفَرَائِضُ" فَهِيَ مَدَنِيَّةٌ وَكُلُّ مَا ذُكِرَ فِيهَا "الْقُرُونُ الْمَاضِيَةُ" فَهِيَ مَكِّيَّةٌ۔

ترجمہ: علماء نے مکی مدنی سورتوں کی چند علامات (نشانیاں) ذکر کی ہیں۔

(۱) ہر وہ سورت جس میں "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" ہے اور "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" نہیں ہے تو وہ مکی ہے سوائے سورہ حج کے اس میں اختلاف ہے۔

(۲) ہر وہ سورت جس میں "کلا" ہے وہ مکی ہے۔

(۳) ہر وہ صورت جس میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ذکر ہے وہ مکی ہے سورہ بقرہ کے علاوہ۔

(۴) ہر وہ سورت جس میں منافقین کا ذکر ہے وہ مدنی ہے سوائے عنکبوت کے۔

(۵) ہشام بن عروہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہر وہ سورت جس میں حدود اور فرائض کو ذکر کیا گیا ہے وہ مدنی ہے اور ہر وہ صورت جس میں ماضی کے قصوں کو ذکر کیا گیا ہے وہ مکی ہے۔

سوال نمبر20: مدینے اور مکے علی صاحبہما الصلوۃ والسلام میں کتنی کتنی سورتیں نازل ؟

جواب: نَزَلَتْ بِالْمَدِينَةِ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ سُورَةً : البَقَرَةُ، وَآلَ عِمْرَانَ، وَالنِّسَاءُ، وَالْمَائِدَةُ، وَالْأَنْفَالُ، وَالتَّوْبَةُ، وَالحَجِّ، وَالنُّورُ ، وَالأَحْزَابُ، وَمُحَمَّدٌ ، وَالفَتْحُ، وَالحُجُرَاتُ، وَالحَدِيدُ، وَالمُجَادَلَةُ، وَالحَشْرُ، وَالمُمْتَحَنَةُ، وَالصَّفُ، وَالجُمُعَةُ، وَالمُنَافِقُونَ، وَالتَّغَابُنُ، وَالطَّلَاقُ وَالتَّحْرِيمُ، وَالقِيَامَةُ، وَالزَّلْزَلَةُ، وَالقَدْرُ ، وَالنَّصْرُ، وَالمُعَوِّذَتَانِ۔

وَسَائِرُ ذَلِكَ نَزَلَ بِمَكَّةَ، وَهُوَ خَمْسٌ وَثَمَانُونَ سُورَةً: إِذْ سُوَرُ القُرْآنِ كُلُّهَا مِائَةٌ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ.

ترجمہ: مدینے میں 29 سورتیں نازل ہوئیں۔

سورہ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انفال، توبہ، حج، نور، احزاب، محمد، فتح، حجرات، حدید، مجادلہ، حشر، ممتحنہ صف، جمعہ، منافقون، تغابن، طلاق، تحریم، قیامہ، زلزال، قدر، نصر، معوذتین (سورہ ناس و فلق)

اور مکے میں 85 سورتیں نازل ہوئیں۔ قرآن پاک کی کل 114 سورتیں ہیں۔

سفری و حضری سورتوں کا بیان

سوال نمبر21: سفری اور حضری سورتیں کونسی ہیں؟

جواب: **الحَضَرِيُّ**: مانزَلَ بِالحَضَرِ **وَالسَّفَرِيُّ**: مَانزَلَ فِي السَّفَرِ

ترجمہ: حضری وہ سورتیں جو حالت اقامت یعنی مقیم ہونے کی حالت میں نازل ہوئیں اور سفری وہ سورتیں جو حالت سفر میں نازل ہوئیں۔

سوال نمبر22: سفری سورتوں کی چند مثالیں بیان کریں؟

جواب: وَأَمَّا السَّفَرِيُّ فَلَهُ أَمْثِلَةٌ۔

مِنْهَا: آيَةُ التَّيَمُّمِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ أَوَّلُهَا {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ} [الْمَائِدَة] الآيَةُ فَإِنَّهَا نَزَلَتْ بِمَحَلٍ يُسَمَّى بِذَاتِ الْجَيْشِ وَهِيَ وَرَاءَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. وَقِيلَ: بِالْبَيْدَاءِ وَهِيَ [بَعْدَ] ذُو الْحُلَيْفَةِ بِالْقُرْبِ مِنَ الْمَدِينَةِ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ وَعَلَى كُلٍّ فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْقُفُولِ مِنْ غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ وَهُمْ دَاخِلُونَ الْمَدِينَةَ كَمَا ثَبَتَ فِي "الصَّحِيحِ" عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا

وَمِنْهَا: سُورَةُ الْفَتْحِ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ الْحُدَيْبِيَةِ كَمَا أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِي كُرَاعِ الْغَمِيمِ وَادٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَدِينَةِ نَحْوَ مِائَةٍ وَسَبْعِينَ مِيلًا وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ مَكَّةَ نَحْوَ ثَلَاثِينَ مِيلًا وَمِنْ عُسْفَانَ إِلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ۔

ترجمہ: سفری سورتوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(ا) آیتِ تیم: سورۃ المائدہ کی آیت[1] جیش کے مقام میں نازل ہوئی اور یہ ذوالحلیفہ کے پیچھے کی جانب ہے۔اس آیت کے نزول کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ یہ مقام بیداء میں نازل ہوئی اور یہ ذوالحلیفہ کے بعد مکۃ المکرمہ کے راستے سے مدینۃ المنورہ کے قریب کا مقام ہے۔بہر حال مقام بیداء ہو یا ذات الجیش کا مقام

---

[1] یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ [المائدۃ ٦]

ہو یہ آیت غزوہ مریسیع سے واپسی کے موقع پر جب صحابہ کرام ؓ مدینۃ المنورہ میں داخل ہو رہے تھے اس وقت نازل ہوئی جیسا کہ حدیث پاک[2] میں بھی موجود ہے۔

(۲) سورۃ الفتح جو صلح حدیبیہ[3] کے بارے میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک للحاکم میں اس حدیث پاک کی تخریج فرمائی ہے کہ یہ آیت مبارکہ کرہ غمین (ایک وادی ہے) اس وادی

---

[2] عن عائشة ؓ زوج النبي ﷺ قالت: خرجنا مع رسول الله ﷺ في بعض أسفاره، حتى إذا كنا بالبيداء أو بذات الجيش انقطع عقد لي، فأقام رسول الله ﷺ على التماسه، وأقام الناس معه وليسوا على ماء، فأتى الناس إلى أبي بكر الصديق ؓ، فقالوا: ألا ترى ما صنعت عائشة ؓ؟ أقامت برسول الله ﷺ والناسِ وليسوا على ماء، وليس معهم ماء. فجاء أبو بكر ورسول الله ﷺ واضع رأسه على فخذي قد نام، فقال: حبستِ رسول الله ﷺ والناس، وليسوا على ماء، وليس معهم ماء، فقالت عائشة ؓ: فعاتبني أبو بكر ؓ، وقال ما شاء الله أن يقول، وجعل يطعنني بيده في خاصرتي، فلا يمنعني من التحرك إلا مكان رسول الله ﷺ على فخذي، فقام رسول الله ﷺ حين أصبح على غير ماء، فأنزل الله آية التيمم فتيمموا، فقال أسيد بن الحضير ؓ: ما هي بأول بركتكم يا آل أبي بكر ؓ، قالت: فبعثنا البعير الذي كنت عليه، فأصبنا العقد تحته.) [صحیح بخاری شریف]

[3] **صلح حدیبیہ کا مختصر واقعہ:** حدیبیہ مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک کنواں ہے اور اس سارے واقعہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام ؓ کے ہمراہ امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، ان میں سے کوئی حلق کئے ہوئے اور کوئی قصر کئے ہوئے تھا، نیز آپ کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے، کعبہ کی چابی لی، طواف فرمایا اور عمرہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو اس خواب کی خبر دی تو سب خوش ہوئے۔ پھر حضورِ اقدس ﷺ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور 1400 صحابہ کرام ؓ کے ساتھ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ، سن 6 ہجری کو روانہ ہو گئے اور ذوالحُلَیفَہ میں پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھیں، عمرہ کا احرام باندھا اور حضور انور ﷺ کے ساتھ اکثر صحابہ کرام ؓ نے بھی احرام باندھا۔ بعض صحابہ کرام ؓ نے جُحفَہ سے احرام باندھا راستے میں پانی ختم ہو گیا تو صحابہ کرام ؓ نے عرض کی: لشکر میں پانی بالکل باقی نہیں ہے، صرف حضور ﷺ کے برتن میں تھوڑا سا پانی بچا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے برتن میں دستِ مبارک ڈالا تو مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جوش مارنے لگے، پھر سارے لشکر نے پانی پیا اور وضو کیا۔ جب مقامِ عُسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کفارِ قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو پھر پانی ختم ہو گیا حتی کہ لشکر والوں کے پاس ایک قطرہ نہ رہا، اوپر سے گرمی بھی بہت شدید تھی۔ رسولِ کریم ﷺ نے کنوئیں میں کلی فرمائی تو اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، پھر سب نے وہ پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا۔

یہاں کفارِ قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی شخص بھیجے گئے اور سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضورِ اقدس ﷺ عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن انہیں یقین نہ آیا تو آخر کار انہوں نے عُروَہ بن مسعود ثَقَفِی کو حقیقت حال جاننے کے لئے بھیجا، یہ طائف کے بڑے سردار اور عرب کے انتہائی مالدار شخص تھے، اُنہوں نے آکر دیکھا کہ حضورِ انور ﷺ دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام ؓ تبرّک کے طور پر غسالہ شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر کبھی لعابِ دہن ڈالتے ہیں تو لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہرے اور بدن پر برکت کے لئے مل لیتا ہے، جسمِ اقدس کا کوئی بال گرنے نہیں پاتا اگر کبھی جدا ہوا تو صحابہ کرام ؓ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، جب حضور پر نور ﷺ کلام فرماتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کے ادب و تعظیم کی وجہ سے کوئی شخص اوپر کی طرف نظر نہیں اُٹھا سکتا۔ عُروَہ نے

اور مدینہ کے درمیان تقریبا 170 میل کا فاصلہ ہے۔اور اس وادی اور مکہ کے درمیان 30 میل کا فاصلہ ہے اور عسفان سے اس وادی کا فاصلہ تین میل ہے۔

سوال نمبر23: حضری سورتوں کی مثالیں بیان کریں؟

جواب: وَأَمْثِلَةُ الْحَضَرِيِّ كَثِيرَةٌ لِكَوْنِهِ الْأَصْلِ لَايَحْتَاجُ إِلَى تَمْثِيلٍ لِوُضُوحِهِ۔

ترجمہ: اور حالت اقامت والی سورتوں کی مثالیں بہت زیادہ ہیں کیونکہ یہ اصل ہے اس لئے وضاحت کے لیے مثالوں کی حاجت نہیں ہے۔

سوال نمبر24: نزول قرآن کی اور کس اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے؟

جواب: وَتَقْسِيمُ نُزُولِ الْقُرْآنِ إِلَى مَكِّيٍّ وَمَدَنِيٍّ وَحَضَرِيٍّ وَسَفَرِيٍّ بِاعْتِبَارِ الْمَكَانِ، وَيَنْقَسِمُ أَيْضًا بِاعْتِبَارِ الزَّمَانِ إِلَى لَيْلِيٍّ وَنَهَارِيٍّ وَصَيْفِيٍّ وَشِتَائِيٍّ۔

ترجمہ: قرآن کے نزول کی تقسیم مکی اور مدنی، حضری اور سفری کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے۔
اور اسکی زمانے کے اعتبار سے بھی تقسیم ہوتی ہے: رات اور دن میں نازل ہونے والی، گرمی اور سردی میں نازل ہونے والی سورتیں۔

قریش سے جاکر یہ سب حال بیان کیا اور کہا: میں فارس، روم اور مصر کے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفٰی ﷺ کی اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔ قریش نے کہا ایسی بات مت کہو، ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے وہ اگلے سال آئیں۔ عُروَہ نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے گی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ طائف واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے بعد اللہ عزوجل نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا رضی اللہ عنہ۔ اسی مقام پر حضور پُر نور ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیعت لی، اسے ''بیعتِ رضوان'' کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے رائے دینے والوں نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کر لیں، چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور آئندہ سال حضورِ اقدس ﷺ کا تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نفع مند ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی، اسی لئے اکثر مفسّرین فتح سے صلحِ حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض مفسّرین وہ تمام اسلامی فتوحات مراد لیتے ہیں جو آئندہ ہونے والی تھیں جیسے مکہ، خیبر، حنین اور طائف وغیرہ کی فتوحات۔ اس صورت میں یہاں فتح کو ماضی کے صیغہ سے اس لئے بیان کیا گیا کہ ان فتوحات کا وقوع یقینی تھا۔ (خازن، الفتح، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۱۴۴، روح البیان، الفتح، تحت الآیۃ: ۱، ۹/۷۳، جلالین مع صاوی، الفتح، تحت الآیۃ: ۱، ۵/۱۹۶۵-۱۹۶۶، ملتقطاً)

سوال نمبر25: رات دن کے نزول کی مثال بیان کریں؟

جواب: وَأَمْثِلَةُ النَّهَارِ كَثِيرَةٌ لِأَنَّهُ الْأَصْلُ، وَأَمَّا اللَّيْلِيُّ فَمِنْ أَمْثِلَتِهِ آيَةُ تَحْوِيلِ الْقِبْلَةِ۔

ترجمہ: اور دن میں نازل ہونے والی سورتوں کی کئی مثالیں ہیں کیونکہ دن اصل ہے۔

رات کی مثال: رات کی مثالوں میں سے قبلہ کی تبدیلی والی آیت ہے۔

سوال نمبر26: سردی گرمی کی مثال بیان کریں؟

جواب: وَمِنْ أَمْثِلَةِ الصَّيْفِي آيَةُ الْكَلَالَةِ وَهِيَ قَوْلُهُ تَعَالَى: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ} [النساء:١٧٦] إِلَى آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ. وَسَمَّاهَا النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةِ الصَّيْفِي كَمَا ثَبَتَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ

ترجمہ: گرمی کی مثال: گرمی کی مثالوں میں سے کلالہ والی آیت ہے، جو اللہ ﷻ کا فرمان ہے:
{يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ} [النساء:١٧٦] سے سورۃ النساء کے آخر تک۔ نبی پاک ﷺ نے اس کو آیت صیفی کہا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

وَمِنْ أَمْثِلَةِ الشَّتَاءِ قَوْلُهُ تَعَالَى {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ} إِلَى قَوْلِهِ {وَرِزْقٌ كَرِيمٌ} [النور١١-٢٦] فَفِي الصَّحِيحِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمٍ شَاتٍ.

ترجمہ: سردی کی مثال: میں سے اللہ ﷻ کا فرمان: {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ} سے {وَرِزْقٌ كَرِيمٌ} [النور١١-٢٦] تک ہے۔
صحیح حدیث شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک سرد دن میں نازل ہوئی۔

> حضرتِ امام نووی علیہ الرحمہ سے منقول ہے:
>
> جوں ہی گناہ صادر ہو فوراً ہی توبہ کرنا واجب ہے خواہ صغیرہ گناہ ہی کیوں نہ ہو۔
>
> شرح مسلم لنووی، ص ٥٩

اَوَّلُ مَانَزَلَ کا بیان

سوال نمبر 27: قرآن پاک میں سب سے پہلے کیانازل ہوا؟

جواب: اُخْتُلِفَ فِي أَوَّلِ مَانَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلَى أَقْوَالٍ۔

ترجمہ: قرآن کریم میں سب سے پہلے کیانازل ہوا اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

أَحَدُهَا: وَهُوَ الصَّحِيحُ { اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِى خَلَقَ } [العَلَق] وَهٰذَا ثَابِتٌ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا ، فَعَنْ عَائِشَةَ ﷞ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ ، فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءَ ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ { وَهُوَ التَّعَبُّدُ } اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ۔ وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ ﷞ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا ، حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءَ ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ ﷺ ، فَقَالَ ﷺ: اِقْرَأْ ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قُلْتُ : مَا أَنَا بِقَارِئٍ ، قَالَ ﷺ: فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﷺ: اِقْرَأْ ، قُلْتُ : مَا أَنَا بِقَارِئٍ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﷺ: اقْرَأْ ، فَقُلْتُ : مَا أَنَا بِقَارِئٍ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ ﷺ: { اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِى خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۞ } [العلق] وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ : حَتَّى بَلَغَ { مَا لَمْ يَعْلَمْ }

ترجمہ: ان اقوال میں سے پہلا قول اور جو صحیح قول ہے وہ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات ہیں یعنی: { اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِى خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ } یہ قول صحیحین میں ہے اور اسکے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔ بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے: حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی، آپ ﷺ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر آپ ﷺ خلوت پسند ہو گئے اور غارِ حرا میں جانے لگے اور کاشانہ اقدس کی طرف لوٹنے سے پہلے وہاں کئی کئی راتیں ٹھہر کر عبادت کرتے اور اتنا عرصہ وہاں رہنے کے لئے) کھانے پینے کی چیزیں

ساتھ لے جاتے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور وہ اسی طرح کھانے کا بندوبست کر دیا کرتیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس حق آگیا جب کہ آپ ﷺ غار حرا میں تھے یعنی فرشتے نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا، پڑھئے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑ کر بڑے زور سے دبایا، پھر چھوڑتے ہوئے کہا: پڑھئے۔ میں نے کہا" میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑ کر دوبارہ بڑے زور سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس نے مجھے پکڑا اور تیسری بار دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ کنزالعرفان: اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ (بخاری، کتاب بدء الوحي، باب ۱۰/ الحدیث مسلم کتاب الایمان باب بدء الوحي إلى رسول الله ص الحدیث: ۲۵۲ (۱۲۰)

سوال نمبر28: أَوَّلُ مَا نَزَلَ میں دوسرا قول؟

جواب: القول الثاني: { يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ } [الْمُدَّثِّر: ۱] فَقَدْ رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رضي الله عنه قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه: أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ رضي الله عنه: {يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ} قُلْتُ: أَوْ {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ} قَالَ رضي الله عنه: أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنْ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِي، فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا هُوَ يَعْنِي جِبْرِيلَ فَأَخَذَتْنِي الرَّجْفَةُ، فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَأَمَرْتُهُمْ فَدَثَّرُونِي، فَأَنْزَلَ اللهُ ﷻ: { يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ } [الْمُدَّثِّر: ۱] لَكِنَّ الْعُلَمَاءَ أَجَابُوا عَنْ هَذَا التَّعَارُضِ بِأَجْوِبَةٍ،

ترجمہ: قرآن کریم میں سب سے پہلے کیا نازل ہوا،اس حوالے سے علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئیں۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں،انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم میں سب سے پہلے کیا نازل ہوا اس بارے میں پوچھا؛ تو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ {يَاأَيُّهَا المدَّثِّر} یعنی سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا {اقرأبِاسْمِ رَبِّك} یعنی سورۃ العلق کی ابتدائی آیات پہلے نازل نہیں ہوئیں؟ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں تمہیں وہی بات بتا رہا ہوں جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتائی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے حراء میں ایک ماہ اعتکاف کیا تو جب میں نے اپنا اعتکاف پورا کر لیا تو میں اتر آیا پھر مجھے پکارا گیا میں نے اپنے آگے اور پیچھے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا پھر اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو وہاں بھی کچھ نہ تھا، پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں جبرئیل علیہ السلام تھے مجھے کچھ خوف محسوس ہوا تو میں جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا میں نے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو (انہوں نے اوڑھا دیا) تب یہ آیت اتری: {يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝}

ترجمہ کنزالعرفان: اے کپڑے اوڑھنے والے اٹھو ڈراؤ۔

لیکن علماء روایات کے اس تعارض کے مختلف جوابات دیتے ہیں۔

أَشْهَرُهَا: أَنَّ الْمُرَادَ بِالأَوَّلِيَّةِ فِي حَدِيثِ جَابِرٍ أَوَّلِيَّةٌ مَخْصُوصَةٌ وَهِيَ أَوَّلِيَّةُ الْأَمْرِ بِالْإِنْذَارِ، ثَانِيهَا: فَأَوَّلُ مَا نَزَلَ لِلرِّسَالَةِ {يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ}، وَأَوَّلُ مَا نَزَلَ لِلنُّبُوَّةِ {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ}، وَهَذَا جَوَابٌ جَيِّدٌ سَدِيدٌ.

ترجمہ: پہلا اور سب سے زیادہ مشہور جواب: حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اولیت سے مراد اولیت مخصوصہ ہے اور روایت میں اولیت سے مراد حکم انذار ہے۔ (یعنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کے حوالے سے جو آیات پہلے نازل ہوئیں وہ سورۃ المدثر کی آیات ہیں۔)

دوسرا جواب: نبی پاک ﷺ اللہ ﷻ کے نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہے، پس باعتبار رسالت کے جو آیات پہلے نازل ہوئی وہ سورۃ المدثر کی آیات ہیں اور جو باعتبار نبوت کے پہلے نازل ہوئی وہ سورۃ العلق کی آیات ہیں۔ اور یہ جواب سب سے بہتر ہے۔

سوال نمبر 29: حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی احادیث کے تعارض کا جواب؟

جواب: وأجابَ بعضُهم بأنَّ مُرادَ جابرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ سورةَ المدثِّرِ أَوَّلُ سورةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً، وَهٰذَا لَا يُعَارِضُ أَنَّ (اقرأ) أَوَّلُ مَا نَزَلَ مُطلَقًا، لِأَنَّهَا لم تَنزِلْ كُلُّهَا بَل نزلَ مِنْهَا صَدرُهَا. وَيُؤَيِّدُ هٰذَا أَنَّه جاءَ فى روايةٍ أُخرٰى عن جابرٍ رضی اللہ عنہ نفسِه فى الصحيحين أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: بَينَمَا أَنَا أَمشِي إذا سمعتُ صوتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعتُ رَأسِي فإذا المَلَكُ الَّذِى جَاءَنِي بِحَرَاءَ على كُرسِيٍّ بينَ السَّماءِ والأرضِ، فرجَعتُ فقلتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَدَثِّرُونِي، فأنزلَ الله ﷻ: (يا أيها المدثر) فقوله فى الحديث: (الملك الذى جَاءَنِي بِحَرَاءَ) يَدُلُّ على أنَّ هٰذِهِ القِصَّةَ مُتَأَخِّرَةٌ عَن قِصّةِ حِرَاءَ الَّتِى نَزَلَ فِيهَا: {اقرأ باسم ربك}. قلتُ: وهٰذَا أَصَحُّ مَا جَاءَ فِي هٰذَا البَابِ من ناحِيَةِ الدَّلِيلِ.

ترجمہ: بعض علماء نے اس کے اور جوابات بھی دیئے ہیں، (تیسرا جواب) یہ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ سورۃ المدثر وہ پہلی سورت ہے جو ایک ہی مرتبہ میں مکمل نازل ہوئی اور یہ بات سورۃ العلق کے اول ما نزل ہونے کے متعارض نہیں ہوگی اس لئے کہ سورۃ العلق مکمل ایک ساتھ نازل ہوئی بلکہ اس کا ابتدائی حصہ ابتداء نازل ہوا تھا۔ اس بات کی تائید صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہی روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں جارہا تھا کہ آسمان سے ایک آواز سنی میں نے اوپر کی جانب دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر تھا، پس میں گھر کی طرف لوٹا اور میں نے (گھر والوں سے) کہا کہ مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو؛ پس اللہ پاک نے سورۃ المدثر کا نزول فرمایا۔ اس حدیث پاک میں لفظ "(المَلَكُ الَّذِى جَاءَنِي بِحِرَاءَ)"

یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سورۃ المدثر کے نزول والا واقعہ حراء والے واقعے جس میں سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئی تھیں اس کے بعد کا ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ اس بارے میں دلیل کے اعتبار سے یہ بات زیادہ درست ہے۔

دوسرا جواب: فأجاب بعضهم بأن جابراً ﷛ أُستُخرِجَ هَذَا بِاجتهادِهِ وَلَيسَ هو من روايته فيُقَدَّمُ عليه ما رَوَتهُ عائشةُ ﷝، وهذا من أحسن الأجوبة.

ترجمہ: بعض نے یہ جواب بھی دیا کہ حضرت جابر ﷛ نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی ہے یہ رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہے لہذا حضرت عائشہ والی روایت، حضرت جابر کی روایت پر مقدم ہوگی۔ (کیونکہ ایک طرف راوی کا اپنا قول ہو اور ایک طرف حدیثِ رسول ﷺ ہو تو حدیثِ رسول ﷺ کو ترجیح دی جاتی ہے)

سوال نمبر30: اول مانزول میں تیسرا قول؟

جواب: **القول الثالث:** أَنَّ أَوَّلَ مانَزَلَ "الفاتحة" وثَبَتَ ذلك بِحَدِيثٍ رَوَاهُ البَيْهَقِي۔

أَجَابَ عَنْهُ الْعُلَمَاءُ ﷭ بِأَنَّهُ حَدِيثٌ مُرْسَلٌ أَوْيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا عَنْ نُزُولِهَا بَعْدَ مَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ {إقرأ}۔

ترجمہ: قرآن کریم میں سب سے پہلے کیا نازل ہوا اس بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اول مانزل سورۃ الفاتحہ ہے اور یہ اس حدیث سے ثابت ہے جسے امام بیہقی ﷫ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کے بارے میں علماء ﷭ نے یہ جواب دیا کہ یہ حدیث مرسل ہے یا (دوسرا جواب یہ ہے کہ) یہ حدیث فقط سورۃ الفاتحہ کے نزول کی خبر کے بارے میں ہے جو کہ سورۃ العلق کی آیات کے بعد نازل ہوئی (یعنی اس حدیث سے اول مانزل ثابت نہیں ہوتا فقط نزول کے بارے میں خبر مل رہی ہے)۔

سوال نمبر31: اول مانزل میں چوتھا قول؟

جواب: القول الرابع: أن أول ما نزل {بسم الله الرحمن الرحيم}

وأجابَ عنهُ السُّيُوطِی ﷬ بِأَنَّ هَذَا لَا يُعِدُّ قَوْلًا بِرَأْسِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ ضَرُورَةِ نُزُولِ السُّورَةِ نُزُولُ الْبَسْمَلَةِ مَعَهَا-

ترجمہ: قرآن کریم میں سب سے پہلے کیا نازل ہوا اس بارے میں چوتھا قول یہ ہے کہ اول ما نزل "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے۔امام سیوطی ﷬ نے خود ہی اس کا جواب دے دیا کہ اسے الگ سے قول شمار نہ کیا جائے "بسم اللہ" کا کسی سورت کے ساتھ نازل ہونا یہ سورت کی ضرورت میں سے تھا۔(اس لئے بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوتی رہی)

سوال نمبر32: اول ما نزل میں تیسرا قول؟

جواب: هُنَاكَ أَقْوَالٌ أُخْرَى فِي "أَوَّلِ مَا نَزَلَ"

وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يَثْبُتُ مِنْ نَاحِيَةِ السَّنَدِ وَإِنْ صَحَّ فَيُتَأَوَّلُ بِأَنَّ مَعْنَى "أَوَّلُ مَا نَزَلَ" عَلَى حَذْفٍ "مِنْ" أَي مِنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ.

ترجمہ: اول مانزل کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں اور وہ تمام اقوال سند کے اعتبار سے ثابت نہیں ہوتے اور صحیح ثابت ہو بھی جائے تو اس میں تاویل کی جائے گی۔تاویل یہ ہوگی کہ اول مانزل سے پہلے "من" کو حذف مانے گے اب عبارت یہ بن جائے گی "من اول مانزل" یعنی ابتدائی طور پر نازل ہونے والی آیات میں سے یہ آیت بھی ہے۔

اوائل مخصوصہ: أَوَّلُ مَا نَزَلَ بِمَكَّةَ: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ} (العَلَق)

وَأَوَّلُ مَا نَزَلَ بِالْمَدِينَةِ: سُورَةُ البَقَرَةِ- وَقِيلَ: {وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ} (المُطَفِّفِينَ ١)

وَ آخِرُ مَا نَزَلَ بِمَكَّةَ: سُورَةُ المُؤْمِنُون-

وَ آخِرُ مَا نَزَلَ بِالْمَدِينَةِ: سُورَةُ بَرَاءَةَ-

أَوَّلُ مَا نَزَلَ فِي القِتَالِ: {أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ} (الحَجّ ٣٠)

أَوَّلُ مَا نَزَلَ فِي شَأْنِ الخَمْرِ: {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الخَمْرِ وَالمَيْسِرِ} (البَقَرَة ٢١٩).

أَوَّلُ سُورَةٍ أُنزِلَتْ فِيهَا سَجْدَةٌ: سُورَةُ النَّجْمِ، رَوَاهُ البُخَارِيُّ۔

أَوَّلُ مَا نَزَلَ فِي الأَطْعِمَةِ بِمَكَّةَ: {قُلْ لا أَجِدُ فِيهَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا} (الأَنْعَامِ: ١٤٥)

وَبِالمَدِينَةِ: {إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ المَيْتَةَ} (البَقَرَةِ۔١٧٣)

ترجمہ: اوائل مخصوصہ:

مکہ میں سب سے پہلے "سورۃ العلق" کی آیات نازل ہوئی۔

مدینہ میں سورۃ البقرہ سب سے پہلے نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا "سورۃ المطففین" یہ مدینہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی۔

مکہ میں سب سے آخر میں سورۃ المومنون کا نزول ہوا۔

مدینہ میں سب سے آخر میں سورۃ البراءت نازل ہوئی۔

جنگ کے بار میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت:

{أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ} یہ سورۃ الحج کی آیت نمبر 39 ہے۔

خمر کے بارے میں سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الخَمْرِ وَالمَيْسِرِ" یہ سورۃ البقرۃ کی آیت ہے۔

آیات سجدہ والی آیات میں سب سے پہلے سورۃ النجم نازل ہوئی؟ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

کھانے کے بارے میں سب سے پہلے مکہ میں نازل ہونے والی آیت "قُل لَّآ أَجِدُ فِيهَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا" سورۃ الانعام کی آیت نمبر 145 ہے۔

اور کھانے کے بارے میں مدینہ میں سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت: "إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ المَيْتَةَ" سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 173 ہے۔

آخر مانزل کا بیان

سوال نمبر33: قرآنِ کریم سے سب سے آخر میں کیانازل ہوا؟

جواب: اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ ﷭ فِي ذَلِكَ عَلَى أَقْوَالٍ،

ترجمہ: علماء﷭ نے اس بارے میں مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔

① أَشْهُرُها: أَنَّ آخِرَ مَا نَزَلَ قَوْلُهُ: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ} [النِّسَاء: ١٧٦] رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔

ترجمہ: مشہور ترین قول: کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) (النساء۔۱۴)، یہ قول شیخین (یعنی امام بخاری وامام مسلم) ﷭ نے روایت کیا ہے۔

(۲) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷠: آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ آيَةُ الرِّبَا، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ﷫، وَهِيَ قَوْلُهُ: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا} (البَقَرَة: ۲۷۸)

ترجمہ: ابن عباس﷠ نے فرمایا: آخری آیت جو نازل ہوئی وہ آیتِ ربا ہے۔امام بخاری﷫ نے روایت کیا ہے، اور وہ یہ ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا} (البقرة)

(۳) وَقَالَ ﷠ أَيْضًا: آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ { وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ} (البَقَرَة: ۲۸۱)

ترجمہ: ابن عباس﷠ نے یہ بھی فرمایا: آخری آیت جونازل ہوئی {وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ} (البقرة:۲۸۱) ہے۔

(۴) وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ﷜ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ آيَةُ الدَّيْنِ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ [البقرة ۲۸۳] قَالَ السُّيُوطِي ﷫ وَهُوَ مُرْسَلٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیب﷜ نے فرمایا: آخری آیت جو نازل ہوئی وہ آیتِ دین ہے { يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ} (البقرة: ۲۳) امام سیوطی﷫ نے فرمایا کہ یہ مرسل[4] صحیح الاسناد ہے۔

---

[4] مرسل: إِنْ كَانَ السُّقُوطُ مِنْ آخِرِ السَّنَدِ فَإِنْ كَانَ بَعْدَ التَّابِعِي فَالْحَدِيثُ مُرْسَلٌ۔

ترجمہ: اگر آخر سند سے راوی ساقط ہو اور یہ سقوط تابعی کے بعد ہو تو ایسی حدیث کو مرسل کہتے ہیں۔

سوال نمبر34: حضرت ابن عباس اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کی احادیث میں کیسے تطبیق کی جائے گی؟

جواب: وَيُمْكِنُ الجَمْعُ بَيْنَ القَوْلِ الثَّانِي وَمَا بَعْدَهُ بِأَنَّهَا نَزَلَتْ كُلُّهَا دَفْعَةً وَاحِدَةً كَتَرْتِيبِهَا فِي المُصْحَفِ فَيَصْدُقُ عَلَى كُلٍّ مِنْهَا أَنَّهَا آخِرُ مَا نَزَلَ وَحِينَئِذٍ يُتَأَوَّلُ قَوْلُ الأَوَّلِ بِأَنَّهُ آخِرُ مَا نَزَلَ فِي شَأْنِ الفَرَائِضِ وَالأَحْكَامِ۔

ترجمہ: اور دوسرے قول اور اس کے بعد والے قول میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ یہ سب آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں جیسے کہ ان کی ترتیب مصحف میں ہے۔اس طرح ان سب پر یہ صادق آتا ہے کہ یہ سب آخر ما نزل ہیں۔اس وقت پہلے قول کی یہ تاویل ہو گی کہ یہ آخری آیتیں فرائض اور احکام کے بارے میں نازل ہوئیں۔

ایک اشکال اور اسکا جواب: لَكِنْ يَشْكُلُ عَلَى هَذَا مَا وُرِدَ أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى: {اليَومَ أَكْمَلْتُ لَكُم دِينَكُم} [المائدة] نَزَلَتْ بِعَرَفَةِ عَامِ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وَوَجْهُ الْإِشْكَالِ هُوَ أَنَّ ظَاهِرَهَا إِكْمَالُ جَمِيعِ الْفَرَائِضِ وَالْأَحْكَامِ قَبْلَهَا مَعَ أَنَّهُ وَرَدَ فِي آيَةِ الرِّبَا وَالدَّيْنِ وَالْكَلَالَةِ أَنَّهَا نَزَلَتْ بَعْدَ ذَلِكَ وَلِذَلِكَ فَقَدْ تَأَوَّلَ الْعُلَمَاءُ هَذِهِ الْآيَةَ بِأَنَّ إِكْمَالَ الدِّينِ الْمُرَادُ بِهِ فِي الْآيَةِ إِقْرَارُهُمْ بِالْبَلَدِ الْحَرَامِ۔

وَإِجْلَاءَ الْمُشْرِكِينَ عَنْهُ حَتَّى حَجَّهُ الْمُسْلِمُونَ لَا يُخَالِطُهُمُ الْمُشْرِكُونَ وَيُؤَيِّدُ هَذَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ الْمُشْرِكُونَ وَالْمُسْلِمُونَ يَحُجُّونَ جَمِيعًا فَلَمَّا نَزَلَتْ [بَرَاءَةٌ] نُفِيَ الْمُشْرِكُونَ عَنِ الْبَيْتِ وَحَجَّ الْمُسْلِمُونَ لَا يُشَارِكُهُمْ فِي الْبَيْتِ الْحَرَامِ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَكَانَ ذَلِكَ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ {وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي} [الْمَائِدَةُ۳]

ترجمہ: لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{اليَومَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُم} [المائدة] عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے سال میں نازل ہوا۔ اور اشکال یہ ہے کہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ تمام فرائض اور احکام اس سے پہلے مکمل ہو چکے ہیں، حالانکہ آیتِ ربا و دین اور کلالہ کے بارے میں وارد ہے کہ وہ اس کے بعد نازل ہوئیں؟

لہٰذا علماء ﷭ نے اس آیت کی یہ تاویل کی ہے کہ اس میں دین کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوگئے اور مشرکین کو وہاں سے نکال دیا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے حج کیا اور ان کے ساتھ کوئی مشرک شامل نہ ہوا۔

ابن عباس ﷠ کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ مشرکین اور مسلمان دونوں حج کرتے تھے، جب ابراء نازل ہوئی تو مشرکین کو بیت اللہ ﷻ سے نکال دیا گیا اور مسلمانوں نے حج کیا، اور ان کے ساتھ کوئی مشرک بیت اللہ ﷻ میں شامل نہ ہوا، اور یہ نعمت کی تکمیل کا حصہ تھا {وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي} [المائدۃ-۳]

سوال نمبر 35: آخر ما نزل کے بارے میں دیگر اقوال اور انکا جواب؟

جواب: أقوالٌ أُخرى في آخرِ ما نزَلَ والجَوابُ عَنها:

وَقَدْ رَوَى السُّيُوطِي ﷫ عَنْ كَثِيرٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ ﷭ أَقْوَالًا أُخْرَى فِي آخِرِ مَا نَزَلَ۔

فَمِنْهَا: أَنَّ آخِرَ مَا نَزَلَ سُوْرَةُ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ (النصر ۱)

وَمِنْهَا: أَنَّه سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ۔

وَمِنْهَا: أَنَّه آيَةُ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ (التوبة ۱۲۸)

وَمِنْهَا: أَنَّهُ سُوْرَةُ الْفَتْحِ۔

وَمِنْهَا: أَنَّهُ سُوْرَةُ بَرَاءَةٍ۔

ترجمہ: دیگر اقوال کے بارے میں اور ان کا جواب: امام سیوطی ﷫ نے بہت سے علماء ﷭ سے آخری نازل ہونے والے قرآن کے بارے میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ آخری نازل ہونے والی سورۃ" إذا جاء نصر الله والفتح" (سورہ نصر) ہے۔

بعض نے کہا کہ سورہ المائدہ آخری نازل ہونے والی ہے۔

بعض نے کہا کہ آیت "لقد جاء کم رسول من أنفسکم" (التوبہ ۱۲۸) آخری نازل ہونے والی ہے۔

بعض نے کہا کہ سورہ اِذا الفتح آخری نازل ہونے والی ہے۔

اور بعض نے کہا کہ سورہ براءۃ (توبہ) آخری نازل ہونے والی ہے۔

سوال نمبر36: اس اختلاف میں تطبیق کیسے ہوگی؟

اختلاف کا جواب

قَالَ الْبَيْهَقِي رحمه الله يُجْمَعُ بَيْنَ هٰذِهِ الْاِخْتِلَافَاتِ إِنْ صَحَّتْ بِأَنْ كُلَّ وَاحِدٍ أَجَابَ بِهَا عِنْدَهُ بِمَا عِنْدَهُ-

ترجمہ: امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ ان اختلافات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ ہر ایک نے جو کچھ کہا وہ اپنی معلومات کی بنا پر کہا۔

دوسرا جواب: وَقَالَ الْقَاضِي أَبُوبَكْرٍ رحمه الله فِي الْاِنْتِصَارِ:

"هٰذِهِ الْأَقْوَالُ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ مَّرْفُوْعٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ،

وَكُلٌّ قَالَ مَا قَالَهُ بِضَرْبٍ مِّنَ الْاِجْتِهَادِ وَغَلَبَةِ الظَّنِّ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ أَخْبَرَ عَنْ آخِرِ مَا سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَوْ قَبْلَ مَرَضِهِ بِقَلِيْلٍ، وَغَيْرُهُ سَمِعَ مِنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ."

ترجمہ: قاضی ابو بکر رحمہ اللہ نے "الانتصار" میں فرمایا:

ان اقوال میں سے کوئی بھی نبی کریم ﷺ سے مرفوع نہیں ہے، بلکہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور غالب گمان کے تحت کہا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہر ایک نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے دن یا ان کی بیماری سے کچھ پہلے سننے والی آخری چیز کے بارے میں بتایا اور دوسرے نے ان کے بعد کچھ اور سنا ہو۔

معرفة سبب النزول

سوال نمبر37: نزول قرآن کا سبب بیان کریں؟

جواب: أعلم أنَّ نُزولَ القُرآنِ على قِسمَينِ:

(۱) قِسمٌ نَزَلَ ابتِداءً، (۲) وقِسمٌ نَزَلَ عَقْبَ واقِعةٍ أو سُؤالٍ.

ترجمہ: جان لو! کہ قرآن کا نزول دو قسموں پر مشتمل ہے:

(۱) وہ جو ابتداءً نازل ہوا (۲) وہ جو کسی واقعہ یا سوال کے بعد نازل ہوا۔

وقد تتبَّعَ الْعُلَمَاءُ ﷭ القِسمَ الثَّانِي صَنَّفُوْا فِيْهِ كُتبًا مَخْصُوْصَةً بَيَّنُوْا الْآيَاتِ الَّتِي نَزَلَتْ بِسَبَبٍ وبَيَّنُوْا ذٰلِكَ السَّبَبَ وَاجْتَهَدُوْا فِيْهِ اِجْتِهَادًا بَالِغًا۔

وأَشْهَرُ مؤلَّفٍ في هٰذَا الْمَوْضُوْعِ "لُبَابُ النُّقُولِ في أَسْبَابِ النُّزُوْلِ" لِلْحَافِظِ السُّيُوْطِي ﷫۔

ترجمہ: علماء ﷭ نے دوسری قسم کا تتبع (اس میں غور) کیا اور اس پر مخصوص کتابیں تصنیف کیں جن میں انہوں نے ان آیات کو بیان کیا جو کسی سبب کے تحت نازل ہوئیں اور اس سبب کو بھی بیان کیا۔ اس کا معبد میں انہوں نے بڑی محنت کی۔

اس موضوع پر سب سے مشہور تصنیف حافظ امام سیوطی ﷫ کی "لباب النقول في أسباب النزول" ہے۔

سوال نمبر38: اسکے فوائد بیان کریں؟

جواب: وفي هٰذَا الْعَمَلِ فَوَائِدُ جَلِيْلَةٌ۔

مِنها: مَعرِفَةُ وُجُودِ الحِكمَةِ البَاعِثَةِ عَلَى تَشرِيعِ الحُكمِ۔

ومِنها: أَنَّهُ طَرِيقٌ قَوِيٌّ فِي فَهمِ مَعَانِي القُرآنِ لِأَنَّ العِلمَ بِالسَّبَبِ يُورِثُ العِلمَ بِالمُسَبَّبِ۔

ترجمہ: آیات کے نزول کے سبب جاننے میں کئی فوائد ہیں۔

پہلا فائدہ: حکم کے مشروع یعنی جائز ہونے پر جو سبب بننے والی حکمت ہے اس کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے۔

اور دوسرا فائدہ: یہ کہ یہ قرآن کی معانی کے فہم میں قومی ذریعہ ہے، کیونکہ سبب کی معرفت مسبب کی معرفت کا سبب بنتی ہے۔

سوال نمبر39: سبب نزول ناجاننے کا نقصان؟

جواب: هٰذَا وَإِلَيْكَ هَاتَيْنِ الْقِصَّتَيْنِ لِتَعْرِفَ بِهِمَا أَنَّهُ لَوْلَا مَعْرِفَةُ سَبَبِ النُّزُولِ لَزَلَّتْ أَقْدَامٌ كَثِيرَةٌ فِي فَهْمِ الْمَعْنَى وَإِدْرَاكِ الْمَقْصُودِ فَقَدْ قَرَأَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ رضی اللہ عنہ قَوْلَهُ ﷻ {لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا} [آلِ عِمْرَان:١٨٨] الآيَةَ۔

وَقَالَ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ. وَهَذَا الَّذِي فَهِمَهُ هُوَ صَحِيحٌ بِالنِّسْبَةِ لِظَاهِرِ الآيَةِ،

لٰكِنْ بَيَّنَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ الْحَقِيقَةَ وَهِيَ أَنَّ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ حِينَ سَأَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ، وَأَرَوْهُ أَنَّهُمْ أَخْبَرُوهُ بِمَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ، وَاسْتَحْمَدُوا بِذَلِكَ إِلَيْهِ. أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ رحمہما اللہ۔

ترجمہ: اور اب آپ کے سامنے یہ دو قصے ہیں تا کہ آپ جان سکیں کہ اگر نزول کے سبب کی معرفت نہ ہوتی تو بہت سے لوگ معنی کے فہم اور مقصود کے ادراک میں غلطی کر جاتے۔

چنانچہ مروان بن حکم رضی اللہ عنہ نے اللہ ﷻ کے فرمان { لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا[5] } [آل عمران:١٨٨] کی تلاوت کی اور کہا۔ اگر ہر شخص اس چیز پر خوش ہو جائے جو اسے دی گئی اور وہ اس بات کو پسند کرے کہ جو کام اس نے نہیں کیا اس پر اس کی تعریف کی جائے تو ایسے تمام لوگوں کو عذاب دیا جائے گا۔ اور یہ بات جو مروان نے آیت سے سمجھی ہے اس آیت کے ظاہر کے اعتبار سے درست ہے۔

---

5 ترجمہ: ہر گز نہ سمجھنا انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہر گز عذاب سے دور نا جاننا۔ (کنز الایمان)

لیکن عبد اللہ ابن عباس ﷺ نے اس کی حقیقت کو بیان کیا، اور وہ یہ کہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے ان سے ایک چیز کے بارے میں پوچھا، توانہوں نے اسے چھپالیااور اس کے بجائے کچھ اور بتایا، اور ظاہر کیاکہ انہوں نے اس کے بارے میں سچ بتایا۔اورانہوں نے خواہش کی کہ اس عمل پران کی تعریف کی جائے۔ شیخین ﷺ نے اس حدیث کوروایت کیاہے۔

وحُكِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَعَمْرِو بْنِ مَعْدِى كَرِبٍ ﷺ أَنَّهُمَا كَانَا يَقُولَانِ الْخَمْرَ مُبَاحَةً وَيَحْتَجَّانِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا} [الْمَائِدَةُ: ٩٣] وَلَوْ عَلِمَا سَبَبَ نُزُولِهَا لَمَا قَالَا ذَلِكَ وَهُوَ أَنَّ نَاسًا قَالُوا لَمَّا حُرِّمَتِ الْخَمْرُ كَيْفَ بِمَنْ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَمَاتُوا وَكَانُوا يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَهِيَ رِجْسٌ فَنَزَلَتْ، أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمَا ﷺ۔

وَلَوْلَا مَعْرِفَةُ سَبَبِ نُزُولِ قَوْلِهِ تَعَالَى: {فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ} [الْبَقَرَةُ: ١١٥] قَالَ قَائِلٌ إِنَّ ظَاهِرَهَا يُفِيدُ أَنَّ الْمُصَلِّيَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ لَا سَفَرًا وَلَا حَضَرًا وَهُوَ خِلَافُ الْإِجْمَاعِ، لَكِنْ بِمَعْرِفَةِ سَبَبِ نُزُولِهَا يُعْلَمُ أَنَّهَا فِي نَافِلَةِ السَّفَرِ أَوْ فِيمَنْ صَلَّى اجْتِهَادًا ثُمَّ بَانَ لَهُ الْخَطَأُ عَلَى اخْتِلَافِ الرِّوَايَاتِ فِي ذَلِكَ۔

ترجمہ: اور عثمان بن مظعون اور عمرو بن معدی کرب ﷺ کے بارے میں بیان کیا گیاکہ وہ دونوں کہتے تھے کہ شراب حلال ہے اور اس پر اللہ ﷻ کے فرمان: {لَيْسَ[6] عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا} [المائدۃ:۱۳] سے دلیل پکڑتے تھے۔ اگرانہیں اس کے نزول کا سبب معلوم ہوتا تو وہ ایسانہ کہتے، اور وہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کہاجب شراب حرام کر دی گئی توان لوگوں کا کیاہو گا جواللہ ﷻ کی راہ میں مارے گئے اور مر گئے اور وہ شراب پیتے تھے جو کہ ناپاک ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔اس حدیث کواحمداور نسائی وغیرہما ﷺ نے روایت کیا۔

6 ترجمہ: جوایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انھوں نے چکھا۔(کنزالایمان)

اور اگر قول الٰہی {فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ} [البقرة:١١٠] کے نزول کے سبب کی معرفت نہ ہوتی تو کسی نے کہا کہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے پر قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، نہ سفر میں اور نہ حضر میں، جو کہ اجماع کے خلاف ہے۔ لیکن اس کے نزول کے سبب کی معرفت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر کی نفل نماز یا اس شخص کے بارے میں ہے جو اجتہاد سے نماز پڑھتا ہے اور پھر اسے غلطی معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔

مِمَّا يَتَّصِلُ بِهَذَا المَبحَثِ مَسألَةٌ مُهِمَّةٌ جَرَى الخِلَافُ فِيهَا بَيْنَ عُلَمَاءِ الأُصُولِ وَهِيَ أَنَّنَا إِذَا عَرَفْنَا سَبَبَ نُزُولِ آيَةٍ مُتَضَمِّنَةٍ لِحُكْمٍ شَرْعِيٍّ فَهَلْ يَكُونُ ذَلِكَ الحُكْمُ خَاصًّا بِذَلِكَ السَّبَبِ الَّذِى نَزَلَتْ فِيهِ الآيَةُ أَمْ يَكُونُ عَامًّا فَيَشْمَلُ غَيْرَهُ وَيُعَبِّرُونَ عَنْهَا بِقَوْلِهِمْ هَلِ العِبْرَةُ بِعُمُومِ اللَّفْظِ أَمْ بِخُصُوصِ السَّبَبِ؟

وَالْجَوَابُ أَنَّ المَشْهُورَ الأَصَحَّ هُوَ أَنَّ العِبْرَةَ بِعُمُومِ اللَّفْظِ فَالحُكْمُ يَتَنَاوَلُ غَيْرَ السَّبَبِ الَّذِى نَزَلَ مِنْ أَجْلِهِ وَقَدْ نَزَلَتْ آيَاتٌ فِي أَسْبَابٍ وَاتَّفَقُوا عَلَى تَعْدِيَتِهَا إِلَى غَيْرِ أَسْبَابِهَا كَنُزُولِ آيَةِ الظِّهَارِ فِي سَلَمَةَ بنِ صَخْرٍ رضي الله عنه وَآيَةِ اللِّعَانِ فِي شَأْنِ هِلَالِ بنِ أُمَيَّةَ وَحَدِّ القَذْفِ فِي رُمَاةِ عَائِشَةَ رضي الله عنها ثُمَّ تَعَدَّى إِلَى غَيْرِهِ وَمَنْ لَا يَعْتَبِرُ عُمُومَ اللَّفْظِ يَقُولُ خَرَجَتْ هَذِهِ الآيَاتُ وَنَحْوُهَا لِدَلِيلٍ آخَرَ قَالَ الحَافِظُ السُّيُوطِيُّ رحمه الله وَمِنَ الأَدِلَّةِ عَلَى اعْتِبَارِ عُمُومِ اللَّفْظِ احْتِجَاجُ الصَّحَابَةِ رضي الله عنهم فِي وَقَائِعَ بِعُمُومِ آيَاتٍ نَزَلَتْ عَلَى أَسْبَابٍ خَاصَّةٍ شَائِعًا ذَائِعًا بَيْنَهُمْ۔

ترجمہ: اس بحث سے متعلق ایک اہم مسئلہ ہے جس میں اصولِ فقہ کے علماء رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم کسی ایسی آیت کے نزول کا سبب جان لیں جو کسی شرعی حکم پر مشتمل ہو، تو کیا وہ حکم اسی سبب کے ساتھ خاص ہو گا جس کے لئے آیت نازل ہوئی ہے، یا وہ عام ہو گا اور دیگر معاملات کو بھی شامل کرے گا؟ اس سوال کو اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کیا اعتبار لفظ کے عموم کا ہو گا یا سبب کے خصوص کا؟

جواب: مشہور اور صحیح رائے یہ ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہو گا، لہذا حکم اس سبب کے علاوہ بھی دیگر معاملات کو شامل ہو گا جس کے لئے آیت نازل ہوئی تھی۔ کچھ آیات ایسی ہیں جو کسی خاص سبب کے لئے نازل ہوئیں، لیکن ان کے احکام کو دیگر معاملات پر بھی نافذ کیا گیا۔ جیسے کہ آیۃ الظھار سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں نازل ہوئی اور آیۃُ اللعان ہلال بن امیہ کے معاملے میں اور حد قذف کی آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والوں کے معاملے میں نازل ہوئی، لیکن ان کے احکام دیگر معاملات پر بھی نافذ کئے گئے۔ جو لوگ لفظ کے عموم کا اعتبار نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آیات اور ان جیسی دیگر آیات کسی دوسری دلیل کے سبب نازل ہوئی ہیں۔

حافظ امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ کے عموم کا اعتبار کرنے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی واقعے میں عمومِ آیات کا حوالہ دیتے تھے جو کسی خاص سبب کے لئے نازل ہوئی ہوتیں، اور یہ ان کے درمیان مشہور اور عام تھا۔

سوال نمبر 40: جن آیات میں عموم کا لفظ نہ ہو اور وہ سبب خاص کے تحت نازل ہوئی ہوں اس کا حکم؟

جواب: وَ هٰذَا بِالنِّسْبَةِ لِلْآيَةِ الَّتِي يُفِيدُ لَفْظُهَا الْعُمُومَ أَمَّا الْآيَةُ الَّتِي نَزَلَتْ فِي مُعَيَّنٍ وَلَا عُمُومَ لَفْظِهَا فَإِنَّهَا تَقْصُرُ عَلَيْهِ قَطْعًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى { وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى } [اللَّيْلِ ١٧-١٨] فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضي الله عنه بِالْإِجْمَاعِ۔

وَوَهِمَ مَنْ ظَنَّ أَنَّ الْآيَةَ عَامَّةٌ فِي كُلِّ مَنْ عَمِلَ عَمَلَهُ إِجْرَاءً لَهُ عَلَى الْقَاعِدَةِ وَهٰذَا غَلَطٌ۔ فَإِنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ لَيْسَ فِيهَا صِيغَةُ عُمُومٍ۔

إِذَا الْأَلِفُ وَاللَّامُ إِنَّمَا تُفِيدُ الْعُمُومَ إِذَا كَانَتْ مَوْصُولَةً أَوْ مُعَرَّفَةً فِي جَمْعٍ۔ زَادَ قَوْمٌ۔ أَوْ مُفْرَدٍ بِشَرْطِ أَلَّا يَكُونَ هُنَاكَ عَهْدٌ، وَالْأَلِفُ فِي { الْأَتْقَى } لَيْسَ جَمْعًا بَلْ هُوَ مُفْرَدٌ وَالْعَهْدُ مَوْجُودٌ خُصُوصًا مَعَ مَا يُرِيدُهُ

صِيغَةُ "أَفْعَلَ" مِنَ التَّمْيِيزِ وَقَطْعِ الْمُشَارَكَةِ فَبَطَلَ بِالْعُمُومِ وَتَعَيَّنَ الْقَطْعُ بِالْخُصُوصِ وَالْقَصْرُ عَلَى مَنْ نَزَلَتْ فِيهِ رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: یہ آیت جو لفظ کے لحاظ سے عمومی مفہوم رکھتی ہے، اس کے مقابلے میں وہ آیت جو کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہو اور اس کے لفظ میں عمومیت نہ ہو، تو وہ یقینی طور پر صرف اسی پر ہی محدود ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: {وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى} [اللیل: ۱۷-۱۸] یہ آیت بلاشبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ یہ آیت ہر اس شخص کے لیے عام ہے جو اسی طرح عمل کرے، وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں عمومی صیغہ نہیں ہے۔

جب الف اور لام موصولہ یا معرفہ جمع میں ہوں تو وہ عمومی مفہوم دیتے ہیں۔ اور الف یہاں الا تقی) میں جمع نہیں بلکہ واحد ہے اور یہاں عہد بھی موجود ہے، خصوصاً جب صیغہ "افعل" سے تفریق اور شرکت کی نفی ہو۔ لہٰذا عمومی مفہوم باطل ہوا اور یہ مخصوص ہونے کی قطعی دلیل بنی، اور یہ صرف اسی شخص پر محدود ہوئی جس کے بارے میں یہ نازل ہوئی رضی اللہ عنہ،۔

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

جس نے قرآنِ پاک پڑھا، رب تعالیٰ کی حمد کی اور نبی ﷺ پر درود شریف پڑھا نیز اپنے رب سے مغفرت طلب کی تو اس نے بھلائی اسکی جگہ سے تلاش کرلی۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۳۷۳ حدیث ۲۰۸۴)

فوائد تتعلق باسباب النزول

سوال نمبر41: اسباب نزول کے ذرائع بیان کریں؟

جواب: مصادر أسباب النزول:

لَا يَحِلُّ الْقَوْلُ فِي أَسْبَابِ النُّزُولِ إِلَّا بِالرِّوَايَةِ وَالسِّمَاعِ مِمَّنْ شَاهَدُوا التَّنْزِيلَ وَوَقَفُوا عَلَى الْأَسْبَابِ وَبَحَثُوا عَنْ عِلْمِهَا۔

ترجمہ: اسباب نزول کے ذرائع: اسباب نزول کے بارے میں بات کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کی روایت اور سماع ان لوگوں سے نہ ہو جنھوں نے نزول کا مشاہدہ کیا ہو اور ان اسباب کا علم رکھتے ہوں اور انہوں نے اس علم کی خوب تفتیش کی ہو۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ رحمه الله سَأَلْتُ عُبَيْدَةَ رحمه الله عَنْ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَقُلْ سَدَادًا ذَهَبَ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ فِيمَ أُنْزِلَ اللهُ الْقُرْآنَ وَالصَّحَابَةُ رضي الله عنهم هُمُ الْمَرْجِعُ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ لِهَذَا النَّقْلِ وَهُمْ رضي الله عنهم يَعْرِفُونَ ذَلِكَ بِقَرَائِنَ تَحْتَفُّ بِالْقَضَايَا۔

قُلْتُ وَيُدْرِكُونَ أَيْضًا بِمُلَازَمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعْرِفَةِ أَحْوَالِهِ وَتَتَبُّعِ مَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْآيَاتِ الْكَرِيمَاتِ وَشُهُودِهِمْ ذَلِكَ بِأَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ: محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے عبیدہ رحمہ اللہ سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ وہ لوگ چلے گئے جو جانتے تھے کہ قرآن اللہ ﷻ نے کس بارے میں نازل کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی پہلے اور آخری مرجع ہیں اس نقل کے، اور وہ ان باتوں کو مختلف حالات اور واقعات سے جانتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ یہ باتیں نبی ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے اور ان کے حالات جاننے، جو آیات ان پر نازل ہوتی تھیں ان کا مطالعہ کرنے اور خود ان واقعات کا مشاہدہ کرنے کی بنا پر بھی جانتے تھے۔

سوال نمبر42: صحابی رضی اللہ عنہ کے اس قول "هَذِهِ الآيَاتُ نَزَلَتْ فِي كَذَا" سے کیا مراد ہے؟

ما معنى قَوْلُ الصَّحَابِيِّ رضی اللہ عنہ: هَذِهِ الآيَاتُ نَزَلَتْ فِي كَذَا؟ هَلْ يَجْرِي مَجْرَى الْمُسْنَدِ؟ وَهَلْ يُفِيدُ سَبَبَ نُزُولِهَا؟

ترجمہ: صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ "یہ آیات فلاں بارے میں نازل ہوئیں" اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ مسند روایت کی طرح ہے؟ اور کیا یہ ان آیات کے نزول کا سبب بیان کرتا ہے؟

جواب: اختلف العُلَماءُ رحمہم اللہ فی قَوْلِ الصَّحَابِيِّ رضی اللہ عنہ: "نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَاتُ فى كَذَا" هَلْ يَجْرِي مَجْرَى الْمُسْنَدِ كَمَا لَوْ ذَكَرَ السَّبَبَ الذی أُنْزِلَتْ لأَجْلِهِ أَوْ يَجْرِي مَجْرَى التَّفْسِيرِ الذی لَيْسَ بِمُسْنَدٍ۔

فَالْبُخَارِيُّ رحمہ اللہ يُدْخِلُهُ فى الْمُسْنَدِ وَغَيْرُهُ لَا يُدْخِلُهُ فِيهِ وَأَكْثَرُ الْمَسَانِيدِ عَلَى هَذَا الِاصْطِلَاحِ كَمُسْنَدِ أَحْمَدَ وَغَيْرِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا ذَكَرَ سَبَبًا نَزَلَتْ عَقِبَهُ، فَإِنَّهُمْ كُلُّهُمْ يُدْخِلُونَ مِثْلَ هَذَا فى الْمُسْنَدِ۔

ترجمہ: علماء رحمہم اللہ نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ صحابی کا یہ کہنا "یہ آیات فلاں بارے میں نازل ہوئیں" کیا یہ قول مسند روایت کی طرح ہے جیسا کہ وہ سبب ذکر کیا جائے جس کے سبب آیت نازل ہوئی یا یہ اس تفسیر کی طرح ہے جو مسند نہیں ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ اسے مسند میں شامل کرتے ہیں جبکہ دوسرے اسے مسند میں شامل نہیں کرتے۔ اکثر مسانید (روایات کی کتابیں) جیسے مسند احمد وغیرہ اسی اصطلاح پر قائم ہیں،

اس کے برعکس جب وہ کوئی سبب بیان کرتے ہیں جس کے بعد آیات نازل ہوئیں، تو وہ سب اسے مسند میں شامل کرتے ہیں۔

اس قول کے بارے میں دوسرا کلام:

وعنِ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ وهى هَلْ يُفِيدُ سَبَبًا لِنُزُولِ الآيَةِ؟

قالَ الزَّرْكَشِيُّ رحمہ اللہ فی "البُرْهَانِ" قدْ عُرِفَ من عادَةِ الصَّحابَةِ والتَّابِعِينَ رضی اللہ عنہم أنَّ أحَدَهُمْ إذا قالَ: "نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فی كَذَا" فإنَّهُ يُرِيدُ بذلكَ أنَّها تَضَمَّنَ هذا الحُكْمَ لا أنَّ هذا كانَ السَّبَبَ فی نُزُولِهَا، فَهُوَ من جِنْسِ الاستدلالِ على الحُكْمِ بالآيَةِ لا من جِنْسِ النَّقْلِ لِمَا وَقَعَ.

ترجمہ: وہ یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام کا یہ قول آیت کے نزول کا سبب بیان کرتا ہے؟

امام زرکشی رحمہ اللہ نے "البرھان" میں کہا کہ صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ کی عادت یہ تھی کہ جب ان میں سے کوئی کہتا: "یہ آیت فلاں معاملے میں نازل ہوئی" تو ان کا مطلب یہ ہوتا کہ آیت اس حکم کو شامل ہے، یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ یہ اس کے نزول کا سبب ہے۔ لہذا یہ آیت سے حکم پر استدلال کرنے کے زمرے میں آتا ہے، واقعات کے نقل کرنے کے زمرے میں نہیں آتا ہے۔

سوال نمبر43: کیا ایک آیت کے متعدد سبب ہو سکتے ہیں؟

جواب: آية واحدة و اسباب متعددة:

يَذْكُرُ المُفَسِّرُونَ لِنُزُولِ الآيَاتِ أَسْبَابًا مُتَعَدِّدَةً، فَإِذَا حَصَلَ مِثْلُ هَذَا فِي آيَةٍ وَاحِدَةٍ وَصُورَتُهُ أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمْ "هَذِهِ الآيَاتُ نَزَلَتْ فِي كَذَا" وَيَقُولَ الآخَرُ "نَزَلَتْ فِي كَذَا" وَيَذْكُرَ شَيْئًا غَيْرَمَا ذَكَرَهُ الأَوَّلُ مِنْ غَيْرِ تَصْرِيحٍ بِسَبَبِ النُّزُولِ۔ فَهَذَا غَالِبًا مَا يُرَادُ بِهِ التَّفْسِيرُ لَا ذِكْرَ سَبَبِ النُّزُولِ. وَلَا مُنَافَاةَ بَيْنَ قَوْلِهِمَا إِذَا كَانَ اللَّفْظُ يَتَنَاوَلُهُمَا،

وَإِنْ عَبَّرَ وَاحِدٌ بِقَوْلِهِ "نَزَلَتْ فِي كَذَا" وَصَرَّحَ الآخَرُ بِذِكْرِ سَبَبٍ خِلَافِهِ فَهُوَ المُعْتَمَدُ، وَذَاكَ اسْتِنْبَاطٌ۔

مِثَالُهُ مَا أَخْرَجَهُ "البُخَارِي رحمہ اللہ" عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: نَزَلَتْ {نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ} (البَقَرَة: ٢٢٣) فِي إِتْيَانِ النِّسَاءِ فِي أَدْبَارِهِنَّ۔

ترجمہ: مفسرین آیات کے نزول کے اعتبار سے ایک آیت کے مختلف اسباب ذکر کر دیتے ہیں۔ اگر کسی ایک آیت کے بارے میں مختلف اسباب کا تذکرہ ہو اور اس کی صورت یہ ہو کہ ایک مفسر کہے کہ

"یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی"اور دوسرا مفسر کہے کہ "یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی"اور وہ کچھ اور ذکر کرے جو پہلے مفسر نے نہیں کہا ہو، بغیر کسی واضح تصریح کے کہ یہ نزول کا سبب ہے۔ تو اس صورت میں اکثر ان کا مقصد تفسیر ہوتا ہے نہ کہ نزول کا سبب ذکر کرنا۔ اور آیت کے الفاظ دونوں قولوں کو شامل ہو توان کے درمیان کوئی تنافی نہیں ہوگی۔

دوسری صورت: اور اگر ایک نے کہا کہ "یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی"اور دوسرے نے کسی مختلف سبب کا ذکر کیا تو وہی پہلا قول معتبر ہوگا،اور دوسرا قول محض استنباط ہوگا۔

اس کی مثال بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی حدیث ہے کہ "نِسَاؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ" (البقرة: ۲۲۳) کی آیت عورتوں سے پیچھے کے مقام سے مباشرت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ نوٹ: (امام مسلمؒ کی تحقیق کے مطابق یہ طریقہ یہود کا تھا)

وأخرَجَ مُسلِمٌ عن جَابِرٍؓ قالَ: كانَتِ اليَهودُ تَقولُ: مَن أَتَى امرَأَةً من دُبُرِها في قُبُلِها جاءَ الوَلَدُ أَحوَلَ، أَحوَلُوا، فَأَنزَلَ اللهُ تعالى: نِسَاؤُكُم حَرۡثٌ لَّكُم (البقرة: ۲۲۳)،

فَالمُعتَمَدُ حديثُ جابِرٍؓ لأَنَّه نَقلٌ، وقَولُ ابنِ عمرَؓ استِنباطٌ مِنه،

وإن ذَكَرَ واحدٌ سببًا وآخَرُ غَيرَه، فَإِن كانَ إسنادُ أَحدِهِما صَحيحًا دونَ الآخَرِ، فَالصَّحيحُ المُعتَمَدُ۔

مِثالُهُ: أَنَّه ثَبَتَ في الصَّحيحَينِ أَنَّ النَّبيَّ ﷺ اشتَكَى فَلَم يَقُم لَيلَةً أو لَيلَتَينِ، فَأَتَتهُ امرَأَةٌ فقالَت: يا مُحَمَّدُ ما أَرى شَيطانَكَ إلّا قد تَرَكَك، فَأَنزَلَ اللهُ: {وَالضُّحٰى ۝١ وَاللَّيۡلِ إِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى} [الضحى:۱-۳].

ترجمہ: اور مسلمؒ نے حضرتِ جابرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "یہود کہا کرتے تھے: جو شخص اپنی عورت کے ساتھ پیچھے سے اس کے آگے کے مقام میں جماع کرے، تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ احول (بھینگا) ہوگا۔ تو اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں۔

لہٰذا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث معتبر ہے کیونکہ یہ نقل ہے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس سے استنباط ہے۔

اور اگر ایک نے ایک سبب ذکر کیا اور دوسرے نے دوسرا، تو اگر ایک کی اسناد صحیح ہے اور دوسرے کی نہیں، تو صحیح اور معتبر وہی ہوگی جس کی اسناد صحیح ہے۔

اس کی مثال یہ ہے: کہ یہ صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ بیمار ہوئے اور ایک یا دو راتیں قیام نہ کر سکے۔ تو ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے محمد! میرا خیال ہے کہ آپ کا شیطان آپ کو چھوڑ گیا ہے، تو اللہ ﷻ نے یہ آیات نازل فرمائیں: {قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور رات کی جب وہ سکونت کرے، نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے ناراض ہوا} (الضحی: ۱-۳)۔

وَرَوَى الطَّبَرَانِي رحمہ اللہ أَنَّ جَرْوًا دَخَلَ بَيْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ تَحْتَ السَّرِيرِ وَمَكَثَ أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَتَّى تَنَبَّهُوا لَهُ وَأَخْرَجُوهُ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ علیہ السلام بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَالضُّحَى.

ترجمہ: اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ایک کتا نبی الرحمۃ کے گھر میں داخل ہوا اور چارپائی کے نیچے مر گیا۔ اس کے بعد چار دن تک آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی یہاں تک کہ انہیں اس کتے کا علم ہوا اور اسے باہر نکالا گیا، تب حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ ﷻ کا فرمان "وَالضُّحَى" لیکر نازل ہوئے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رحمہ اللہ فِي الْفَتْحِ: قِصَّةُ إِبْطَاءِ جِبْرِيلَ علیہ السلام بِسَبَبِ الْجَرْوِ شَهِيرَةٌ، لَكِنْ كَوْنُهَا سَبَبَ نُزُولِ الْآيَاتِ غَرِيبٌ، وَفِي إِسْنَادِهِ مَنْ لَا يُعْرَفُ،

فَالْمُعْتَمَدُ مَا فِي الصَّحِيحِ، وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ نُزُولُ الْآيَاتِ عَقِبَ السَّبَبَيْنِ أَوِ الْأَسْبَابِ، فَتَحْمِلُ عَلَى ذَلِكَ، إِذْ لَا مَانِعَ مِنْ تَعَدُّدِ الْأَسْبَابِ، وَيُمْكِنُ أَنْ يَتَعَدَّدَ نُزُولُ الْآيَةِ وَيَتَكَرَّرَ، وَيَكُونُ لِكُلِّ نُزُولٍ سَبَبٌ۔

مِثَالُهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَفَ عَلَى حَمْزَةَ رضی اللہ عنہ حِينَ اسْتُشْهِدَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَقَالَ: لَأُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِينَ مَكَانَكَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ علیہ السلام وَالنَّبِيُّ ﷺ وَاقِفٌ بِخَوَاتِيمِ سُورَةِ النَّحْلِ، وَفِيهَا: {وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ} [النَّحْلِ ۱۲۶]. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالْبَزَّارُ رحمہما اللہ۔

وَجاءَ أَنَّها نَزَلَتْ يَوْمَ الفَتْحِ لَمَّا قالَ الأَنْصارُ يَوْمَ أُحُدٍ: لَئِنْ أَصَبْنا مِنْهُم يَوْمًا مِثْلَ هذا لَنُرْبِيَنَّ عَلَيْهِمْ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَالحاكِمُ رحمہ اللہ فَيُجْمَعُ بَيْنَهُما بِأَنَّها نَزَلَتْ أَوَّلًا بِمَكَّةَ قَبْلَ الهِجْرَةِ مَعَ السُّورَةِ لِأَنَّها مَكِّيَّةٌ ثُمَّ ثانِيًا بِأُحُدٍ ثُمَّ ثالِثًا يَوْمَ الفَتْحِ۔

ترجمہ: ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں کہا: "کتے کی وجہ سے جبرائیل علیہ السلام کے تاخیر کی کہانی مشہور ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اس کی وجہ سے آیات نازل ہوئیں عجیب ہے۔ اس کی اسناد میں ایسے لوگ ہیں جن کی پہچان نہیں ہے،

لہٰذا صحیح روایت پر اعتماد کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ آیات کا نزول دو یا کئی اسباب کے بعد ہوا ہو اگر ایسا ہو تو پھر انہی اسباب پر اس آیت کو محمول کرینگے۔ اس لئے کہ تعدد اسباب سے کوئی چیز مانع نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا نزول ہی متعدد بار ہوا ہو اور ہر بار کے لئے علیحدہ سبب ہو۔

مثال کے طور پر، نبی ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا تھا جب ان کی لاش کی بے حرمتی کی گئی تھی: میں ان کے بدلے ستر لوگوں کی بے حرمتی کروں گا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی ﷺ کھڑے تھے تو سورہ نحل کی آخری آیات نازل ہوئیں، جس میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تم پر ظلم ہوا ہے (النحل: ۱۲۶)۔

اس روایت کو بیہقی اور بزار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی جب انصار نے احد کے دن کہا تھا: اگر ہم ان پر کسی دن غالب آ گئے تو ہم ان سے دگنا بدلہ لیں گے۔ اسے ترمذی اور حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ یہ آیت پہلے مکہ میں سورہ کے ساتھ نازل ہوئی کیونکہ یہ سورہ مکی ہے، پھر دوبارہ احد کے دن نازل ہوئی، اور تیسری بار فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔"

سوال نمبر44: کیا متعدد آیات کا ایک سبب ہو سکتا ہے؟

جواب: آیات متفرقه والسبب واحد:

وهٰذا وَاقِعٌ، فَقَدْ يَنْزِلُ فى الواقِعَةِ الوَاحِدَةِ آيَاتٌ عَدِيدَةٌ فى سُوَرٍ شَتَّى. مِثَالُهُ: مَا أَخْرَجَهُ التِّرمِذِيُّ وَالحَاكِمُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لَا أَسْمَعُ اللهَ ذَكَرَ النِّسَاءَ فِى الهِجْرَةِ بِشَىْءٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ ﷻ {فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ} [آلِ عِمْرَان ١٩٥] إِلَى آخِرِ الآيَاتِ فِى سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ۔

وَأَخْرَجَ الحَاكِمُ أَيْضًا عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ تَذْكُرُ الرِّجَالَ وَلَا تَذْكُرُ النِّسَاءَ فَأُنْزِلَتْ {إِنَّ المُسْلِمِينَ وَالمُسْلِمَاتِ} [الأَحْزَاب ٣٥] وَأُنْزِلَتْ {أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى} [آلِ عِمْرَان ١٩٥]۔

ترجمہ: اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ میں مختلف سورتوں میں متعدد آیات نازل ہو جائیں۔

مثال کے طور پر، ترمذی اور حاکم نے اُم سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اللہ پاک کو عورتوں کی ہجرت کے بارے میں ذکر کرتے نہیں سنا۔" تو اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی: {فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ} [آل عمران: ١٩٥] سے لے کر آخر آیات تک۔

اور حاکم نے بھی اُم سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ آپ مردوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن عورتوں کا ذکر نہیں کرتے۔" تو یہ آیت نازل ہوئی: {إِنَّ المُسْلِمِينَ وَالمُسْلِمَاتِ} [الأحزاب: ٣٥] اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: {أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى} [آل عمران: ١٩٥]

سوال نمبر 45: کیا کسی صحابی کی زبان (موافقت) پر بھی قرآن سے کچھ نازل ہوا ہے؟

جواب: ما أنزل من القرآن على لسان بعض الصحابة

الأَصْلُ فِى هَذَا البَابِ مُوَافَقَاتُ عُمَرَ، فَقَدْ كَانَ يَتَحَدَّثُ فِى أَمْرٍ مِنَ الأُمُورِ، وَإِذَا بِالْقُرْآنِ يَنْزِلُ مُوَافِقًا لِقَوْلِهِ، وَهِىَ مِنْ مَنَاقِبِهِ المَشْهُورَةِ. فَقَدْ جَاءَ فِى الحَدِيثِ أَنَّ اللهَ جَعَلَ الحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ، رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ۔

أخرجَ البخاری وغیرُه رحمه الله عن أنسٍ رضي الله عنه قالَ: قالَ عُمرُ رضي الله عنه: "وافقتُ ربّي فی ثلاثٍ: قلتُ: یا رسولَ اللهِ ﷺ، لوِ اتّخَذْنَا مِن مَّقَامِ إبراهیمَ مُصَلّی، فنزلتْ: { واتَّخِذُوا من مقامِ إبراهیمَ مُصلّیً } [البقرة:١٢٥]

وقلتُ: یا رسولَ اللهِ ﷺ، إنّ نساءَكَ یَدخُلُ عَلَیهِنَّ البَرُّ والفاجِرُ، فلو أمرتَهنّ أن یحتجبْنَ، فنزلتْ آیةُ الحجابِ. واجتمعَ علی رسولِ اللهِ ﷺ نساؤُه فی الغیرةِ، فقلتُ لهنّ: {عسی ربُّهُ إنْ طلّقَكُنّ أنْ یُبْدِلَهُ أزواجًا خیرًا منْكُنّ} فنزلتْ كذلك۔

وقدْ جمعَ الإمامُ السیوطیُّ رحمه الله رسالةً خاصّةً فی موافقاتِ عُمَرَ رضي الله عنه سمّاها: "قَطْفُ الثَّمَرِ فی موافقاتِ عُمَرَ رضي الله عنه"۔

ترجمہ: اس باب میں اصل "موافقات حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ" ہیں۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملے میں بات کرتے تھے اور قرآن ان کی بات کی موافقت میں نازل ہوتا تھا، اور یہ ان کی مشہور مناقب میں سے ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ نے حق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر جاری کیا، اسے ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں نے تین باتوں میں اپنے رب کی موافقت کی: میں نے کہا: یارسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلی بنائیں، تو یہ آیت نازل ہوئی: { واتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إبرَاهِیمَ مُصَلًّی } [البقرۃ:١٢٥]۔

اور میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ کی بیویوں کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، اگر آپ انھیں پردے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا، تو آیت حجاب نازل ہوئی۔

اور نبی ﷺ کی بیویوں نے غیرت میں جمع ہو کر آپ سے مطالبہ کیا، تو میں نے ان سے کہا: {عسی ربه إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ یُبْدِلَهُ أزواجا خیرًا مِنْكُن} تو یہ آیت بھی اسی طرح نازل ہوئی۔"

امام سیوطی رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات پر ایک خاص رسالہ جمع کیا ہے جسے انہوں نے "قطف الثمر فی موافقات عمر رضی اللہ عنہ" کا نام دیا ہے۔

سوال نمبر46: کیا قرآن پاک کی ہر آیت ایک بار ہی نازل ہوئی ہے یا کچھ آیات مکرر (ایک سے زیادہ بار) نازل ہوئیں ہیں؟

جواب: ماتکرر نزوله: تَذْكُرُ جَمَاعَةٌ مِنَ العُلَمَاءِ المُتَقَدِّمِينَ وَالمُتَأَخِّرِينَ ﷺ أَنَّ مِنَ القُرْآنِ مَا تَكَرَّرَ نُزُولُهُ، وَلِذَلِكَ حِكَمٌ مِنْهَا التَّذْكِيرُ وَالمَوْعِظَةُ، وَمِنْهَا وُجُودُ المُقْتَضَى، وَمِنْهَا إِظْهَارُ فَضْلٍ زَائِدٍ لِلْمُتَنَزِّلِ، وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ أَنَّ مِنْ ذَلِكَ آيَةَ الرُّوحِ وَالفَاتِحَةَ وَسُورَةَ الإِخْلَاصِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ تَكْرَارُ النُّزُولِ لِفَائِدَةِ اخْتِلَافِ حَرْفِ القِرَاءَةِ،

فَتَنْزِلَ الآيَةُ مَرَّةً عَلَى حَرْفٍ، وَمَرَّةً أُخْرَى عَلَى حَرْفٍ غَيْرِهِ، وَلَا يَبْعُدُ أَنْ تَكُونَ الفَاتِحَةُ نَزَلَتْ مَرَّةً بِحَرْفِ "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" وَمَرَّةً بِحَرْفِ "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ".

ترجمہ: بعض متقدمین اور متأخرین علماء ﷺ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن میں سے کچھ آیات ایسی ہیں جو متعدد بار نازل ہوئیں۔ اس کے پیچھے کئی حکمتیں ہیں، جن میں یاد دہانی اور نصیحت، حالات کے تقاضے اور نازل ہونے والی چیز کی مزید فضیلت کا اظہار شامل ہے۔

بعض علماء ﷺ نے ذکر کیا ہے کہ اس میں روح کی آیت، سورہ فاتحہ، اور سورہ اخلاص شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا تکرار اس لیے ہوتا کہ قراءت کے مختلف حروف کے فوائد حاصل کیے جا سکیں۔

اس طرح آیت ایک بار ایک حرف پر اور دوسری بار دوسرے حرف پر نازل ہوتیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورہ فاتحہ ایک بار "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" اور دوسری بار "مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ" کے حرف پر نازل ہوئی ہو۔

"يَا فَتَّاحُ"

سات بار جو روزانہ (دن میں کسی بھی وقت ایک مرتبہ) پڑھا کرے گا ان شاء اللہ ﷻ اس کا دل روشن ہو گا

فی معرفۃ حفاظہ ورواتہ

سوال نمبر47: قرآن پاک کے حفاظ اور رواۃ کون کون سے صحابہ کرام ہیں؟

جواب: روی البُخاریُّ رحمہ اللہ عن عبدِ اللہِ بنِ عمرو بنِ العاصِ رضی اللہ عنہ قالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یقولُ: "خُذُوا القُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عبدِ اللہِ بنِ مسعودٍ، وسالِمٍ، ومعاذٍ، وأُبَیّ بنِ کعبٍ رضی اللہ عنہم". أی تَعَلَّمُوا منهم، والأربعةُ المذکورون اثنانِ من المهاجرینَ وهما المبدؤُ بهما، واثنانِ من الأنصارِ، والسالمُ هو ابنُ معقلٍ مولی أبی حُذیفةَ، ومعاذٌ هو ابنُ جبلٍ رضی اللہ عنہ، ولیسَ معنی هذا أنَّ هؤلاءِ فقط هم الحُفَّاظُ رضی اللہ عنہم، بل هناك غیرُهم مِثلهم. وفی الصحیحِ فی غزوةِ بئرِ معونةَ أنَّ الذین قُتِلُوا بها من الصحابةِ رضی اللہ عنہم کانَ یُقالُ لهم القُرَّاءُ، وکانوا سبعینَ رجلًا.

ترجمہ: قرآن کے حفاظ اور رواۃ کی پہچان کے بارے میں!

امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "قرآن کو چار لوگوں سے لو: عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ، اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم۔" یعنی ان سے قرآن سیکھو۔ یہ چاروں افراد دو مہاجرین اور دو انصار میں سے ہیں۔ سالم ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام ابن معقل ہیں، اور معاذ ابن جبل ہیں رضی اللہ عنہ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف یہی حفاظ تھے، بلکہ ان کے علاوہ بھی حفاظ موجود تھے۔ صحیح میں غزوہ بئر معونہ کے بارے میں ہے کہ وہاں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قاری کہا جاتا تھا اور ان کی تعداد ستر تھی۔

وروی البخاری رحمہ اللہ أیضًا عن قتادةَ رحمہ اللہ قال: سألتُ أنسَ بنَ مالكٍ رضی اللہ عنہ: من جمعَ القرآنَ علی عهدِ رسولِ اللہ ﷺ؟ فقال: أربعةٌ، کلهم من الأنصار: أُبَیُّ بنُ کعبٍ، ومعاذُ بنُ جبلٍ، وزیدُ بنُ ثابتٍ، وأبو زیدٍ رضی اللہ عنہم. قلتُ: من أبو زیدٍ رضی اللہ عنہ؟ قال: أحدُ عمومتی۔ وَرُوِیَ أَیْضًا مِن طَرِیقِ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَاتَ النَّبِیُّ ﷺ وَلَمْ یَجْمَعِ القُرْآنَ غَیْرُ أَرْبَعَةٍ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَیْدٍ رضی اللہ عنہم۔ وَفِیهِ مُخَالَفَةٌ

لِحَدِيثِ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ مِنْ وَجْهَيْنِ أَحَدُهُمَا التَّصْرِيحُ بِصِيغَةِ الْحَصْرِ فِي الْأَرْبَعَةِ وَالْآخَرُ ذِكْرُ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ بَدَلَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ وَقَدِ اسْتَنْكَرَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ رحمہم اللہ الْحَصْرَ فِي الْأَرْبَعَةِ۔

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی روایت کی ہے کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کس نے قرآن جمع کیا؟

انہوں نے کہا: چار انصاری صحابہ: ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا ابو زید رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔ ایک اور روایت حضرت ثابت رحمہ اللہ سے ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ کی وفات کے وقت چار صحابہ نے قرآن جمع کیا: ابو درداء، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔ اس میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث کی مخالفت دو پہلوؤں سے ہے،

(1) چار کی تعداد میں حصر کی تصریح (جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان چار کے علاوہ کوئی اور حافظ قرآن نہیں تھے)

(2) ابی بن کعب کی جگہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ذکر۔ متعدد ائمہ رحمہم اللہ نے اس حصر کو مسترد کیا ہے۔

وقالَ المازريُّ رحمہ اللہ لا يلزمُ من قولِ أنسٍ رضی اللہ عنہ لم يجمعْه وغيرُهم أن يكونَ الواقعُ في نفسِ الأمرِ كذلكَ لأنَّ التقديرَ أنهُ لا يعلمُ أنَّ سواهمْ جمعهُ وإلا فكيفَ الإحاطةُ بذلكَ مع كثرةِ الصحابةِ رضی اللہ عنہم وتفرقِهم في البلادِ وهذا لا يتمُّ إلا إن كان لقيَ كلَّ واحدٍ منهمْ على انفرادِهِ وأخبرهُ عن نفسِهِ أنه لم يكملْ لهُ جمعٌ في عهدِ النبيِّ ﷺ وهذا في غايةِ البعدِ في العادةِ وإذا كان المرجعُ إلى ما في علمِهِ لم يلزمْ أن يكونَ الواقعُ في نفسِ الأمرِ كذلكَ قال وقد تمسكَ بقولِ أنسٍ رضی اللہ عنہ هذا جماعةٌ من الملاحدةِ ولا متمسكَ لهم فيهِ فإنا لا نسلِّمُ حملهُ على ظاهرِهِ فإن سلَّمناهُ لا يلزمُ من كونِ كلٍّ من الجمِّ الغفيرِ لم يحفظهُ كلَّهُ ألا يكونَ حفظَ مجموعهِ الجمُّ الغفيرُ وليس من شرطِ التواترِ أن يحفظَ كلُّ فردٍ جميعَهُ بل إذا حفظَ الكلَّ الكلُّ ولو على التوزيع كفى۔

ترجمہ: امام مازری ؒ نے کہا کہ حضرت انس ؓ کے قول "لم یجمع غیرھم "کا مطلب یہ نہیں کہ حقیقت میں بھی ایسا ہی تھا، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس ؓ کو علم نہیں تھا کہ کسی اور نے جمع کیا ہو، ورنہ صحابہ کرام ؓ کی کثرت اور ان کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہونے کی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ سب سے انفرادی طور پر حضرت انس ؓ نے ملاقات کی ہو اور ہر ایک نے بتایا ہو کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مکمل قرآن جمع نہیں کیا۔ یہ ایک عام حالت میں بہت مشکل ہے۔ اور اگر یہ علم حضرت انس ؓ تک محدود ہے تو ضروری نہیں کہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہو۔ امام مازری ؒ نے مزید کہا کہ اس قول پر بعض ملحدین نے بھی اعتماد کیا، حالانکہ ان کے لئے اس قول میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ہم اس قول کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کرتے۔ اور اگر اسے ظاہر پر محمول کریں، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بڑی تعداد میں لوگوں نے مکمل قرآن حفظ نہیں کیا، بلکہ اگر مجموعی طور پر بہت سے لوگوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا ہو، چاہے وہ الگ الگ حصے یاد کیے ہوں، تو یہ کافی ہے۔ (یعنی مجموعہ صحابہ میں مل کر سب نے تھوڑا تھوڑا یاد کیا ہو تو اس سے بھی جم غفیر کا حفظ ثابت ہے) یہ تواتر کے لئے کافی ہے کیونکہ تواتر کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ ہر ہر فرد نے ہی مکمل یاد کیا ہو بلکہ تمام نے مل کر مکمل حفظ بعض نے کچھ بعض نے کچھ تو یہ بھی کافی ہے۔

وَقَالَ الْقُرْطِبِی ؒ قَدْ قُتِلَ یَوْمَ الْیَمَامَةِ سَبعُونَ مِنَ الْقُرَّاءِ وَقُتِلَ فِی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ مِثْلُ هٰذَا الْعَدَدِ قَالَ وَإِنَّمَا خَصَّ أَنَسُ ؓ الْأَرْبَعَةَ بِالذِّكْرِ لِشِدَّةِ تَعَلُّقِهِ بِهِمْ دُوْنَ غَیْرِهِمْ أَوْ لِكَوْنِهِمْ كَانُوْا فِی ذِهْنِهِ دُوْنَ غَیْرِهِمْ۔

ترجمہ: امام قرطبیؒ نے کہا: جنگ یمامہ کے دن ستر (70) قاری قتل ہوئے اور نبی ﷺ کے زمانے میں بئرِ معونہ میں بھی اسی تعداد میں قتل ہوئے۔ انہوں نے کہا: حضرت انس ؓ نے صرف چار افراد کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ ان کا ان چار سے خاص تعلق تھا یا اس لیے کہ اس وقت انکے ذھن میں یہ ہی چار تھے۔

وَقَالَ الْقَاضِی أَبُوبَكْرٍ الْبَاقِلَّانِیُّ ؒ: الْجَوَابُ عَنْ حَدِیثِ أَنَسٍ ؓ مِنْ أَوْجُهٍ:

أَحَدُهَا: أَنَّهُ لَا مَفْهُومَ لَهُ فَلَا يَلْزَمُ أَنْ لَا يَكُونَ غَيْرُهُمْ جَمَعَهُ،

الثَّانِي: الْمُرَادُ لَمْ يَجْمَعْ عَلَى جَمِيعِ الْوُجُوهِ وَالْقِرَاءَاتِ الَّتِي نَزَلَ بِهَا إِلَّا أُولَئِكَ،

الثَّالِثُ: لَمْ يَجْمَعْ مَا نُسِخَ مِنْهُ بَعْدَ تِلَاوَتِهِ وَمَا لَمْ يُنْسَخْ إِلَّا أُولَئِكَ،

الرَّابِعُ: أَنَّ الْمُرَادَ بِجَمْعِهِ تَلَقِّيهِ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا بِوَاسِطَةٍ، بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ تَلَقَّى بَعْضَهُ بِالْوَاسِطَةِ.

الخامسُ: أَنَّهُم تَصَدَّوا لإلقائِهِ وتَعليمِهِ فَاشْتَهَروا بِهِ وخَفِي حالُ غيرِهِم عَمَّن عَرَف حالَهُم فَحُصِرَ ذلكَ فيهم بِحَسَبِ عِلمِهِ وليسَ الأمرُ في نَفسِ الأمرِ كذلك.

السادسُ: المرادُ بِالجمعِ الكِتابةُ فَلا يَنفِي أنْ يَكونَ غيرُهُم جَمَعَهُ حِفظًا عن ظهرِ قلبِهِ، وأمَّا هؤلاءِ فَجَمَعوهُ كِتابَةً وحِفظوهُ عَن ظهرِ قلبٍ.

السابع: المرادُ أنَّ أحدًا لَمْ يُفصِحْ بأنَّهُ جَمَعَهُ بِمَعْنَى أَكْمَلَ حِفْظَهُ في عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَّا أُولَئِكَ، بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ، فَلَمْ يُفْصِحْ بِذَلِكَ لِأَنَّ أَحَدًا مِنْهُمْ لَمْ يَكْمُلْهُ إِلَّا عِنْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ حِينَ نَزَلَتْ آخِرُ آيَةٍ. فَلَعَلَّ هَذِهِ الْآيَةَ الْأَخِيرَةَ وَمَا أَشْبَهَهَا مَا حَضَرَهَا إِلَّا أُولَئِكَ الْأَرْبَعَةُ مِمَّنْ جَمَعَ جَمِيعَ الْقُرْآنِ قَبْلَهَا وَإِنْ كَانَ قَدْ حَضَرَهَا مَنْ لَمْ يَجْمَعْ غَيْرَهَا الْجَمْعَ الْكَثِيرَ.

الثامنُ: أنَّ المرادَ بجمعِهِ السَّمعُ والطاعةُ له والعملُ بموجبِهِ وقد أخرجَ أحمدُ ﷫ في الزُّهدِ من طريقِ أبي الزاهريةِ ﷫ أنَّ رجلًا أتى أبا الدرداءِ ﷛ فقال إنَّا إبني جمعَ القرآنَ، فقال: اللهمَّ غفرا، إنما جمعَ القرآنَ من سمعَ له وأطاعَ۔

ترجمہ: قاضی ابو بکر باقلانی﷫ نے کہا: حضرت انس﷛ کی حدیث کا جواب کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے:

ا۔ اس حدیث کا کوئی خاص مفہوم نہیں ہے (یعنی اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے)، اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ صرف انہی لوگوں نے قرآن جمع کیا ہو۔

۲. مراد یہ ہے کہ ان چاروں کے سوا کسی نے تمام وجوہ اور تمام وہ قراءات جس پر قرآن کا نزول ہوا اسکے ساتھ قرآن جمع نہیں کیا۔

۳. مراد یہ ہے کہ ان چاروں کے سوا کسی نے وہ حصہ جمع نہیں کیا جو بعد میں منسوخ ہو گیا اور جو غیر منسوخ رہا۔

۴. مراد یہ ہے کہ ان چاروں نے براہ راست مکمل قرآن نبی ﷺ سے سیکھا، بغیر کسی واسطے کے، جبکہ دوسروں نے بعض حصے واسطے سے سیکھے ہوں گے۔

۵. ان چاروں نے قرآن کی تعلیم دینے اور اس کو پھیلانے میں خاص کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے وہ مشہور ہو گئے اور انکے علاوہ جنہوں نے قرآن کو جمع کیا ان کا حال ان لوگوں پر مخفی رہا جنہیں ان چار کا حال معلوم تھا۔ (لہذا ان چار کے علاوہ باقی غیر معروف رہے). مراد یہ ہے کہ ان چاروں نے قرآن کو لکھا، جبکہ دوسرے لوگوں نے اسے زبانی حفظ کیا۔ (یعنی ان چاروں نے حفظ بھی کیا اور اس کی کتابت بھی کی اور باقی نے حفظ پر ہی اکتفاء کیا)

۶. مراد یہ ہے کہ صرف انہی چاروں نے اعلان کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کے زمانے میں مکمل قرآن حفظ کیا، جبکہ دوسرے لوگوں نے اس کا اعلان نہیں کیا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی اسے (قرآن) مکمل نہیں کیا سوائے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جب آخری آیت نازل ہوئی۔ لہذا شاید یہ آخری آیت اور اس جیسی دوسری آیات صرف ان چار افراد نے ہی سنیں جو ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے پورا قرآن جمع کر چکے تھے، اگرچہ وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے صرف یہ آخری آیات سنیں اور پورا قرآن جمع نہیں کیا تھا۔

۷. مراد یہ ہے کہ قرآن کو جمع کرنے کا مطلب اس کے مطابق عمل کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے زہد میں ابو زاہریہ رحمہ اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بیٹے نے قرآن جمع کیا ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ ! معاف فرمادے، قرآن کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو سنے اور اس کی اطاعت کرے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ ﷫ وَفِي غَالِبِ هَذِهِ الإِحْتِمَالاَتِ تَكَلُّفٌ وَلاَ سِيَمَا آخِرُهَا، قَالَ وَقَدْ ظَهَرَلِي إِحْتِمَالٌ آخَرُ وَهُوَ أَنَّ الْمُرَادَ إِثْبَاتُ ذَلِكَ لِلْخَزْرَجِ دُونَ الْأَوْسِ فَقَطْ، وَلاَيَنْفِي ذَلِكَ عَنْ غَيْرِ الْقَبِيلَتَيْنِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لِأَنَّهُ قَالَ ذَلِكَ فِي مَعْرِضِ الْمُفَاخَرَةِ بَيْنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ كَمَا أَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيرٍ مِنْ طَرِيقِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عُرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ ﷫ عَنْ أَنَسٍ ﷛ قَالَ افْتَخَرَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ، فَقَالَ الْأَوْسُ: مِنَّا أَرْبَعَةٌ مَنِ اهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ: سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ ﷛، وَمَنْ عَدَلَتْ شَهَادَتُهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ: خُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ ﷛، وَمَنْ غَسَّلَتْهُ الْمَلاَئِكَةُ: حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي عَامِرٍ ﷛، وَمَنْ حَمَتْهُ الدَّبْرُ: عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ ﷛۔

ترجمہ: ابن حجر ﷫ نے کہا: ان میں سے زیادہ تر احتمالات میں تکلف ہے، خاص طور پر آخری والے میں۔ انہوں نے کہا: میرے لیے ایک اور احتمال واضح ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت انس ﷛ نے ان چاروں کا ذکر صرف خزرج قبیلے کے اثبات کے لیے کیا، نہ کہ اوس قبیلے کے لیے۔ یہ احتمال مہاجرین کے ان دو قبائل کے علاوہ کی جمع قرآن سے نفی نہیں کرتا کیونکہ حضرت انس ﷛ نے یہ بات اوس اور خزرج کے موازنے کے موقع پر کہی۔ جیسا کہ ابن جریر نے سعید بن ابی عروبہ کی حضرت قتادہ ﷫ سے روایت میں بیان کیا، حضرت انس ﷛ نے کہا: اوس اور خزرج نے فخر کیا، اوس نے کہا: ہم میں سے چار ایسے ہیں جو خوبیوں والے ہیں۔

(۱) جن کے لیے عرش جھوما وہ حضرت سعد بن معاذ ﷛ ہیں۔

(۲) جن کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر ہے وہ حضرت خزیمہ بن ثابت ﷛ ہیں۔

(۳) جنہیں فرشتوں نے غسل دیا وہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر ﷛ ہیں۔

(۴) اور جن کی حفاظت شھد کی مکھیوں نے کی وہ حضرت عاصم بن ثابت ﷛ ہیں۔

فَقَالَ الْخَزْرَجُ مِنَّا أَرْبَعَةٌ جَمَعُوا الْقُرْآنَ لَمْ يَجْمَعْهُ غَيْرُهُمْ فَذَكَرَهُمْ قَالَ وَالَّذِي يَظْهَرُ مِنْ كَثِيرٍ مِنَ الْأَحَادِيثِ أَنَّ أَبَابَكْرٍ ﷛ يَحْفَظُ الْقُرْآنَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَفِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ بَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ فَكَانَ يَقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى مَا كَانَ نَزَلَ مِنْهُ إِذَا ذَاكَ قَالَ وَهَذَا مِمَّا لاَيُرْتَابُ فِيهِ مَعَ شِدَّةِ حِرْصِ أَبِي بَكْرٍ ﷛ عَلَى تَلَقِّي الْقُرْآنِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَفَرَاغِ بَالِهِ لَهُ وَهُمَا بِمَكَّةَ وَكَثْرَةِ مُلاَزَمَةِ كُلٍّ مِنْهُمَا لِلآخَرِ حَتَّى قَالَتْ عَائِشَةُ ﷝ إِنَّهُ ﷺ كَانَ

يَأْتِيهِمْ بُكْرَةً وَعَشِيّاً وَقَدْ صَحَّ حَدِيثُ "يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ" وَقَدْ قَدَّمَهُ ﷺ فِي مَرَضِهِ إِمَاماً لِلْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ كَانَ أَقْرَأَهُمْ۔

ترجمہ: خزرج نے کہا: ہم میں سے چار نے قرآن جمع کیا اور ان کے سوا کسی نے نہیں کیا، پھر ان کا ذکر کیا۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے مزید کہا: بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں قرآن حفظ کیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی جہاں وہ قرآن پڑھتے تھے، یہ اس وقت کا ذکر ہے جب قرآن کا کچھ حصہ نازل ہو چکا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ابو بکر قرآن کے حفظ میں مشغول تھے اور نبی ﷺ سے قرآن سیکھنے میں پوری لگن رکھتے تھے، خاص طور پر مکہ میں ان کی یکسوئی اور نبی کے ساتھ ان کی مستقل ملاقاتوں کے سبب۔

حضرت عائشہ نے کہا کہ نبی صبح و شام ان کے پاس آتے تھے۔ حدیث "قوم کی امامت وہ کرے جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو" بھی صحیح ہے، اور نبی نے اپنی بیماری میں انہیں مہاجرین اور انصار کی امامت کے لیے مقرر فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب سے بڑے قاری تھے۔

وَذَكَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ رحمہ اللہ فِي كِتَابِ "الْقِرَاءَاتِ" الْقُرَّاءَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَعَدَّ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْخُلَفَاءَ الأَرْبَعَةَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَابْنَ مَسْعُودٍ وَحُذَيْفَةَ وَسَالِمًا وَأَبَا هُرَيْرَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ السَّائِبِ وَالْعَبَادِلَةَ وَعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ رضي الله عنهم۔ وَمِنَ الأَنْصَارِ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَمُعَاذَ الَّذِي يُكْنَى أَبَا حَلِيمَةَ وَمُجَمِّعَ بْنَ جَارِيَةَ وَفَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ وَمُسْلِمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ رضي الله عنهم، وَصَرَّحَ بِأَنَّ بَعْضَهُمْ إِنَّمَا أَكْمَلَهُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. أَمَّا الْمُشْتَهِرُونَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ مِنَ الصَّحَابَةِ فَسَبْعَةٌ: عُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَأُبَيٌّ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَبُو الدَّرْدَاءِ، وَأَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ رضي الله عنهم. كَذَا ذَكَرَهُمُ الذَّهَبِيُّ فِي طَبَقَاتِ الْقُرَّاءِ. قَالَ: وَقَدْ قَرَأَ عَلَى أُبَيٍّ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، مِنْهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ قُلْسَائِبَ. وَأَخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ زَيْدٍ رضي الله عنهم أَيْضًا، وَأَخَذَ عَنْهُمْ خَلْقٌ مِنَ التَّابِعِينَ رحمهم الله.

ترجمہ: ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "القراءات" میں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے قراء کا ذکر کیا۔ انہوں نے مہاجرین میں سے چاروں خلفاء، طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالم، ابو ھریرہ، عبد اللہ بن سائب، عبد اللہ بن عمر، عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کو شمار کیا۔ اور انصار میں سے عبادہ بن صامت، معاذ (جن کی کنیت ابو حلیمہ تھی)، مجمع بن جاریہ، فضالہ بن عبید اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم کو شمار کیا۔

انہوں نے واضح کیا کہ ان میں سے بعض نے قرآن کو نبی کریم ﷺ کے بعد مکمل کیا۔ مشہور قراء میں سات صحابہ شامل ہیں: عثمان، علی، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابن مسعود، ابو درداء، اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ یہ ذکر امام ذھبی نے "طبقات القراء" میں کیا۔ انہوں نے کہا: ابی بن کعب سے کئی صحابہ نے قرآن پڑھا، ان میں ابو ھریرہ، ابن عباس اور عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ابن عباس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی قرآن سیکھا اور ان سے کئی تابعین رحمہم اللہ نے بھی علم حاصل کیا۔

سوال نمبر 48: مدینے کے قاریوں کے نام؟

جواب: فَمِمَّنْ كَانَ بِالْمَدِينَةِ: ابْنُ الْمُسَيِّبِ وَعُرْوَةُ وَسَالِمٌ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَسُلَيْمَانُ وَعَطَاءُ ابْنَا يَسَارٍ وَمُعَاذُ بْنُ الْحَارِثِ الْمَعْرُوفُ بِمُعَاذٍ الْقَارِي وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجُ وَابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ وَمُسْلِمُ بْنُ جُنْدُبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ رحمہم اللہ.

ترجمہ: مدینہ میں: ابن المسیب، عروہ، سالم، عمر بن عبد العزیز، سلیمان اور عطاء بن بیسار، معاذ بن الحارث المعروف معاذ القاری، عبد الرحمن بن ہر مز الاعرج، ابن شہاب الزہری، مسلم بن جندب، اور زید بن اسلم رحمہم اللہ۔

سوال نمبر 49: مکے کے قاریوں کے نام؟

جواب: وَبِمَكَّةَ: عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، وَطَاوُسُ، وَمُجَاهِدُ، وَعِكْرِمَةُ، وَابْنُ مُلَيْكَةَ رحمہم اللہ۔

ترجمہ: مکہ میں: عبید بن عمیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ، اور ابن ملیکہ رحمہم اللہ۔

سوال نمبر50: کوفے کے قاریوں کے نام؟

جواب: وَبِالْكُوفَةِ: عَلْقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، وَمَسْرُوقٌ، وَعُبَيْدَةُ، وَعَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ، وَالْحَارِثُ بْنُ قَيْسٍ، وَالرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ، وَعَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ، وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ، وَزِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ، وَعُبَيْدُ بْنُ نُضَيْلَةَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَالنَّخَعِيُّ، وَالشَّعْبِيُّ رحمهم الله،

ترجمہ: کوفہ میں: علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، عمرو بن شرحبیل، حارث بن قیس، ربیع بن خشیم، عمرو بن میمون، ابو عبدالرحمن السلمی، زر بن حبیش، عبید بن فضیلہ، سعید بن جبیر، نخعی، اور شعبی رحمہم اللہ۔

سوال نمبر51: بصرہ کے قاریوں کے نام؟

جواب: وَبِالْبَصْرَةِ: أَبُو الْعَالِيَةِ، وَأَبُو رَجَاءٍ، وَنَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ، وَيَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ، وَالْحَسَنُ، وَابْنُ سِيرِينَ، وَقَتَادَةُ رحمهم الله،

ترجمہ: بصرہ میں: ابو العالیہ، ابو رجاء، نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر، حسن، ابن سیرین، اور قتادہ رحمہم اللہ۔

سوال نمبر52: شام کے قاریوں کے نام؟

جواب: وَبِالشَّامِ: الْمُغِيرَةُ بْنُ أَبِي شِهَابٍ الْمَخْزُومِيُّ، صَاحِبُ عُثْمَانَ، وَخَلِيفَةُ بْنُ سَعْدٍ رحمه الله، صَاحِبُ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه

ترجمہ: شام میں: مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی، عثمان کے ساتھی، اور خلیفہ بن سعد رحمہ اللہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھی۔

ثُمَّ تَجَرَّدَ قومٌ واعتنَوا بضبطِ القِراءةِ أتمَّ عنايةٍ حتّى صاروا أئمةً يُقتدى بهم ويُرحلُ إليهم.

فكان بالمدينةِ أبو جعفرٍ يزيدُ بنُ القَعقاعِ ثمَّ شيبةُ بن نصاحٍ ثمَّ نافعُ بنُ أبي نُعَيمٍ رحمهم الله۔ وبمكةَ عبدُ اللهِ بنُ كثيرٍ وحميدُ بن قَيسٍ الأعرجِ ومحمدُ بنُ أبي محيصنٍ۔ وبالكوفةِ يحيى بن وثابٍ وعاصمُ بنُ أبي النَّجودِ وسليمانُ الأعمشُ ثمَّ حمزةُ ثمَّ الكسائيُّ رحمهم الله۔ وَبِالبَصْرَةِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ وَعِيسَى بْنُ عُمَرَ وَأَبُو عَمْرِو بْنُ الْعَلَاءِ

وَعَاصِمُ الْجَحْدَرِيُّ ثُمَّ يَعْقُوبُ الْحَضْرَمِيُّ ﷺ۔ وَبِالشَّامِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ الْكِلَابِيُّ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُهَاجِرِ ثُمَّ يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ الذِّمَارِيُّ ثُمَّ شُرَيْحُ بْنُ يَزِيدَ الْحَضْرَمِيُّ ﷺ.

ترجمہ: پھر ایک قوم مکمل طور پر قراءت قرآن میں مصروف ہوگئی اور انہوں نے قرآن کے ضبط اور حفظ میں اپنی پوری کوشش کی یہاں تک کہ وہ اپنے وقت کے امام بن گئے اور لوگ ان کی طرف سفر کر کے علم قراءت سیکھنے کے لئے آنے لگے ان کے ناموں کی فہرست یوں ہے۔

مدینہ کے قراء: ابو جعفر یزید بن القعقاع: امام مدینہ کے معروف تجویدی قاری، شیبہ بن نصاح، امام مدینہ، جو قرآن کی ترتیل میں ماہر تھے، نافع بن أبي نعیم ﷺ ۔

مکہ کے قراء: عبد اللہ بن کثیر: امام مکہ، جو قرآن کی قراءت میں ماہر تھے، وحمید بن قیس الاعرج: امام مکہ کے قاری اور مفسر، محمد بن ابی محیصن: امام مکہ کے معروف قاری اور تفسیر کار ﷺ۔

کوفہ کے قراء: یحییٰ بن وثاب: امام کوفہ کے مشہور قاری اور محدث، وعاصم بن أبي النجود: امام کوفہ کے قاری اور حافظ، سلیمان الاعمش: امام کوفہ کے مشہور قاری اور حافظ، حمزۃ: امام کوفہ کے قاری اور حافظ، جنہوں نے انتقالی قراءت کی ترویج کی، الکسائی: امام کوفہ کے قاری، جنہوں نے انتقالی قراءت کی تربیت دی ﷺ۔

بصرہ کے قراء: عبداللہ بن ابی اسحاق، عیسی بن عمر، أبو عمرو بن العلاء، عاصم الجحدري، ثم یعقوب الحضرمی ﷺ۔

شام کے قراء: عبداللہ بن عامر، عطیۃ بن قیس الکلابي، إسماعیل بن عبداللہ بن المھاجر، ثم یحیی بن الحارث الذماري، شریح بن یزید الحضرمی ﷺ۔

سوال نمبر 53: سبعہ قراۃ کے قاریوں کے نام؟

جواب: وَاشْتَهَرَ مِنْ هَؤُلَاءِ فِي الْآفَاقِ الْأَئِمَّةُ ﷺ السَّبْعَةُ:

نَافِعٌ ﷬، وَقَدْ أَخَذَ عَنْ سَبْعِينَ مِنَ التَّابِعِينَ مِنْهُمْ أَبُو جَعْفَرٍ ﷬.

وَابْنُ كَثِيرٍ ﷬، وَأَخَذَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ الصَّحَابِيِّ ﷛.

وَأَبُو عَمْرٍو ﷬، وَأَخَذَ عَنْ التَّابِعِينَ ﷬.

وَابْنُ عَامِرٍ ﷬، وَأَخَذَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَأَصْحَابِ عُثْمَانَ ﷛.

عَاصِمٌ ﷬، وَأَخَذَ عَنْ التَّابِعِينَ ﷬.

حَمْزَةُ ﷬، وَأَخَذَ عَنْ عَاصِمٍ وَالْأَعْمَشِ وَالسُّبَيْعِيِّ وَمَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَغَيْرِهِ ﷬.

وَالْكِسَائِيُّ ﷬، وَأَخَذَ عَنْ حَمْزَةَ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ ﷬.

ترجمہ: یہ امام مختلف شہروں میں قرآن کی قراءت اور اس کی ضبط کے امور میں مشہور تھے۔

۱. **نافع** ﷬: جنہوں نے سبعین تابعین ﷬ سے علم حاصل کیا۔

۲. **ابن کثیر** ﷬: جنہوں نے صحابی عبداللہ بن السائب سے علم حاصل کیا۔

۳. **ابو عمرو** ﷬: جنہوں نے تابعین ﷬ سے علم حاصل کیا۔

۴. **ابن عامر** ﷬: جنہوں نے صحابی ابی الدرداء اور حضرتِ عثمان کے اصحاب ﷛ سے علم حاصل کیا۔

۵. **عاصم** ﷬: جنہوں نے تابعین ﷬ سے علم حاصل کیا۔

۶. **حمزہ** ﷬: جنہوں نے عاصم، الاعمش، السبیعی، منصور بن المعتمر ﷬، اور دیگر سے علم حاصل کیا۔

۷. **الکسائی** ﷬: جنہوں نے حمزہ اور ابی بکر بن عیاش ﷬ سے علم حاصل کیا۔

سوال نمبر 54: سبعہ قرآن کے قاریوں کے رواۃ کے نام؟

جواب: ثُمَّ انْتَشَرَتِ الْقِرَاءَةُ فِي الْأَقْطَارِ، وَتَفَرَّقُوا أُمَمًا بَعْدَ أُمَمٍ، وَاشْتَهَرَ مِنْ رُوَاةِ كُلِّ طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ السَّبْعَةِ رَاوِيَانِ:

فَعَنْ نَافِعٍ: (1) قَالُونُ (2) وَوَرْشٌ عَنْهُ ﷬.

وَعَنْ اِبْنِ كَثِيرٍ:	(3) قُنْبُلُ	(4) وَالْبَزِّي عَنْ أَصْحَابِهِ عَنْهُ رحمهم الله
وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو:	(5) الدُّورِيُّ	(6) وَالسُّوسِيُّ عَنِ الْيَزِيدِيِّ عَنْهُ رحمهم الله
وَعَنْ اِبْنِ عَامِرٍ:	(1) هِشَامُ	(2) وَابْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَصْحَابِهِ عَنْهُ رحمهم الله
وَعَنْ عَاصِمٍ:	(3) أَبُوبَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ	(4) وَحَفْصٌ عَنْهُ رحمهم الله
وَعَنْ حَمْزَةَ:	(5) خَلَفٌ	(6) وَخَلَّادٌ عَنْ سُلَيْمٍ عَنْهُ رحمهم الله
وَعَنْ الْكِسَائِي:	(7) الدُّورِيُّ	(8) ابُو الْحَارِثِ رحمهم الله

ترجمہ: پھر قراءت (قرآن پڑھنے کے انداز و طریقے) مختلف علاقوں میں پھیل گئی اور لوگ قوموں میں بٹ گئے۔ سات قراءتوں میں سے ہر ایک کے دو راوی مشہور ہو گئے:

۱. نافع سے:	(۱) قالون	(۲) ورش رحمهم الله
۲. ابن کثیر سے:	(۳) قنبل	(۴) البزي رحمهم الله
۳. ابو عمرو سے:	(۵) الدوري	(۶) السوسي رحمهم الله
۴. ابن عامر سے:	(۷) ہشام	(۸) ابن ذکوان رحمهم الله
۵. عاصم سے:	(۹) ابو بکر بن عیاش	(۱۰) حفص رحمهم الله
۶. حمزہ سے:	(۱۱) خلف	(۱۲) خلاد رحمهم الله
۷. الکسائي سے:	(۱۳) الدوري	(۱۴) ابوالحارث رحمهم الله

ثُمَّ لَمَّا اتَّسَعَ الْخَرْقُ وَكَادَ الْبَاطِلُ يَلْتَبِسُ بِالْحَقِّ قَامَ جَهَابِذَةُ الْأُمَّةِ، وَبَالَغُوا فِي الْاجْتِهَادِ، وَجَمَعُوا الْحُرُوفَ وَالْقِرَاءَاتِ، وَعَزَوْا الْوُجُوهَ وَالرِّوَايَاتِ، وَمَيَّزُوا الصَّحِيحَ وَالْمَشْهُورَ وَالشَّاذَّ بِأُصُولٍ أَصَّلُوهَا وَأَرْكَانٍ فَصَّلُوهَا.

ترجمہ: پھر جب فتنہ بہت پھیل گیا اور حق باطل سے خلط ملط ہونے لگا، تو امت کے ماہرین نے بھرپور محنت کی۔ انہوں نے حروف اور قراءات کو جمع کیا، مختلف قراءات اور روایات کے اصول اور ارکان متعین کیے، اور صحیح، مشہور اور شاذ قراءات کو الگ کیا۔

سوال نمبر55: سب سے پہلے جنھوں نے قراءات پر کتابیں تصنیف کیں انکے کے نام بتائیے؟

جواب: فَأَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِي الْقِرَاءَاتِ أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍ، ثُمَّ أَحْمَدُ بْنُ جُبَيْرٍ الْكُوفِيُّ ثُمَّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَالِكِيُّ صَاحِبُ قَالُونَ، ثُمَّ أَبُو جَعْفَرٍ بْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ الدَّاجُونِيُّ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ بْنُ مُجَاهِدٍ رحمہ اللہ ثُمَّ قَامَ النَّاسُ فِي عَصْرِهِ وَبَعْدَهُ بِالتَّأْلِيفِ فِي أَنْوَاعِهَا جَامِعًا مُفْرِدًا وَمُوجَزًا وَمُسْهَبًا،

وَأَئِمَّةُ الْقِرَاءَاتِ لَا تُحْصَى، وَقَدْ صَنَّفَ طَبَقَاتِهِمْ حَافِظُ الْإِسْلَامِ أَبُو عَبْدِ اللهِ الذَّهَبِيُّ ثُمَّ حَافِظُ الْقِرَاءَاتِ أَبُو الْخَيْرِ بْنُ الْجَزَرِيِّ رحمہ اللہ.

ترجمہ: پہلے جنھوں نے قراءات پر کتابیں تصنیف کیں، وہ یہ تھے:

۱. ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ
۲. احمد بن جبیر الکوفی رحمہ اللہ
۳. اسماعیل بن اسحاق المالکی رحمہ اللہ (قالون کے شاگرد)
۴. ابو جعفر بن جریر الطبری رحمہ اللہ
۵. ابو بکر محمد بن احمد بن عمر الداجونی رحمہ اللہ
۶. ابو بکر بن مجاھد رحمہ اللہ

ان کے بعد کے لوگوں نے بھی قراءات پر مختلف قسم کی کتابیں تصنیف کیں، جو جامع، مفرد، مختصر اور تفصیلی تھیں۔

قراءات کے ائمہ کی تعداد بے شمار ہے۔ حافظ الاسلام ابو عبداللہ الذہبی اور حافظ القراءات ابوالخیر بن الجزری رحمہ اللہ نے ان کی طبقات پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔

معرفة المتواتر والمشهور والآحاد والشاذ والموضوع والمدرج

سوال نمبر56: قرءات (قرآن) کی کتنی اور کون کون سی قسام ہیں؟

جواب: القراءةُ تنقسمُ إلی مُتَواتِرٍ و آحادٍ و شاذٍّ،

و أحسنُ من تكلَّمَ فی هذا النَّوعِ إمامُ القُرَّاءِ فی زمانهِ شیخُ شیوخِ السُّیوطِیّ أبو الخیرِبنِ الجَزَرِیِّ رحمه الله، قالَ فی أوَّلِ كتابِهِ النَّشرِ: وكلُّ قراءةٍ وافقتِ العربیَّةَ ولوبوجهٍ ووافقتْ أحدَ المصاحفِ العثمانیَّةِ ولو احتمالًا وصحَّ سندُها فهی القراءةُ الصحیحةُ التی لا یجوزُ ردُّها ولا یحلُّ إنكارُها بل هی من الأحرفِ السَّبعةِ التی نزلَ بها القرآنُ ووجبَ علی الناسِ قبولُها سواءٌ كانت عن الأئمَّةِ السَّبعةِ أم عن العشرةِ أم عن غیرِهِم من الأئمَّةِ المقبولینَ. ومتی اختلَّ ركنٌ من هذہ الأركانِ الثلاثةِ أطلقَ علیها ضعیفةٌ أو شاذَّةٌ أو باطلةٌ سواءٌ كانت عن السَّبعةِ أوعمَّن هو أكبرُ منهم. هذا هو الصحیحُ عند أئمَّةِ التحقیقِ من السَّلَفِ والخَلَفِ

ترجمہ: قراءات (قرآن) کی تین اقسام ہیں۔

(۱) متواتر۔

(۲) آحاد۔

(۳) اور شاذ۔

اس موضوع پر سب سے بہترین وضاحت اپنے زمانے کے امام القراء امام جلال الدین سیوطی کے شیخ الشیوخ علامہ ابن الجزری رحمه الله نے کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "النشر" کے آغاز میں کہا ہے:

۱. ہر وہ قراءت جو عربی زبان کے قواعد کے مطابق ہو، چاہے کسی بھی پہلو سے،

۲. عثمانی مصحفوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہو، چاہے احتمالاً،

۳. اور جس کی سند صحیح ہو،

جس میں یہ تین شرطیں ہوں وہ درست قراءت ہے۔ایسی قراءت کورد کرنا یااس کاانکار کرنا جائز نہیں، بلکہ وہ ان سات طریقوں میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا تھا،اور لوگوں پر اس کا قبول کرناواجب ہے، چاہے وہ سات مشہور قراء سے ہو،دس قراء سے، یاان کے علاوہ ائمہ مقبولین میں سے کسی اور معتبر امام سے۔

اگر ان تین شرائط میں سے کوئی بھی شرط پوری نہ ہو، تو اس قراءت کو ضعیف، شاذ یا باطل کہا جائے گا، چاہے وہ سات مشہور قراء سے ہو یا ان سے بڑے اماموں سے۔یہی صحیح رائے سلف اور خلف رحمہم اللہ کے محققین کے نزدیک ہے۔

سوال نمبر57: شرائط میں لگائی گئی قیودات کی توضیح وتشریح بیان کریں؟

جواب: شرائط میں لگائی گئی قیودات کی توضیح وتشریح:

.ثمَّ قال ابنُ الجزريّ رحمہ اللہ: فقولُنا في الضابِطِ "ولو بوجهٍ" نريدُ به وجهًا من وجوهِ النَّحوِ سواءٌ كان أفصحَه أم فصيحًا مُجمعًا عليهِ أم مختلفًا فيهِ اختلافًا لا يَضُرُّ مثلُه إذا كانت القراءةُ ممَّا شاعَ وذاعَ وتلقَّاه الأئمَّةُ بالإسنادِ الصحيحِ إذ هو الأصلُ الأعظمُ والرُّكنُ الأقوَمُ،

وكم من قراءةٍ أنكرها بعضُ أهلِ النَّحوِ أو كثيرٌ منهم ولم يُعتَبَرْ إنكارُهم كإسكانِ {بارِئْكُمْ} [البقرة ٥٤] {أمُرْكُم} [البقرة ٦٧] وخفض {والأرحامِ} النساء 1.

ترجمہ: پھر ابن الجزری رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارا تعریف میں "وَلَوبِوَجهٍ" کہنا اس سے مراد ہے کہ وہ کسی بھی نحوی (قوانین) پہلو سے عربی کے مطابق ہو، چاہے وہ زیادہ فصیح ہو یا نہیں، چاہے اس پر اجماع ہو یا اختلاف ہو۔ البتہ اختلاف نقصان دہ نہ ہو، جبکہ وہ قراءت مشہور ہو اور ائمہ نے صحیح سند کے ساتھ اسے قبول کیا ہو، کیونکہ یہ سب سے بڑا اصل اور مضبوط رکن ہے۔(ابن الجزری رحمہ اللہ کے مطابق، اگرچہ کچھ قراءتوں یا قواعد میں اختلاف ہوتا ہے، لیکن اگر وہ صحیح اسناد کے ساتھ مشہور و معروف ہوں اور علماء رحمہم اللہ نے انہیں قبول کیا ہو تو۔ایسے اختلاف نقصان دہ نہیں ہوتے۔یہ اختلافات قرآن کی تلاوت کے اصولوں میں شامل

کیے جاسکتے ہیں کیونکہ اصل مقصد صحیح اسناد کے ساتھ قراءت کی درستگی اور قبولیت ہے۔) بہت سی قراءات ایسی ہیں جن کا بعض نحوی ماہرین یا بہت سے نحوی ماہرین نے انکار کیا، لیکن ان کے انکار کا اعتبار نہیں کیا گیا، جیسے (بارئکم) ھمزہ کے سکون کے ساتھ، (یامرکم) کے سکون کے ساتھ، اور (والارحام) کی جر کے ساتھ۔"

سوال نمبر58: قراءت کا مصحفِ عثمانیہ کے موافق یا مخالف ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ثمَّ قال ابنُ الجزريِّ رحمہ اللہ: ونعني بموافقةِ أحدِ المصاحفِ ما كان ثابتًا في بعضِها دون بعضٍ كقراءةِ ابنِ عامرٍ {قالوا اتَّخذَ اللهُ} في "البقرةِ" بغيرِ واو، و {بالزُّبرِ وبالكتابِ} [آل عمران 184] بإثباتِ الباءِ فيهما، فإنَّ ذلك ثابتٌ في المصحفِ الشامي، وكقراءةِ ابنِ كثيرٍ رحمہ اللہ {تجري من تحتِها الأنهارُ} في آخرِ براءةٍ بزيادةِ (من) فإنَّها ثابتٌ في المصحفِ المكِّيِّ ونحو ذلك، فإن لم تكن في شيءٍ من المصاحفِ العثمانيةِ فشاذٌّ لمخالفتِها الرسمَ المجمعَ عليهِ.

قال: وقولُنا (وصحَّ سندُها) نعني به أن يروِيَ تلكَ القراءةَ العدلُ الضابطُ عن مثله، وهكذا حتى ينتهي، وتكون مع ذلك مشهورةً عند أئمةِ هذا الشأنِ غيرَ معدودةٍ عندهم من الغلط أو مما شذَّ بها بعضُهم. وقد أتقن الإمامُ ابنُ الجزريِّ هذا الفصلَ جدًّا،

ترجمہ: پھر امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہمارا المصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کی موافقت' سے مطلب وہ ہے جو بعض مصاحف میں موجود ہو لیکن بعض میں نہ ہو، جیسے ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءت {قَالُوا اتَّخَذَ اللهُ} سورہ بقرہ میں بغیر واو کے، اور {بِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ} [آل عمران:۱۸۴] میں ب کے ساتھ، کیونکہ یہ شامی مصحف میں موجود ہے، اور جیسے ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت {تَجرِي مِن تَحتِهَا الأَنهَارِ} سورہ توبہ کے آخر میں امن کے اضافے کے ساتھ، کیونکہ یہ مکی مصحف میں موجود ہے اور اسی طرح دیگر مثالیں۔ اگر

کوئی قراءت مصحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے بھی موافق نہ ہو تو وہ شاذ کہلائے گی کیونکہ وہ متفقہ رسم الخط کی مخالفت کرتی ہے۔

امام ابن الجزری ﷫ نے فرمایا: اور ہمارا قول (وَصَحَّ سَنَدُهَا) سے مراد ہے کہ وہ قراءت عادل اور ضابط راوی سے منقول ہو، اسی طرح سلسلہ جاری رہے حتی کہ سند مکمل ہو، اوراس کے ساتھ وہ قراءت اس فن کے ائمہ کے نزدیک مشہور ہو اوران کے نزدیک غلطی یا شذوں میں شمار نہ ہو۔

سوال نمبر59: قراءت کی اقسام بیان کریں؟

جواب: وقد تحرَّر منه أنَّ القراءاتِ أنواعٌ.

الأوَّلُ: المتواترُ وهو ما نقله جمعٌ لا يمكن تواطؤُهم على الكذبِ عن مثلِهم إلى منتهاه، وغالبُ القراءةِ كذلك.

الثاني: المشهورُ وهو ما صحَّ سندُه ولم يبلغ درجةَ التواترِ، ووافق العربيَّةَ والرسمَ واشتهرعند القرَّاءِ فلم يعدُّوه من الغلطِ ولا من الشذوذِ، ويُقرَأُ به على ما ذكره ابنُ الجزريِّ. ومثالُه ما اختلفت الطُّرُقُ في نقلِه عن السَّبعةِ، فرواه بعضُ الرواةِ عنهم دون بعضٍ، وأمثلةُ ذلك كثيرةٌ في فرشِ الحروفِ من كتبِ القراءاتِ كالذي قبلَه، ومن أشهرِ ما صُنِّفَ في ذلك التيسيرُ للدَّاني وقصيدةُ الشَّاطبيِّ، وأوعبُه النشرُ في القراءاتِ العشرِ وتقريبُ النشرِ كلاهما لابن الجزريِّ ﷫.

الثالثُ: الآحادُ وهو ما صحَّ سندُه وخالفَ الرَّسمَ أو العربيَّةَ أو لم يَشتهِرِ الاشتهارَ المذكورَ ولا يُقرأُ به، وقد عقدَ الترمذيُّ ﷫ في جامعِه والحاكمُ في مستدركِه لذلك بابًا أخرجا فيه شيئًا كثيرًا صحيحَ الإسنادِ. من ذلك ما أخرجَه الحاكمُ ﷫ من طريقِ عاصمٍ الجحدريِّ ﷫ عن أبي بكرةَ ﷜ أنَّ النبيَّ قرأ {مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفَارَفٍ خُضْرٍ وَّعَبَاقَرِيِّ حِسَانٍ}. وأخرجَ من حديثِ أبي هريرةَ ﷜ أنَّه ﷺ قرأ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ

مِنْ قُرَّاتِ أعيُنٍ} . وأخرجَ عن ابنِ عباسٍ ﷺ أنَّه ﷺ قرأ {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفَسِكُمْ} بفتحِ الفاءِ.

وأخرجَ عن عائشةَ ﷺ أنَّه ﷺ قرأ {فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ} يعنی بضمّ الرَّاءِ.

الرابع: الشاذُ وهو ما لم يصحَّ سندُه، وفيه كتبٌ مؤلفةٌ، من ذلك قراءةُ "مَلَكَ يَوْمَ الدِّيْنِ" بصيغة الماضی ونصب "يَوْمَ" وَإِيَّاكَ يُعْبَدُ بِبِنَائِهِ لِلْمَفْعُوْلِ.

الخامِسُ: المَوْضوعُ كقِراءاتِ الخُزاعِيِّ ﷺ.

وهُناكَ نَوْعٌ سادِسٌ يُشْبِهُ مِنْ أَنْواعِ الحَديثِ "المُدْرَج" وهُوَ ما زِيدَ فی القِراءاتِ عَلی وَجْهِ التَّفْسيرِ كَقِراءةِ سَعْدِ بْنِ أَبِی وِقّاصٍ ﷺ "{وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ} مِنْ أُمٍّ" أَخْرَجَها سَعيدُ بْنُ مَنْصورٍ ﷺ،

وقِراءةِ ابْنِ عَبّاسٍ ﷺ "{لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُناحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ} فی مَواسِمِ الحَجِّ" أَخْرَجَها البُخارِيُّ ﷺ،

وقِراءةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ ﷺ "{وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ المُنْكَرِ} وَيَسْتَعِينُونَ بِاللهِ عَلى ما أَصابَهُمْ" قالَ عَمْرٌو ﷺ: فَما أَدْرِی أَكانَتْ قِراءَتُهُ أَمْ فَسَّرَ، أَخْرَجَهُ سَعيدُ بْنُ مَنْصورٍ ﷺ وأَخْرَجَهُ ابْنُ الأَنْبارِيُّ ﷺ وجَزَمَ بِأَنَّهُ تَفْسيرٌ، وأَخْرَجَ عَنِ الحَسَنِ ﷺ أَنَّهُ كانَ يَقْرَأُ "وَإِنْ مِنْكُمْ إِلا وارِدُها" الوُرودُ الدُّخولُ، قالَ ابْنُ الأَنْبارِيِّ ﷺ: قَوْلُهُ الوُرودُ الدُّخولُ تَفْسيرٌ مِنَ الحَسَنِ لِمَعْنى الوُرودِ وغَلِطَ فيه بَعْضُ الرُّواةِ فَأَلْحَقَهُ بِالْقُرْآنِ.

ترجمہ: قراءت کی اقسام:

امام ابن الجزری ﷺ نے اس موضوع کو بہت عمدگی سے بیان کیا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ قراءات کی چند اقسام ہیں۔

(۱) **متواتر:** متواتر وہ قراءت ہے جسے ایک ایسی جماعت نے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن نہ ہو، اور عموماً یہ قراءت اسی طرح منظور ہوتی ہے۔

(۲) **مشہور:** مشہور وہ قراءت ہے جس کی سند درست ہو اور درجہ تو ہے جس کی سند درست ہو اور درجہ تواتر کو نہ پہنچے، اور یہ عربی زبان اور رسم الخط کے مطابق ہو اور قراء کے نزدیک مشہور ہو، اور کسی نے اسے غلط یا شذوذ میں شمار نا کیا ہو، اور اس کی قراءت کی جاتی ہو اسی طرح امام جزری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

اسکی مثال: جیسا کہ سبعہ قراءتوں کی روایتوں میں طرق کا اختلاف ہوا کچھ رواۃ نے ان سے روایت کی (لی) جبکہ بعض نے الگ طریقے سے نقل کیا. اس طرح کی مثالیں قرآنی قراءت کی کتب میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں، جیسے امام الدانی رحمہ اللہ کی تیسیر اور امام شاطبیؒ رحمہ اللہ کی قصیدہ. ان باتوں کی وضاحت ابن الجزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "النشر في القراءات العشر" اور تقریب النشر میں کی۔

(۳) **آحاد:** آحاد وہ قراءت ہے جس کی سند درست ہو مگر رسم الخط یا عربی زبان کے خلاف ہو یا اس کی مشہوریت کم ہو، اور عام طور پر اس کی قراءت نہ کی جاتی ہو۔ الامام الترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع اور الحاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں اس پر باب بندی کی اور اس پر متعدد مثالیں صحیح سند سے بیان کی ہیں۔ انہی مثالوں میں سے مستدرک للحاکم کی روایت ہے بسند عاصم الجحدری رحمہ اللہ اور وہ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پڑھا { مُتَّكِئِينَ عَلَى رَفَارَفٍ خُضْرٍ وَعَبَاقَرِيِّ حِسَانٍ } اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے پڑھا { فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّاتِ أَعْيُنٍ } اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہیکہ حضور ﷺ نے یہ پڑھا { لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفَسِكُمْ } بفتح الفاء. اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے روایت ہے کے حضور ﷺ نے یوں پڑھا { فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ } یعنی را کے ضمہ کے ساتھ۔

(۴) **شاذ:** شاذ وہ قراءت ہے جس کی سند درست نہ ہو،

اس بارے میں کئی کتب تالیف کی گئیں، جیسے مَلَكَ يَوْمَ الدِّين کی قراءت جس کے فعل کو ماضی کی صورت دی گئی ہے اور یوم کو نصب دیا گیا ہے اور وَإِيَّاكَ يُعْبَدُ بِبِنَائِهِ لِلْمَفْعُولِ کی تعبیر کی گئی ہے۔"

(۵) **الموضوع:** جیسے امام خزاعی رحمہ اللہ کی قراءات ہیں۔

(٦) **المدرج:** یہاں چھٹی قسم وہ بیان کی گئی جس کے حدیث کی اقسام میں سے ہونے میں شبہ کیا گیا اور

و"المدرج" جس میں قراءات پر کچھ الفاظ کا بطور تفسیر کے اضافہ کیا گیا۔

جیسے سعید بن منصور رحمہ اللہ کی قراءت "وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمٍّ" جو انہوں نے روایت کی ہے،

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت " لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الحَجِّ " جو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے،

اور ابن الزبیر رحمہ اللہ کی قراءت "وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ المُنْكَرِ وَيَسْتَعِينُونَ بِاللّٰهِ عَلَى ما أَصابَهُمْ"، عمرو بن العاص نے کہا: "فَمَا أَدْرِي أَكَانَتْ قِراءَتُهُ أَمْ فَسَّرَ" (کہ میں نہیں جانتا یہ قرآت ہے یا تفسیر) اسے سعید بن منصور اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے روایت کیا اور یقینی طور پر کہا کہ یہ تفسیر ہے۔ اور الحسن رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ "وَإِنْ مِنْكُمْ إِلا وارِدُهَا الورود الدخول" پڑھتے تھے ابن الانباری رحمہ اللہ نے کہا: "الوُرُودُ الدُّخُولُ" الحسن کی تفسیر ہے معنیٰ ورود کے۔ بعض قراءت کے راویوں نے اس میں غلطی کی اور اسے قرآن کے ساتھ ملا دیا۔

تنبیہات

سوال نمبر60: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کے معوذتین قرآن کا حصہ نہیں ہے سے کیا خرابی لازم آتی ہے؟

جواب: الأَوَّلُ ومِنَ المُشْكِلِ ما نُقِلَ أَنَّ ابْنَ مَسْعودٍ رضی اللہ عنہ كانَ يُنْكِرُ كَوْنَ سُورَةِ الفاتِحَةِ والمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ القُرْآنِ، وهُوَ في غايَةِ الصُّعوبَةِ، لِأَنَّا إِنْ قُلْنا أَنَّ النَّقْلَ المُتَواتِرَ كانَ حاصِلاً في عَصْرِ الصَّحابَةِ رضی اللہ عنہم يَكُونُ ذَلِكَ مِنَ القُرْآنِ، فَإِنْكارُهُ يَجِبُ الكُفْرُ. وَإِنْ قُلْنا لَمْ يَكُنْ حاصِلاً في ذَلِكَ الزَّمانِ فَيَلْزَمُ أَنَّ القُرْآنَ لَيْسَ بِمُتَواتِرٍ في الأَصْلِ، قالَ وَالأَغْلَبُ عَلَى الظَّنِّ أَنَّ نَقْلَ هَذا عَنِ ابْنِ مَسْعودٍ رضی اللہ عنہ نَقْلٌ باطِلٌ، وبِهِ يَحْصُلُ الإِخْلاصُ عَنْ هَذِهِ العُقْدَةِ۔

ترجمہ: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے سورۃ الفاتحہ اور معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کو قرآن کا حصہ ماننے سے انکار کیا تھا، اور یہ بات بہت مشکل ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قرآن کے متواتر ہونے کا علم موجود تھا، تو اس کا انکار

کرنا کفر ہونا چاہیے۔اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس وقت قرآن کا متواتر ہونا ثابت نہیں تھا، تو پھر لازم آتا ہے کہ قرآن اصولی طور پر متواتر نہیں ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول یہ بات غلط ہے اور اس طرح یہ مشکل ختم ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر61: قاضی ابو بکر اور امام نووی ؒ نے اس اشکال کا کیا جواب دیا؟

جواب: قَالَ الْقَاضِي أَبُوبَكْرٍ ؒ لَمْ يَصِحَّ عَنْهُ أَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْقُرْآنِ، وَلاحُفِظَ عَنْهُ أَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْقُرْآنِ، إِنَّمَا حَكَّهَا وَأَسْقَطَهَا مِنْ مُصْحَفِهِ إِنْكَارًا لِكِتَابَتِهَا لا جَحْدًا لِكَوْنِهَا قُرْآنًا، لأَنَّهُ كَانَتِ السُّنَّةُ عِنْدَهُ أَنْ لا يُكْتَبَ فِي الْمُصْحَفِ إِلَّا مَا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِإِثْبَاتِهِ فِيهِ وَلَمْ يَجِدْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ ذَلِكَ وَلا سَمِعَهُ أَمَرَ بِهِ. وقَالَ النَّوَوِيُّ ؒ: وما نُقِلَ عنِ ابْنِ مَسْعودٍ ؓ باطِلٌ لَيْسَ بِصَحِيحٍ.

ترجمہ: قاضی ابو بکر ؒ نے کہا کہ ان سے یہ بات صحیح ثابت نہیں کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ محفوظ ہے کہ انہوں نے اسے قرآن کا حصہ نہیں مانا، بلکہ انہوں نے اسے اپنے مصحف سے اس لئے حذف کیا کہ ان کے نزدیک سنت یہ تھی کہ مصحف میں صرف وہی چیزیں لکھی جائیں جن کے لکھنے کا حکم نبی نے دیا تھا اور انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے لکھنے کا حکم نہیں سنا تھا۔ امام نووی ؒ نے کہا: حضرت ابن مسعود ؓ سے جو منقول ہے وہ باطل ہے، صحیح نہیں ہے۔

سوال نمبر62: حافظ ابن حجر ؒ نے اس قول کی کیا تاویل بیان کی؟

جواب: قَالَ ابْنُ حَجَرٍ ؒ: بَعْدَ أَنْ صَحَّحَ رِوايَاتِ إِنْكَارِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ كُذِبَ عَلَيْهِ مَرْدُودٌ، وَطَعْنٌ فِي رِوَايَاتٍ صَحِيحَةٍ بِغَيْرِ مُسْتَنَدٍ لَا يُقْبَلُ بَلْ رِوَايَاتٌ صَحِيحَةٌ وَالتَّأْوِيلُ مُحْتَمَلٌ، وقَالَ ابْنُ قُتَيْبَةَ فِي مُشْكِلِ الْقُرْآنِ ظَنَّ ابْنُ مَسْعُودٍ ؓ أَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ لَيْسَتَا مِنَ الْقُرْآنِ لِأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُعَوِّذُ بِهِمَا الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ ؓ فَأَقَامَ عَلَى ظَنِّهِ وَلا نَقُولُ إِنَّهُ أَصَابَ فِي ذَلِكَ وَأَخْطَأَ الْمُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ۔

ترجمہ: ابن حجرؒ نے کہا: کہ حضرت ابن مسعودؓ کے انکار کی روایات کو صحیح قرار دینے کے بعد، جو لوگ کہتے ہیں کہ ان پر جھوٹ باندھا گیا ہے، ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ صحیح روایات پر بغیر کسی ثبوت کے اعتراض قابل قبول نہیں ہے، بلکہ صحیح روایات موجود ہیں اور تاویل کا امکان ہے۔

ابن قتیبہ نے "مشکل القرآن" میں کہا: حضرت ابن مسعود کا یہ گمان تھا کہ معوذ تین قرآن کا حصہ نہیں ہیں، کیونکہ انہوں نے نبی مکرم کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ ان سورتوں کو پڑھ کر امام حسن اور امام حسینؓ کو دم فرمایا کرتے تھے، اس لئے انہوں نے معوذ تین کو فقط دم کے لئے سمجھ لیا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ انہوں نے اس معاملے میں درست فیصلہ کیا اور مہاجرین وانصار نے غلطی کی۔ (یعنی درست یہی ہے کہ یہ قرآن کا حصہ ہیں اور عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ گمان درست نہیں تھا)

سوال نمبر 63: حضور ﷺ کے اس قول کہ "بے شک قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے" کا کیا مطلب ؟

جواب: **التنبیہ الثانی:** المرادُ من قولِ النَّبِیِّ ﷺ "إنَّ القُرآنَ أُنْزِلَ علی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ" والحَرْفُ بِمَعْنَی الوَجْهِ أنَّ القُرآنَ أُنْزِلَ علی هَذِهِ التَّوْسِعَةِ بِحَیْثُ لا یَتَجاوَزُ وُجُوهَ الاخْتِلافِ فی أَداءِ اللفْظِ الواحِدِ سَبْعَةَ أَوْجُهٍ۔

ترجمہ: نبی ﷺ کے اس قول کا مطلب کہ "بے شک قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے" اور یہاں "حرف" کا مطلب "طریقے یا صورتیں ہیں کہ قرآن اس وسعت کے ساتھ نازل کیا گیا ہے کہ ایک لفظ کی ادائیگی کے مختلف طریقے اور صورتیں ہیں البتہ یہ طریقے سات سے تجاوز نہیں کرتے۔

سوال نمبر 64: کیا نافع اور عاصمؒ جیسے قاریوں کی قرآتیں ہی سات طریقے ہیں ؟

جواب: التنبیہ الثالث:

وقالَ مَكِّيٌّ رحمه الله: مَن ظَنَّ أنَّ قِراءةَ هَؤُلاءِ القُرَّاءِ كَنافِعٍ وعاصِمٍ رحمه الله هِيَ الأَحْرُفُ السَّبْعَةُ الَّتي في الحديثِ فقد غَلِطَ غَلَطًا عَظِيمًا. قالَ وَيَلْزَمُ مِنْ هذا أنَّ ما خَرَجَ عَنْ قِراءةِ هَؤُلاءِ السَّبْعَةِ مِمَّا ثَبَتَ عَنِ الأَئِمَّةِ وغَيْرِهِمْ ووافَقَ خَطَّ المُصْحَفِ أَن لا يَكُونَ قُرْآنًا غَلَطًا عَظِيمٌ،

ترجمہ: تیسری تنبیہ: امام مکی رحمه الله نے کہا: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ نافع اور عاصم رحمه الله جیسے قاریوں کی قراءتیں ہی سات طریقے ہیں جن طریقوں کا حدیث میں ذکر ہے، تو وہ بہت بڑی غلطی کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جو قراءتیں ان سات قاریوں کی قراءتوں سے خارج ہیں، چاہے وہ ائمہ اور دیگر سے ثابت ہوں اور مصحف کے رسم الخط سے مطابقت رکھتی ہوں، وہ قرآن نہیں ہوں گی، اور یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

سوال نمبر 65: پھر انھیں سات قاریوں پر اکتفاء کرنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: وَالسَّبَبُ في الاقْتِصارِ عَلَى السَّبْعَةِ مَعَ أَنَّ في أَئِمَّةِ القُرَّاءِ مَنْ هُوَ أَجَلُّ مِنْهُمْ قَدْرًا أَوْ مِثْلُهُمْ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِهِمْ أَنَّ الرُّواةَ عَنِ الأَئِمَّةِ كانُوا كَثِيرًا جِدًّا، فَلَمَّا تَقاصَرَتِ الهِمَمُ اقْتَصَرُوا مِمَّا يُوافِقُ خَطَّ المُصْحَفِ عَلَى ما يَسْهُلُ حِفْظُهُ وَتَنْضَبِطُ القِراءَةُ بِهِ، فَنَظَرُوا إِلَى مَنِ اشْتَهَرَ بِالثِّقَةِ وَالأَمانَةِ وَطُولِ العُمُرِ في مُلازَمَةِ القِراءَةِ بِهِ وَالاتِّفاقِ عَلَى الأَخْذِ عَنْهُ، فَأَفْرَدُوا مِنْ كُلِّ مِصْرٍ إِمامًا واحِدًا، وَلَمْ يَتْرُكُوا مَعَ ذَلِكَ نَقْلَ ما كانَ عَلَيْهِ الأَئِمَّةُ غَيْرُ هَؤُلاءِ مِنَ القِراءاتِ ولا القِراءَةَ بِهِ كَقِراءَةِ يَعْقُوبَ وَأَبِي جَعْفَرٍ وَشَيْبَةَ وَغَيْرِهِمْ رحمه الله۔ وَأَصَحُّ القِراءَةِ سَنَدًا نَافِعٌ وَعاصِمٌ رحمه الله، وَأَفْصَحُها أَبُو عَمْرٍو وَالكِسائِيُّ رحمه الله وَأَعْلَمُ أَنَّ الخارِجَ عَنِ السَّبْعِ المَشْهُورَةِ عَلَى قِسْمَيْنِ: مِنْهُ ما يُخالِفُ رَسْمَ المُصْحَفِ فَهَذا لا شَكَّ فِيهِ أَنَّهُ لا تَجُوزُ قِراءَتُهُ لا في الصَّلاةِ وَلا في غَيْرِها. وَمِنْهُ ما لا يُخالِفُ رَسْمَ المُصْحَفِ وَلَمْ تَشْتَهِرِ القِراءَةُ بِهِ وَإِنَّما وَرَدَ مِن طَرِيقٍ غَرِيبٍ لا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ، وَهَذا يَظْهَرُ المَنْعَ مِنَ القِراءَةِ بِهِ أَيْضًا، وَمِنْهُ ما اشْتَهَرَ عِنْدَ أَئِمَّةِ هَذا الشَّأْنِ القِراءَةُ بِهِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا، فَهَذا لا وَجْهَ لِلْمَنْعِ مِنْهُ، وَمِنْ ذَلِكَ قِراءَةُ يَعْقُوبَ وَغَيْرِهِ۔

ترجمہ: پھر کیا وجہ ہے کہ سات قاریوں پر اکتفا کیا حالانکہ دیگر آئمہ قراءت میں ان سے زیادہ قدر والے یا ان کے برابر کئی قاری تھے، ان کے راوی بہت زیادہ تھے؟؟ قاریوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی ہر ایک ے قراءت کا لینا، سیکھنا بہت مشکل تھا اس وجہ سے جب ہمتیں کم ہو رہی تھیں، لہذا آئمہ نے اس بات پر اکتفاء کیا کہ جو قراءت مصحف کے خط کے موافق ہو اور جس کا حفظ آسان ہو اور جس سے قراءت منضبط ہو جاتی ہو، اس کے لئے انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا جو ثقہ، امانت دار اور لمبے عرصے تک قراءت کی مشق کرنے والے تھے اور جن کے بارے میں اتفاق تھا کہ ان سے لیا جائے گا، تو ہر شہر سے ایک امام منتخب کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آئمہ کی دوسری قراءتوں کا بھی نقل کرنا نہیں چھوڑا، جیسے یعقوب، ابو جعفر، شیبہ رحمہ اللہ اور دیگر کی قراءتیں۔ سب سے صحیح سند والی قراءت نافع اور عاصم رحمہما اللہ کی ہے، اور سب سے فصیح ابو عمر اور کسائی رحمہما اللہ کی ہے۔ جان لو کہ مشہور سات قاریوں کے علاوہ قراءتیں دو قسم کی ہیں:

(۱): وہ جو مصحف کے خط کے خلاف ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ انہیں نماز میں یا غیر نماز میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۲): وہ جو مصحف کے خط کے خلاف نہیں ہیں مگر مشہور نہیں ہیں اور صرف غریب طریقوں سے وارد ہوئی ہیں، ان پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا، اور ان کی قراءت سے بھی ممانعت ظاہر ہے۔ تیسری وہ جو قدیم اور جدید آئمہ کے نزدیک مشہور ہیں، ان کی قراءت سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے، جیسے یعقوب اور دیگر کی قراءتیں۔

سوال نمبر 66: کیا قراءتوں کے اختلاف سے احکام بھی مختلف ہو جاتے ہیں؟

جواب: التنبيه الرابع: بِاخْتِلافِ القِرَاءَةِ يَظْهَرُ الاخْتِلافُ فِى الأَحْكَامِ، وَلِهَذَا بَنَى الفُقَهَاءُ نَقْضَ وُضُوْءِ المَلْمُوسِ وَعَدَمَهُ على اخْتِلافِ القِرَاءَةِ فِى "لَمَسْتُمُ" وَ"لمَسْتُمُ" وَجَوَازِ وَطْءِ الحَائِضِ عِنْدَ الانْقِطَاعِ قَبْلَ الغُسْلِ وَعَدَمِهِ على الاخْتِلافِ فِى "يَطْهُرْنَ"

ترجمہ: قراءت کے اختلاف سے احکام میں اختلاف ظاہر ہوتا ہے، اور اسی لیے فقہاء نے "لَمَسْتُم" اور "اولمستم" کی قراءت میں اختلاف کی بنیاد پر لمس کرنے سے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا مسئلہ بنایا ہے۔ اور حیض کے انقطاع کے بعد غسل سے پہلے جماع کے جواز اور عدم جواز کا اختلاف "یَطْهُرْنَ" کی قراءت کے اختلاف پر مبنی ہے۔

كيفية تحمله

سوال نمبر 67: قرآن کو حاصل کرنے اور سیکھنے کے طریقے بیان کریں؟

جواب: وَلِتَحَمُّلِهِ وتَلَقِّيهِ وَجْهانِ: القِراءَةُ على الشَّيْخِ أَوِ السَّماعِ مِنْ لَفْظِهِ،

فَأَمَّا القِراءَةُ على الشَّيْخِ فَهِيَ المُسْتَعْمَلَةُ سَلَفًا وخَلَفًا، وأَمَّا السَّماعُ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يُقالَ بِهِ هُنا، لِأَنَّ الصَّحابَةَ ﷺ إِنَّما أَخَذُوا القُرْآنَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، لَكِنْ لَمْ يَأْخُذْ بِهِ أَحَدٌ مِنَ القُرَّاءِ، والمَنْعُ فيهِ ظاهِرٌ، لِأَنَّ المَقْصُودَ هُنا كَيْفِيَّةُ الأَداءِ، وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ سَمِعَ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ يَقْدِرُ على الأَداءِ كَهَيْئَتِهِ بِخِلافِ الحَدِيثِ، فَإِنَّ المَقْصُودَ فيهِ المَعْنَى أَوِ اللفْظُ لا بِالْهَيْئاتِ المُعْتَبَرَةِ في أَداءِ القُرْآنِ، وَما الصَّحابَةُ فَكانَتْ فَصاحَتُهُمْ وَطِباعُهُمُ السَّلِيمَةُ تَقْتَضِي قُدْرَتَهُمْ على الأَداءِ كَما سَمِعُوهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ لأَنَّهُ نَزَلَ بِلُغَتِهِمْ، وَمِمَّا يَدُلُّ لِلْقِراءَةِ على الشَّيْخِ عَرْضُ النَّبِيِّ ﷺ القُرْآنَ على جِبْرِيلَ عليه السلام في رَمَضانَ كُلَّ عامٍ، وَيُحْكَى أَنَّ الشَّيْخَ شَمْسَ الدِّينِ ابْنَ الجَزَرِيِّ رحمه الله لَمَّا قَدِمَ القاهِرَةَ وازْدَحَمَتْ عَلَيْهِ الخَلْقُ لَمْ يَتَّسِعْ وَقْتُهُ لِقِراءَةِ الجَمِيعِ، فَكانَ يَقْرَأُ عَلَيْهِمُ الآيَةَ ثُمَّ يُعِيدُونَها فَلَمْ يَكْتَفِ بِقِراءَتِهِ.

وَتَجُوزُ القِراءَةُ على الشَّيْخِ وَلَوْ كانَ غَيْرُهُ يَقْرَأُ عَلَيْهِ في تِلْكَ الحالَةِ إِذا كانَ بِحَيْثُ لا يَخْفَى عَلَيْهِ حالُهُمْ. وَقَدْ كانَ الشَّيْخُ عَلَمُ الدِّينِ السَّخاوِيُّ رحمه الله يَقْرَأُ عَلَيْهِ اثْنانِ وَثَلاثَةٌ في أَماكِنَ مُخْتَلِفَةٍ، وَيَرُدُّ على كُلٍّ مِنْهُمْ، وَكَذا لَوْ كانَ الشَّيْخُ مُشْتَغِلًا بِشُغْلٍ آخَرَ كَنَسْخٍ أَوْ مُطالَعَةٍ.

وأَمَّا القِراءَةُ مِنَ الحِفْظِ فَالظَّاهِرُ أَنَّهَا لَيْسَتْ بِشَرْطٍ بَلْ يُكْتَفَى وَلَوْ مِنَ المُصْحَفِ۔

ترجمہ: قرآن کے حصول کا طریقہ:

قرآن کو حاصل کرنے اور سیکھنے کے دو طریقے ہیں: (۱) شیخ کے سامنے پڑھنا۔ (۲) شیخ کے الفاظ سننا۔

شیخ کے سامنے پڑھنا پہلے سے مستعمل اور معروف طریقہ ہے۔ جہاں تک شیخ کے الفاظ سننے کا تعلق ہے تو اس بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ نے قرآن کو نبی ﷺ سے سنا تھا،

لیکن قاریوں میں سے کسی نے اس طریقے کو نہیں اپنایا۔ اس طریقے میں ممانعت ظاہر ہے، کیونکہ یہاں مقصود ادائیگی کی کیفیت ہے، اور ہر کوئی جو شیخ کے الفاظ سنتا ہے، وہ اس کی مانند ادائیگی نہیں کر سکتا، بر خلاف حدیث کے، جس میں مقصود معنی یا الفاظ ہوتے ہیں، نہ کہ وہ خاص ہیئتیں جو قرآن کی ادائیگی میں معتبر ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی فصاحت اور صحیح طبعیت اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ قرآن کو اسی طرح ادا کر سکتے تھے جیسے انہوں نے نبی ﷺ سے سنا تھا، کیونکہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا تھا۔

شیخ کے سامنے پڑھنے کی دلیل نبی کا ہر سال رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کے سامنے قرآن کا پیش کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب شیخ شمس الدین ابن الجزری رحمہ اللہ قاہرہ آئے اور لوگ ان کے پاس بہت زیادہ تعداد میں آئے تو ان کے پاس سب کو سننے کا وقت نہ تھا، لہذا وہ آیت پڑھتے اور لوگ اسے دہراتے، اور وہ اپنی قراءت پر اکتفانہ کرتے۔ شیخ کے سامنے پڑھنا جائز ہے، چاہے دوسرے لوگ بھی اس وقت ان کے سامنے پڑھ رہے ہوں، بشر طیکہ شیخ ان کی حالت سے واقف ہو۔

شیخ علم الدین السخاوی رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے سامنے دو یا تین افراد مختلف مقامات پر پڑھتے تھے، اور وہ سب کو جواب دیتے تھے، اور اسی طرح اگر شیخ کسی دوسرے کام میں مصروف ہو، جیسے نسخہ یا مطالعہ۔ جہاں تک حفظ سے پڑھنے کا تعلق ہے، تو یہ شرط نہیں ہے، بلکہ مصحف سے پڑھنا بھی کافی ہے۔

كيفيات القراءة

سوال نمبر 68: قرات کی کیفیات کتنی ہیں اور کون کون سی ہیں؟ نیز اِن میں سے ہر ایک کی تعریف بیان کریں؟

جواب: لِلْقِرَاءَةِ ثَلَاثُ كَيْفِيَّاتٍ:

(۱) **التَّحْقِيقُ:** وَهُوَ إِعْطَاءُ كُلِّ حَرْفٍ حَقَّهُ مِنْ إِشْبَاعِ الْمَدِّ وَتَحْقِيقِ الْهَمْزَةِ وَإِتْمَامِ الْحَرَكَاتِ وَاعْتِمَادِ الْإِظْهَارِ وَالتَّشْدِيدَاتِ وَبَيَانِ الْحُرُوفِ وَتَفْكِيكِهَا وَإِخْرَاجِ بَعْضِهَا مِنْ بَعْضٍ بِالسَّكْتِ وَالتَّرْتِيلِ وَالتُّؤَدَةِ وَمُلَاحَظَةِ الْجَائِزِ مِنَ الْوُقُوفِ بِلَا قَصْرٍ وَلَا اخْتِلَاسٍ وَلَا إِسْكَانِ مُحَرَّكٍ وَلَا إِدْغَامِهِ وَهُوَ يَكُونُ لِرِيَاضَةِ الْأَلْسُنِ وَتَقْدِيمِ الْأَلْفَاظِ۔ وَيُسْتَحَبُّ الْأَخْذُ بِهِ عَلَى الْمُتَعَلِّمِينَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَجَاوَزَ فِيهِ إِلَى حَدِّ الْإِفْرَاطِ بِتَوْلِيدِ الْحُرُوفِ مِنَ الْحَرَكَاتِ وَالتَّكْرِيرِ الرَّاءَاتِ وَتَحْرِيكِ السَّوَاكِنِ وَتَطْنِينِ النُّونَاتِ بِالْمُبَالَغَةِ فِي الْغُنَّاتِ كَمَا قَالَ حَمْزَةُ رحمه الله لِبَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ يُبَالِغُ فِي ذَلِكَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ مَا فَوْقَ الْبَيَاضِ بَرَصٌ وَمَا فَوْقَ الْجُعُودَةِ قَطَطٌ وَمَا فَوْقَ الْقِرَاءَةِ لَيْسَ بِقِرَاءَةٍ۔

ترجمہ: قرآت کی تین کیفیات ہیں: (۱) تحقیق (۲) حدر (۳) تدویر

(1) **تحقیق:** تحقیق یہ ہے کہ ہر حرف کو اس کا حق دیا جائے، مثلاً مد کو پورا کھینچنا، ہمزہ کو صحیح طور پر ادا کرنا، حرکات کو مکمل کرنا، اظہارات اور تشدیدات کا اعتبار کرنا، حروف کو واضح کرنا اور انہیں علیحدہ علیحدہ بیان کرنا، سکوت کرنا، ترتیل کرنا اور آہستگی سے پڑھنا، اور جائز وقفوں کا لحاظ کرنا، بغیر کسی قصر، اختلاس کے، متحرک کو ساکن کرنا یا بغیر ادغام کے۔ یہ زبانوں کی مشق اور الفاظ کی پیشکش کے لئے ہوتا ہے۔ معلمین کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، بغیر اس میں حد سے تجاوز کیے، جیسے کہ حرکات سے حروف پیدا کرنا، راء کی تکرار کرنا، ساکن حروف کو حرکت دینا، اور نون کی آواز کو غنہ کے ساتھ زیادہ کرنا۔ جیسا کہ حمزہ رحمہ اللہ نے کسی پڑھنے والے سے کہا جو اس میں مبالغہ کر رہا تھا: "کیا تم نے نہیں جانا کہ جو چیز سفیدی سے بڑھ جائے وہ برص بن جاتی ہے، اور جو چیز خوشکی سے بڑھ جائے وہ قحط بن جاتی ہے، اور جو چیز قرآت سے بڑھ جائے وہ قرآت نہیں رہتی۔

(۲) **الحَدْرُ**: "بِفَتْحِ الحَاءِ وَسُكُونِ الدَّالِ الـمُهْمَلَتَيْنِ" وَهُوَ إِدْرَاجُ الْقِرَاءَةِ وَسُرْعَتُهَا وَتَخْفِيفُهَا بِالْقَصْرِ وَالتَّسْكِينِ وَالِاخْتِلَاسِ وَالْبَدَلِ وَالْإِدْغَامِ الْكَبِيرِ وَتَخْفِيفِ الْهَمْزَةِ وَنَحْوِ ذَٰلِكَ مِمَّا صَحَّتْ بِهِ الرِّوَايَةُ مَعَ مُرَاعَاةِ إِقَامَةِ الْإِعْرَابِ وَتَقْوِيمِ اللَّفْظِ وَالتَّمْكِينِ الْحُرُوفِ بِدُونِ بَتْرِ حُرُوفِ الْمَدِّ وَاخْتِلَاسِ أَكْثَرِ الْحَرَكَاتِ وَذَهَابِ صَوْتِ الْغُنَّةِ وَالتَّفْرِيطِ إِلَى غَايَةٍ لَا تَصِحُّ بِهَا الْقِرَاءَةُ۔

(۲) **حدر**: (حاء مفتوح دال کے سکون کیساتھ) اس میں قرآت کو تیزی سے قصر و سکون تخفیف کرتے ہوئے، جس میں قصر، تسکین، اختلاس، بدل، ادغام کبیر، اور ہمزہ کو ہلکا کرنا شامل ہے، جیسا کہ روایت میں صحیح ثابت ہوا ہے، ساتھ ہی اعراب کو قائم رکھنا، الفاظ کی درستگی، اور حروف کو پورے ادا کرنا، بغیر مد کے حروف کو توڑے، زیادہ تر حرکات کو مختلس کیے بغیر، غنہ کی آواز کو ختم کیے بغیر اور اس حد تک نہیں جانا چاہیے کہ قرآت صحیح نہ رہے۔

(۳) **التَّدْوِيرُ**: هُوَ التَّوَسُّطُ بَيْنَ الْمَقَامَيْنِ مِنَ التَّحْقِيقِ وَالْحَدْرِ وَهُوَ الَّذِي وَرَدَ عَنْ أَكْثَرِ الْأَئِمَّةِ مِمَّنْ مَدَّ الْمُنْفَصِلَ وَلَمْ يَبْلُغْ فِيهِ الْإِشْبَاعَ وَهُوَ مَذْهَبُ سَائِرِ الْقُرَّاءِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْأَدَاءِ۔ وَمِنَ الْمُهِمَّاتِ تَجْوِيدُ الْقُرْآنِ وَقَدْ أَفْرَدَهُ جَمَاعَةٌ كَثِيرُونَ بِالتَّصْنِيفِ وَمِنْهُمْ "الدَّانِيُّ ﷬" وَغَيْرُهُ أُخْرِجَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ جَوِّدُوا الْقُرْآنَ۔

(۳) **تدویر**: "تحقیق" اور "حدر" کے درمیان کا توسط ہے۔ یہ وہ ہے جو اکثر آئمہ سے منقول ہے جنہوں نے "منفصل" کو مد دیا ہے اور اسے اشباع تک نہیں پہنچایا۔ یہ تمام قراء کا مسلک ہے اور اہل اداء کے نزدیک یہ منتخب شدہ طریقہ ہے۔

اہم امور میں سے قرآن کی تجوید بھی ہے اور بہت سے لوگوں نے اس پر تصنیفات کی ہیں جن میں "دانی ﷬" اور دیگر شامل ہیں۔ ابن مسعود ﷛ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: قرآن کو بہتر انداز میں پڑھو۔

سوال نمبر 69: قراءت کو تجوید سے پڑھنے کی ضرورت کو بیان کریں؟

جواب: قَالَ الْقُرَّاءُ التَّجْوِيدُ حِلْيَةُ الْقِرَاءَةِ وَهُوَ إِعْطَاءُ الْحُرُوفِ حُقُوقَهَا وَتَرْتِيبِهَا وَرَدُّ الْحَرْفِ إِلَى مَخْرَجِهِ وَأَصْلِهِ وَتَلْطِيفُ نُطْقِهِ عَلَى كَمَالِ هَيْئَتِهِ مِنْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا تَعَسُّفٍ وَلَا إِفْرَاطٍ وَلَا تَكَلُّفٍ وَإِلَى ذٰلِكَ أَشَارَ ﷺ بِقَوْلِهِ (مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ) يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ رضي الله عنه قَدْ أُعْطِيَ حَظًّا عَظِيمًا فِي تَجْوِيدِ الْقُرْآنِ۔

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأُمَّةَ كَمَا هُمْ مُتَعَبَّدُونَ بِفَهْمِ مَعَانِي الْقُرْآنِ وَإِقَامَةِ حُدُودِهِ هُمْ مُتَعَبَّدُونَ بِتَصْحِيحِ أَلْفَاظِهِ وَإِقَامَةِ حُرُوفِهِ عَلَى الصِّفَةِ الْمُتَلَقَّاةِ مِنْ أَئِمَّةِ الْقُرَّاءِ الْمُتَّصِلَةِ بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَقَدْ عَدَّ الْعُلَمَاءُ الْقِرَاءَةَ بِغَيْرِ تَجْوِيدٍ لَحْنًا۔

ترجمہ: قاریوں نے کہا: تجوید قراءت کی زینت ہے اور یہ حروف کو ان کے حقوق اور ترتیب کے ساتھ ادا کرنے کا نام ہے، یعنی ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا، اور اسے مکمل طور پر صحیح انداز میں ادا کرنا، بغیر کسی زیادتی، مبالغہ، افراط یا تصنع کے۔ اسی کی طرف نبی رحمت ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "جو شخص چاہتا ہے کہ قرآن کو تازہ (اسی حالت میں) پڑھے جیسے وہ نازل ہوا تھا، تو وہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت کے مطابق پڑھے۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن کی تجوید میں بڑا مقام حاصل تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح امت قرآن کے معانی کو سمجھنے اور اس کی حدود کو قائم کرنے کی پابند ہے، اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کو صحیح طریقے سے ادا کرنے اور حروف کو ان کی مطلوبہ صفات کے ساتھ پڑھنے کی بھی پابند ہے، جو انہیں قراء کے آئمہ سے متصل نبوت کی حضور ﷺ سے ملی ہیں۔ علماء رحمہم اللہ نے تجوید کے بغیر پڑھنے کو غلطی شمار کیا ہے۔

فصل: فی کیفیۃ الاخذ بافراد القراءات وجمعها:

سوال نمبر 70: کیا اسلاف قرآنِ پاک کا دور مختلف قراءتوں پر کیا کرتے تھے؟

جواب: الَّذِی کَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ أَخْذُ كُلِّ خَتْمَةٍ بِرِوَايَةٍ لَا يَجْمَعُونَ رِوَايَةً إِلَى غَيْرِهَا۔ إِلَى أَثْنَاءِ الْمِائَةِ الْخَامِسَةِ فَظَهَرَ جَمْعُ الْقِرَاءَاتِ فِي الْخَتْمَةِ الْوَاحِدَةِ وَاسْتَقَرَّ عَلَيْهِ الْعَمَلُ وَلَمْ يَكُونُوا يَسْمَحُونَ بِهِ إِلَّا لِمَنْ أَفْرَدَ الْقِرَاءَاتِ وَأَتْقَنَ طُرُقَهَا وَقَرَأَ لِكُلِّ قَارِئٍ بِخَتْمَةٍ عَلَى حِدَةٍ بَلْ إِذَا كَانَتْ لِلشَّيْخِ رِوَايَاتٌ قَرَأُوا لِكُلِّ رَاوٍ بِخَتْمَةٍ ثُمَّ يَجْمَعُونَ لَهُ وَهَكَذَا۔

وَتَسَاهَلَ قَوْمٌ فَسَمَحُوا أَنْ يَقْرَأَ لِكُلِّ قَارِئٍ مِنَ السَّبْعَةِ بِخَتْمَةٍ سِوَاءً نَافِعٍ وَحَمْزَةَ ﷫ فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَأْخُذُونَ بِخَتْمَةٍ لِقَالُونَ ثُمَّ خَتْمَةٍ لِوَرْشٍ ثُمَّ خَتْمَةٍ لِخَلَفٍ ثُمَّ خَتْمَةٍ لِخَلَّادٍ ﷫ وَلَا يَسْمَحُ أَحَدٌ بِالْجَمْعِ إِلَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَعَمْ إِذَا رَأَوْا شَخْصًا أَفْرَدَ وَجَمَعَ عَلَى الشَّيْخِ مُعْتَبَرٍ وَأُجِيزَ وَتَأَهَّلَ وَأَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ الْقِرَاءَاتِ فِي خَتْمَةٍ لَا يُكَلِّفُونَهُ الْإِفْرَادَ لِعِلْمِهِمْ بِوُصُولِهِ إِلَى حَدِّ الْمَعْرِفَةِ وَالْإِتْقَانِ، ثُمَّ لَهُمْ فِي الْجَامِعِ مَذْهَبَانِ۔

ترجمہ: پہلے سلف کا طریقہ یہ تھا کہ ہر ختمہ (یعنی مکمل قرآن کی تلاوت کا ایک دور) کو ایک ہی روایت میں مکمل کیا جاتا تھا اور وہ ایک روایت کو دوسری کے ساتھ نہیں ملاتے تھے۔

پانچویں صدی ہجری کے دوران، ایک ختمہ میں مختلف قراءتوں کو جمع کرنے کا رواج شروع ہوا اور اس پر عمل مستحکم ہو گیا۔ وہ اس کی اجازت صرف ان لوگوں کو دیتے تھے جنہوں نے قراءتوں کو الگ الگ پڑھا اور ان کے طریقوں کو اچھی طرح سیکھا تھا اور ہر قاری کی قراءت کو علیحدہ علیحدہ مکمل کیا اور اگر شیخ کے پاس مختلف روایات ہوتی تھیں، تو ہر روایت کے راوی کی قراءت کو الگ مکمل کیا ہو پھر وہ قراءت کو جمع کر سکتا تھا اور اسی طرح عمل کرتے تھے۔

کچھ لوگوں نے نرمی دکھائی اور اجازت دی کہ قرّاءِ سبعہ میں سے کسی ایک قاری کی قراءت جو مکمل کیا ہو سوائے نافع اور حمزہ﷫ کے، تو وہ ایک ختمہ قالون کے لئے، پھر ورش کے لئے، پھر خلف کے لئے، اور پھر خلاد﷫ کے لئے لیتے تھے۔ اور کوئی جمع کی اجازت نہیں دیتا تھا، سوائے اس کے کہ پہلے الگ الگ ختمے پڑھے جائیں۔ ہاں اگر وہ دیکھتے کہ کسی شخص نے الگ الگ پڑھا اور شیخ کے پاس جمع کیا، اور اسے اجازت

مل گئی اور وہ موزوں ہو گیا، اور وہ ایک ختمے میں قراء تیں جمع کرنا چاہتا ہے، تو وہ اسے الگ الگ ختمے پڑھنے کی تکلیف نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ معرفت اور اتقان کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ پھر انکے پاس جمع کرنے کے دو طریقے تھے۔

أَحَدُهُمَا: اَلْجَمْعُ بِالْحَرْفِ بِأَنْ يَشْرَعَ فِي الْقِرَاءَةِ فَإِذَا مَرَّ بِكَلِمَةٍ فِيهَا خُلْفٌ أَعَادَهَا بِالْمُفْرَدِهَا حَتَّى يَسْتَوْفِيَ مَا فِيهَا ثُمَّ يَقِفَ عَلَيْهَا إِنْ صَلَحَتْ لِلْوَقْفِ وَإِلَّا وَصَلَهَا بِآخِرِ وَجْهٍ حَتَّى يَنْتَهِيَ لِلْوَقْفِ وَإِنْ كَانَ الْخُلْفُ يَتَعَلَّقُ بِكَلِمَتَيْنِ كَالْمَدِّ الْمُنْفَصِلِ وَقَفَ عَلَى الثَّانِيَةِ وَاسْتَوْعَبَ الْخِلَافَ وَانْتَقَلَ إِلَى مَا بَعْدَهَا وَهَذَا مَذْهَبُ الْمِصْرِيِّينَ۔

ترجمہ: پہلا طریقہ "جمع بالحرف" ہے کہ قراءت شروع کرے، اور جب ایسے کلمہ پر پہنچے جس میں اختلاف ہو، تو اسے مفرد کے طور پر دوبارہ پڑھے یہاں تک کہ اس میں موجود تمام اختلافات کو پورا کرلے ، پھر اس پر وقف کرے اگر وقف کے قابل ہو، ورنہ آخری قراءت کے ساتھ ملا کر پڑھ لے، یہاں تک کہ وقف تک پہنچ جائے۔ اور اگر اختلاف دو کلمات سے متعلق ہو، جیسے مد منفصل، تو دوسرے کلمہ پر وقف کرے اور تمام وجوہ قراءت کو پورا کرلے، پھر آگے بڑھ جائے۔ یہ مصریوں کا طریقہ ہے۔

ثَانِيهِمَا: اَلْجَمْعُ بِالْوَقْفِ بِأَنْ يَشْرَعَ بِقِرَاءَةِ مَنْ قَدَّمَهُ حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى وَقْفٍ ثُمَّ يَعُودَ إِلَى الْقَارِئِ الَّذِي بَعْدَهُ إِلَى ذَلِكَ الْوَقْفِ ثُمَّ يَعُودَ وَهَكَذَا حَتَّى يَفْرُغَ۔

وَهَذَا مَذْهَبُ الشَّامِيِّينَ وَهُوَ أَشَدُّ اسْتِحْضَارًا وَأَطْوَلُ زَمَنًا وَأَجْوَدُ مَكَانًا وَذَكَرَ أَبُو الْحَسَنِ الْقِيجَاطِيُّ ﷫ فِي قَصِيدَتِهِ وَشَرْحِهَا لِجَامِعِ الْقِرَاءَاتِ شُرُوطًا سَبْعَةً حَاصِلُهَا خَمْسَةٌ:

أَحَدُهَا: حُسْنُ الْوَقْتِ۔

ثَانِيهَا: حُسْنُ الِابْتِدَاءِ۔

ثَالِثُهَا: حُسْنُ الْأَدَاءِ۔

رَابِعُهَا: عَدَمُ التَّرْكِيبِ فَإِذَا قَرَأَ الْقَارِئُ لَا يَنْتَقِلُ إِلَى قِرَاءَةِ غَيْرِهِ حَتَّى يُتِمَّ مَا فِيهَا۔

خَامِسُها: رِعَايَةُ التَّرْتِيبِ فِي الْقِرَاءَةِ وَالِابْتِدَاءِ بِمَا بَدَأَ بِهِ الْمُؤَلِّفُونَ فِي كُتُبِهِمْ فَيَبْدَأُ بِنَافِعٍ قَبْلَ ابْنِ كَثِيرٍ وَبِقَالُونَ قَبْلَ وَرْشٍ رحمہ اللہ۔

قَالَ ابْنُ الْجَزَرِيِّ رحمہ اللہ وَالصَّوَابُ أَنَّ هَذَا لَيْسَ بِشَرْطٍ بَلْ مُسْتَحَبٌّ وَأَمَّا قَدْرُ مَا يَقْرَأُ حَالَ الْأَخْذِ فَقَدْ كَانَ الصَّدْرُ الْأَوَّلُ لَا يَزِيدُونَ عَلَى عَشْرِ آيَاتٍ لِكَائِنٍ مَنْ كَانَ وَأَمَّا مَنْ بَعْدَهُمْ فَرَأَوْهُ بِحَسَبِ قُوَّةِ الْأَخْذِ۔

ترجمہ: دوسرا طریقہ "جمع بالوقف" ہے، یعنی ایک قاری کی قراءت سے شروع کرنا یہاں تک کہ وقف تک پہنچ جائے، پھر اسی وقف تک اگلے قاری کی قراءت کرنا، اور اس طرح بار بار دہرانا یہاں تک کہ ختم ہو جائے۔

یہ شامیوں کا طریقہ ہے، اور یہ سب سے زیادہ دھیان دینے والا، زیادہ وقت لینے والا اور بہترین طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ ابو الحسن القیجاطی رحمہ اللہ نے اپنی قصیدہ اور اس کی شرح میں جامع القراءات کے لیے سات شرائط بیان کی ہیں، جن کا خلاصہ پانچ ہے:

۱. حسن الوقف۔

۲. حسن الابتداء۔

۳. حسن الاداء۔

۴. ترکیب کا نہ ہونا، یعنی جب قاری قراءت کرتا ہے تو دوسری قراءت کی طرف منتقل نہیں ہوتا جب تک کہ پہلی کو مکمل نہ کر لے۔

۵. قراءت میں ترتیب کی رعایت کرنا اور ان کی کتابوں میں جو مؤلفین نے ترتیب دی ہے اس پر عمل کرنا، یعنی ابن کثیر سے پہلے نافع، اور قالون سے پہلے ورش رحمہ اللہ کی قراءت سے ابتداء کرنا۔

ابن الجزری رحمہ اللہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

مقدار قراءت: جب قراءت کی جائے تو پہلی بار دس آیات سے زیادہ نہیں پڑھی جاتی تھیں، جو بھی ہوتا تھا۔ بعد میں لوگوں نے اسے قاری کی قابلیت کے حساب سے دیکھا۔

سوال نمبر71: کیاقرآن کا حکم بھی اسی طرح ہے ؟یعنی کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن کی آیت کو آگے بیان کرے؟

جواب: فَائِدَةٌ: ادَّعى ابن خَيْرِ الأَشْبِيلِيُّ الإِجْمَاعَ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ الأَحَدُ أَنْ يَنْقُلَ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ بِرِوَايَةٍ وَلَوْ بِالإِجَازَةِ فَهَلْ يَكُونُ حُكْمُ الْقُرْآنِ كَذَلِكَ فَلَيْسَ الأَحَدُ أَنْ يَنْقُلَ آيَةً أَوْ يَقْرَأَهَا وَمَا لَمْ يَقْرَأْهَا عَلَى شَيْخٍ، قَالَ السُّيُوطِيُّ: لَمْ أَرَ فِيهِ نَقْلاً وَلِذَلِكَ وَجْهٌ مِنْ حَيْثُ أَنَّ الاحْتِيَاطَ فِي أَدَاءِ أَلْفَاظِ الْقُرْآنِ أَشَدُّ مِنْهُ فِي أَلْفَاظِ الْحَدِيثِ وَلِعَدَمِ اشْتِرَاطِهِ فِيهِ وَجْهٌ مِنْ حَيْثُ أَنَّ اشْتِرَاطَهُ ذَلِكَ فِي الْحَدِيثِ إِنَّمَا هُوَ الْخَوْفُ أَنْ يَدْخُلَ فِي الْحَدِيثِ مَا لَيْسَ مِنْهُ أَوْ يَتَقَوَّلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْهُ وَالْقُرْآنُ مَحْفُوظٌ مُتَلَقًّى مُتَدَاوَلٌ مُيَسَّرٌ وَهَذَا هُوَ الظَّاهِرُ.

ترجمہ: فائدۃ: ابن خیر الاشبیلی ؒ نے اجماع کا دعویٰ کیا کہ ان کے مطابق کسی کے پاس روایت نہ ہونے کی صورت میں کسی بھی حدیث کو نبی ﷺ کی طرف سے منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے، چاہے وہ اجازت کے ساتھ ہو۔

کیا قرآن کا حکم بھی اسی طرح ہے؟ یعنی کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن کی آیت کو آگے بیان کرے خواہ اس نے شیخ کو یہ قراءت سنائی ہو یا نہ سنائی ہو (مراد یہ ہے کہ کیا اسکے لئے بھی اجازت اور روایت کا ہونا ضروری ہوگا)؟ جواب اس پر امام سیوطی ؒ نے کہا: میں نے اس پر کسی قسم کی روایت نہیں دیکھی اور اسی وجہ سے کہ قرآن کے الفاظ کی ادائیگی میں احتیاط حدیث کے الفاظ سے زیادہ سخت ہے اور اس میں اس کی شرائط کی ضرورت نہیں ہے اور حدیث میں اس کے شرط ہونے کی وجہ خوف ہے کہ حدیث میں نبی کی طرف سے کوئی ایسی بات منسوب ہو جائے جس کا تعلق سرکار دوعالم ﷺ، سے نہیں ہے یا ایسا قول منسوب ہو جائے جو سرکار نے فرمایا ہی نہیں، جبکہ قرآن حفاظت شدہ، منتقل اور آسانی سے دستیاب ہے۔یہی واضح معنی ہیں۔

فَائِدَةٌ الثَّانِيَةِ: الإِجَازَةُ مِنَ الشَّيْخِ غَيْرُ شَرْطٍ جوَازُ التَّصْدِيقِ وَالإِفَادَةِ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْ نَفْسِهِ الأَهْلِيَّةَ جَازَ لَهُ ذَلِكَ وَإِنْ لَمْ يُجَزْهُ أَحَدٌ، وَعَلَى ذَلِكَ السَّلَفُ الأَوَّلُونَ وَالصَّدْرُ الصَّالِحُ، وَكَذَلِكَ فِي كُلِّ عِلْمٍ وَفِي الإِقْرَاءِ وَالإِفْتَاءِ خِلَافًا بِمَا يَتَوَهَّمُهُ الأَغْبِيَاءُ مِنْ اِعْتِقَادِ كَوْنِهَا شَرْطًا، وَإِنَّمَا اِصْطَلَحَ النَّاسُ عَلَى الإِجَازَةِ لِأَنَّ أَهْلِيَّةَ الشَّخْصِ لَا يَعْلَمُهَا غَالِبًا مَنْ يُرِيدُ الأَخْذَ عَنْهُ مِنَ الْمُبْتَدِئِينَ وَنَحْوِهِمْ لِقُصُورِ مَقَامِهِمْ عَنْ ذَلِكَ وَالْبَحْثِ عَنِ الأَهْلِيَّةِ قَبْلَ الأَخْذِ شَرْطًا، فَجَعَلَتِ الإِجَازَةُ كَالشَّهَادَةِ مِنَ الشَّيْخِ لِلْمُجَازِ بِالأَهْلِيَّةِ.

ترجمہ: دوسرا فائدہ: اقراء یعنی قرآن کریم سکھانے کے لئے اور اس سے فائدہ پہنچانے کے لئے استاذ سے اجازت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیت کا علم رکھتا ہے، اُسے یہ کام کرنے کی اجازت ہے، چاہے اُسے کسی کی اجازت نہ ہو۔ سلف وصالحین کا پہلے اسی پر عمل رہا ہے۔ اسی طرح ہر علم میں، قراءت اور افتاء میں، بخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے اس معاملے میں اجازت اور سند کے شرط ہونے کا اعتقاد کیا؛ یہ ان کو وہم ہے۔ یہ اجازت لوگوں کی بنائی ہوئی اصطلاح ہے، اور لوگوں نے یہ اصطلاح) اسلئے بنائی کہ جو افراد ابتدائی طور پر علم حاصل کرنے والے ہوتے ہیں وہ اکثر اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں کہ وہ کس سے علم حاصل کریں۔ اپنی غور وفکر کی صلاحیت کے کم ہونے کی وجہ سے۔ اور اہلیت کا جاننا علم دین کو حاصل کرنے سے پہلے ضروری ہے (یعنی اخذ علم سے قبل مبتدی، شیخ کی صلاحیت و قابلیت سے واقف ہو) اسی وجہ استاذ کی طرف سے اجازت کا ہونا یہ گواہی اور شہادت کی طرح ہے جو اہلیت کی بناء پر اخذ علم کرنے والے کو دی جاتی ہے۔

الاستحباب الاکثار من قرأۃ القرآن:

سوال نمبر72: قرآن کو کتنے دنوں میں پڑھنا مستحسن ہے؟ نیز کتنے دنوں میں قرآن کو مکمل کرنے سے منع فرمایا گیا؟ حدیث بیان کریں؟

جواب: يُستحَبُّ الاكثارُ مِن قراءةِ القرآنِ وتلاوتِهِ قال ﷻ مُثنِيًا على مَن كانَ ذَلِكَ دَأبَهُ {يَتلُونَ آياتِ اللهِ آناءَ الَّيلِ} [آل عمران ۱۱۳]

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِن حديثِ ابنِ عُمَرَ ﷺ: لا حَسَدَ إلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٍ أتَاهُ اللهُ ﷻ بِالقُرآنِ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ إنَّا بِاللَّيلِ وَإنَّا بِالنَّهارِ۔

وَرُوِىَ التِّرمِذِيُّ ﷫ مِن حَدِيثِ ابنِ مَسْعُودٍ ﷺ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ ﷻ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَأَخْرَجَ مِن حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ الرَّبُّ ﷻ مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَذِكْرِى عَنْ مَسْأَلَتِي آتَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا آتَيْتُ السَّائِلِينَ، وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ ﷻ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ ﷻ عَلَى سَائِرِ خَلْقِهِ وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ ﷫ مِن حَدِيثِ أَبِي إِمَامَةَ ﷺ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الشَّفِيعَ لِأَصْحَابِهِ وَأَخْرَجَ الْبَيهَقِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ ﷺ: الْبَيْتُ الَّذِى يَقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ يَتَرَائَى لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تَتَرَائَى النُّجُومُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ مِن حَدِيثِ أَنَسٍ ﷺ نَوِّرُوا مَنَازِلَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَخْرَجَ مِنْ حَدِيثِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ﷺ: أَفْضَلُ عَادَةِ أُمَّتِي قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَأَخْرَجَ مِنْ حَدِيثِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ ﷺ: كُلُّ مُؤَدَّبٍ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى مَأْدَبَتُهُ وَمَأْدَبَةُ اللهِ فَلا تَجْهَرُوهُ

ترجمہ: قرآن کی زیادہ قرائت کا مستحب ہونا:

قرآن کی زیادہ قراءت اور تلاوت کو مستحب سمجھا جاتا ہے۔اللہ ﷻ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو قرآن کی تلاوت کے عادی ہیں، فرمایا گیا: "يَتلُونَ آياتِ اللهِ آناءَ الَّيلِ" [آل عمران ۱۱۳]۔

ابنِ عمر ﷺ کی ایک حدیث میں ہے: "لاحسد إلا فی اثنتین، رجل أتاه الله بالقرآن فهو يقوم به آناء الليل و آناء النهار۔" رشک صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے: اس میں سے ایک صورت یہ ہے کہ وہ شخص جسے اللہ ﷻ نے قرآن عطا فرمایا ہو اور وہ رات دن اسے پڑھتا ہے اس پر رشک ہونا چاہیے۔

"امام ترمذی﷫ سے ابنِ مَسْعُود﷛ کی حدیث روایت کی گئی ہے: "جو شخص اللہ﷯ کی کتاب کا ایک حرف پڑھے، اس کے لئے ایک نیکی ہے، اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کی مثل ہے"۔ ابو سعید﷛ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اللہ﷯ نے فرمایا: جو قرآن کی تلاوت کرنے اور اور میرا ذکر کرنے کی وجہ سے مجھ سے دعا نہ کر سکا، میں اس کو دعا کرنے والوں سے زیادہ عطا کروں گا، اور اللہ﷯ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی ہے جیسی کہ اللہ﷯ کی اپنی تمام مخلوق پر ہے۔

امام مسلم﷫ نے ابوامامہ کی حدیث بیان کی: "قرآن کی تلاوت کرو، کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کریگا"۔ البیہقی کی روایت سے،

حضرت عائشہ﷞ کا فرمان: " وہ گھر جہاں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، اس گھر کو آسمان والے، آسمان سے ایسا دیکھتے ہیں جیسے زمین والے زمین سے ستارے دیکھتے ہیں۔ (یعنی وہ گھر روشن ہوتا ہے)

" حضرت انس﷛ کی حدیث سے ہے: "اپنے گھروں کو نماز اور قرآن کی تلاوت سے روشن کرو"۔

نعمان بن بشیر﷛ کی حدیث سے ہے: "میری امت کی سب سے بہترین عبادت قرآن کی تلاوت ہے"۔

سمرہ بن جندب﷛ کی حدیث سے ہے: "ہر دعوت کرنے والا اس بات، کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دعوت کو قبول کیا جائے اور اللہ﷯ کی دعوت قرآن کریم کی تلاوت کرنا ہے (لہذا تم قرآن کی تلاوت کیا کرو) اس بالکل نہ چھوڑو۔"

سوال نمبر 73: قرآن کتنے دنوں میں مکمل کرنا چاہیئے؟

جواب: عادات السلف في قدر القراءة

وَقَدْ كَانَ لِلسَّلَفِ فِي قَدْرِ الْقِرَاءَةِ عَادَاتٌ، فَقَدْ جَاءَ أَنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ يَخْتُمُ الْقُرْآنَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَبَعْضُهُمْ مَرَّتَيْنِ وَبَعْضُهُمْ مَرَّةً، وَقِيلَ غَيْرُ ذَلِكَ. وَقَدْ ذَمَّتْ عَائِشَةُ﷞ ذَلِكَ. فَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مُخَرَّاقٍ﷫ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ﷞: "إِنَّ رِجَالًا يَقْرَأُ أَحَدُهُمُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا". فَقَالَتْ﷞: "قَرَؤُوا وَلَمْ يَقْرَؤُوا، كُنْتُ أَقُومُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ التَّمَامِ، فَيَقْرَأُ بِالْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ

وَالنِّسَاءِ، فَلَا يَمُرُّ بِآيَةٍ فِيهَا اسْتِبْشَارٌ إِلَّا دُعَاءً وَرَغْبًا، وَلَا بِآيَةٍ فِيهَا تَخَوُّفٌ إِلَّا دُعَا وَاسْتِعَاذَ". وَيَلِي ذَلِكَ مَنْ كَانَ يَخْتِمُ فِي لَيْلَتَيْنِ وَيَلِيهِ مَنْ كَانَ يَخْتِمُ فِي كُلِّ ثَلَاثٍ وَهُوَ حَسَنٌ.

ترجمہ: سلف کے لئے قرآن کی تلاوت کا ایک خاص انداز تھا، کچھ لوگ دن، رات میں تین بار قرآن ختم کرتے تھے، کچھ دو بار اور کچھ ایک بار۔ اور اسکے علاوہ مزید اقوال بھی ہیں۔ حضرت عائشہ ﷝ اس بات کو ناپسند کرتی تھیں۔

ابن ابی داؤد نے مسلم بن مخراق ﷫ کے ذریعے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرتِ عائشہ ﷝ سے پوچھا: "کچھ لوگ رات کو دو بار یا تین بار قرآن پڑھتے ہیں۔" تو امی عائشہ صدیقہ ﷝ نے جواب دیا: "وہ پڑھتے ہو یا نہ پڑھتے ہو (رسول اللہ ﷺ کا جو انداز تھا وہ یہ تھا کہ) میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری رات قیام کرتی تھیں، ان میں حضور ﷺ، البقرہ، آل عمران اور النساء پڑھا کرتے تھے، تو جب بھی ان میں خوشی کی آیت آتی تو دعا کرتے اور رغبت کا اظہار کرتے، اور جب بھی خوف والی آیت آتی تو دعا کرتے اور اللہ ﷻ کی پناہ مانگتے۔

اس کے بعد قرآن کریم کو دو راتوں میں مکمل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر تین راتوں میں قرآن کریم مکمل کیا جانے لگا۔ اور یہ انداز احسن (اچھا) ہے

سوال نمبر 74: تین دن سے کم میں قرآن مکمل کرنے کا حکم بیان کریں؟

جواب: وَكَرِهَ جَمَاعَاتُ الْخَتْمِ فِي أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ، لِمَا رَوَى أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ﷭ وَصَحَّحَهُ. مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ﷠ مَرْفُوعًا: "لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ".

وَأَخْرَجَ ابْنُ دَاوُدَ وَسَعِيدُ بْنِ مَنْصُورٍ ﷫ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ ﷜ مَوْقُوفًا قَالَ: "لَا تَقْرَءُوا الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ".

وَأَخْرَجَ أَحْمَدُ وَأَبُو عُبَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُنْذِرِ -وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ- قَالَ: "قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثٍ قَالَ نَعَمْ إِنْ اسْتَطَعْتَ" وَيَلِيهِ مَنْ خَتَمَ فِي أَرْبَعٍ، ثُمَّ فِي خَمْسٍ، ثُمَّ فِي سَبْعٍ، وَهَذَا أَوْسَطُ الْأُمُورِ وَأَحْسَنُهَا، وَهُوَ فِعْلُ الْأَكْثَرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ.

ترجمہ: اور مکروہ سمجھا گیا کہ قرآن مجید کو تین دن سے کم میں ختم کیا جائے، کیونکہ ابوداود اور ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہوئی ہے:

"جو قرآن تین دن سے کم میں پڑھے، وہ اس کی فقہ (سمجھ) حاصل نہیں کرتا۔"

ابن داود اور سعید بن منصور نے ابن مسعود سے موقوفاً روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: "قرآن کو تین دن سے کم میں نہ پڑھو۔"

احمد اور ابو عبید نے سعید بن منذر سے روایت کیا ہے -اور ان کے علاوہ کسی نے یہ حدیث نقل نہیں کی- انہوں نے کہا: "میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں تین دن میں قرآن پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اگر تم کر سکو۔" اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو چار دن میں قرآن مکمل کرتے، پھر پانچ دن میں قرآن کو مکمل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا پھر چھ دن اور پھر سات میں قرآن کریم کو مکمل کیا جانے لگا۔ اور یہ درمیانی اور بہترین طریقہ ہے، اس انداز اکثر صحابہ کرام اور سلف صالحین کا عمل رہا ہے۔

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ. قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: اقْرَأْهُ فِي عَشْرٍ. قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ۔

وَأَخْرَجَ أَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُهُ مِنْ طَرِيقِ وَاسِعِ بْنِ حِبَانَ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ -وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ- أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: فِي خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا. قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُنِي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: اقْرَأْهُ فِي جُمُعَةٍ- وَيَلِي ذَلِكَ مَنْ خَتَمَ فِي ثَمَانٍ، ثُمَّ فِي عَشْرٍ، ثُمَّ فِي شَهْرٍ، ثُمَّ فِي شَهْرَيْنِ۔

أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ عَنْ مَكْحُولٍ رحمه الله: قَالَ كَانَ أَقْوِيَاءُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ فِي سَبْعٍ، بَعْضُهُمْ فِي شَهْرٍ، وَبَعْضُهُمْ فِي شَهْرَيْنِ، وَبَعْضُهُمْ فِي أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ۔

وَقَالَ أَبُو اللَّيْثِ فِي "الْبُسْتَانِ": يُنْبَغِي لِلْقَارِئِ أَنْ يَخْتِمَ فِي السَّنَةِ مَرَّتَيْنِ إِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الزِّيَادَةِ.

وَقَدْ رَوَى الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ رحمه الله عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رحمه الله: أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّتَيْنِ فَقَدْ أَدَّى حَقَّهُ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ عَرَضَ عَلَى جِبْرِيلَ عليه السلام فِي السَّنَةِ الَّتِي قُبِضَ فِيهَا مَرَّتَيْنِ۔

وَقَالَ النَّوَوِيُّ رحمه الله فِي "الْأَذْكَارِ": الْمُخْتَارُ أَنَّ ذَلِكَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَشْخَاصِ، فَمَنْ كَانَ يُظْهِرُ لَهُ بِدَقِيقِ الْفِكْرِ لَطَائِفَ وَمَعَارِفَ فَلْيَقْتَصِرْ عَلَى قَدْرٍ يَحْصُلُ لَهُ مَعَهُ كَمَالُ فَهْمِ مَا يَقْرَأُ، وَكَذَلِكَ مَنْ كَانَ مَشْغُولًا بِنَشْرِ الْعِلْمِ أَوْ فَصْلِ الْحُكُومَاتِ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ مُهِمَّاتِ الدِّينِ وَالْمَصَالِحِ الْعَامَّةِ فَلْيَقْتَصِرْ عَلَى قَدْرٍ لَا يَحْصُلُ بِسَبَبِهِ إِخْلَالٌ بِمَا هُوَ مُشْتَغِلٌ بِهِ وَلَا فَوَاتُ كَمَالِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ هَؤُلَاءِ الْمَذْكُورِينَ فَلْيُكْثِرْ مَا أَمْكَنَهُ مِنْ غَيْرِ خُرُوجٍ إِلَى حَدِّ الْمَلَلِ أَوِ الْهَذْرَمَةِ فِي الْقِرَاءَةِ۔

ترجمہ: صحیح بخاری اور صحیح مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "قرآن کو ایک مہینے میں پڑھو۔" میں نے کہا: "میں طاقتور ہوں (یعنی میں ایک مہینے سے کم میں قرآن مکمل کرنے کی طاقت رکھتا ہوں)"۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے دس دن میں پڑھو۔" میں نے کہا: "میں طاقتور ہوں۔" (یعنی میں دس دن سے کم میں قرآن مکمل کرنے کی طاقت رکھتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے سات دن میں پڑھو اور اس سے زیادہ نہ کرو۔"، (یعنی اس سے کم وقت میں مکمل نہ کرنا)۔

ابو عبید اور دوسروں نے واسع بن حبان رحمہ اللہ کے ذریعے سے قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا راوی نہیں۔ کہ انہوں نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میں کتنے دن

میں قرآن پڑھوں؟"آپ نے فرمایا: "پندرہ دن میں۔"میں نے کہا: "میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں۔" آپ نے فرمایا: "ایک ہفتے میں پڑھو۔"

اس کے بعد وہ لوگ آتے ہیں جو قرآن کو آٹھ دن میں ختم کرتے ہیں، پھر وہ جو دس دن میں، پھر وہ جو ایک مہینے میں، اور پھر وہ جو دو مہینے میں ختم کرتے ہیں۔

ابن ابی داود نے مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے طاقتور صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کو سات دن میں پڑھتے تھے، ان میں سے کچھ ایک مہینے میں، کچھ دو مہینے میں، اور کچھ اس سے زیادہ میں ختم کرتے تھے۔

ابو اللیث رحمہ اللہ نے "البستان" میں کہا: "قاری کو چاہیے کہ سال میں دو مرتبہ قرآن ختم کرے اگر وہ اس سے زیادہ کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔"

حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے کہا کہ جو شخص سال میں دو مرتبہ قرآن پڑھ لے، اس نے اپنا حق ادا کر دیا کیونکہ نبی ﷺ نے اس سال میں جس میں آپ کا ظاہری وصال ہوا، حضرتِ جبریل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے "الأذکار" میں فرمایا: مناسب یہی ہے کہ یہ معاملہ افراد کے اختلاف کے مطابق ہو۔ چنانچہ جو شخص باریک بینی سے لطائف و معارف کو سمجھتا ہو، اسے اتنا ہی پڑھنا چاہیے جس سے اسے مکمل فہم حاصل ہو سکے۔

اسی طرح جو شخص علم کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو یا حکومتی امور کو نمٹانے میں یا دین کے اہم امور اور عوامی مفادات میں مصروف ہو، اسے اتنا ہی پڑھنا چاہیے جس سے اس کی مشغولیت میں خلل نہ آئے اور نہ ہی اس کے کام میں کمی ہو۔ اور اگر وہ ان میں سے نہ ہو، تو جتنا زیادہ ممکن ہو قرآن کی تلاوت کرے، بشرطیکہ نہ تو اس سے اکتاہٹ پیدا ہو اور نہ ہی تلاوت میں جلد بازی کی وجہ سے معنی و مفہوم میں بگاڑ ہو۔

آداب تلاوة القرآن

سوال نمبر75: تعوذ کب پڑھی جائیگی اور تعوذ کو الفاظ کیا ہیں؟

جواب: يُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءَ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِأَنَّهُ أَفْضَلُ الْأَذْكَارِ وَقَدْ كَانَ يُكْرَهُ أَنْ يُذْكَرَ اللهُ ﷻ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ كَمَا ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ۔

وَتُسَنُّ الْقِرَاءَةُ فِي مَكَانٍ نَظِيفٍ وَأَفْضَلُهُ الْمَسْجِدُ وَكَرِهَ قَوْمٌ الْقِرَاءَةَ فِي الْحَمَّامِ وَالطَّرِيقِ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَجْلِسَ مُسْتَقْبِلًا مُتَخَشِّعًا بِسَكِينَةٍ وَوَقَارٍ مُطْرِقًا رَأْسَهُ وَيُسَنُّ أَنْ يَسْتَاكَ تَعْظِيمًا وَتَطْهِيرًا وَقَدْ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ رحمه الله عَنْ عَلِيٍّ رضي الله عنه مَوْقُوفًا وَالْبَزَّارُ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنْهُ مَرْفُوعًا (إِنَّ أَفْوَاهَكُمْ طُرُقٌ لِلْقُرْآنِ فَطَيِّبُوهَا بِالسِّوَاكِ) الحديث۔

ترجمہ: تلاوت قرآن مجید کے لئے وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ سب سے بہترین ذکر ہے۔اور اللہ ﷻ کا ذکر بغیر طہارت کے کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

تلاوت پاک جگہ پر کرنا سنت ہے،اور اس میں مسجد سب سے بہترین مقام ہے۔ایک جماعت نے حمام یا سڑک پر تلاوت کرنے کو ناپسند کیا۔ اور تلاوت کے لئے قبلہ کی طرف رخ کرکے بیٹھنا،سکون اور وقار کے ساتھ عاجزی کرتے ہوئے، سر کو جھکا کر تلاوت کرنا مستحب ہے۔ اور تلاوت قرآن کی تعظیم کے لئے اور اس کو پاک و صاف حالت پر کرنے کے لئے مسواک کرنا بھی مسنون ہے۔ ابن ماجہ رحمه الله نے حضرت علی رضي الله عنه سے موقوفاً روایت کی ہے اور امام بزار نے بھی سند جید کے ساتھ انہی سے یہ روایت کی ہے کہ:"بیشک تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں،اسے مسواک سے خوشبودار بناؤ۔"

ويسن التعوذ قبل القراءة: قَالَ تَعَالَى: {فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ} [النحل:٩٨] أَيْ أَرَدْتَ قِرَاءَتَهُ۔

قَالَ النَّوَوِيُّ رحمه الله فِي وَصْفَتِهِ الْمُخْتَارَةِ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ،

وَكَانَ جَمَاعَةٌ مِنَ السَّلَفِ رحمهم الله يَزِيدُونَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

وَعَنْ حَمِيدِ بْنِ قَيْسٍ رحمه الله: أَعُوذُ بِاللهِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَادِرِ۔

وَعَنْ أَبِي السَّمَالِ رحمه الله: أَعُوذُ بِاللهِ الْقَوِيِّ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ۔
وَعَنْ آخَرِينَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، إِنَّ اللهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيم۔
وَفِيهَا أَلْفَاظٌ أُخَرَ، قَالَ الْحَلْوَانِيُّ فِي جَامِعِه: لَيْسَ لِلِاسْتِعَاذَةِ حَدٌّ يُنْتَهى إِلَيْهِ، مَنْ شَاءَ زَادَ وَمَنْ شَاءَ نَقَصَ.

ترجمہ: قرآن کی تلاوت سے پہلے تعوذ یعنی اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ "جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو" [النحل:۹۸] یعنی جب تم قرآن کی تلاوت کا ارادہ کرو۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: تعوذ کی مختار صورت یہ ہے "أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"
اور سلف رحمہم اللہ کی ایک جماعت تھی جو اس میں "السمیع العلیم" شامل کرتے تھے۔
حمید بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں: أَعُوذُ بِاللهِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَادِرِ۔
ابوالسمال رحمہ اللہ کہتے ہیں: أَعُوذُ بِاللهِ الْقَوِيِّ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ۔
دیگر لوگ کہتے ہیں: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، إِنَّ اللهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔
اس میں اور الفاظ بھی ہیں، الحلوانی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں: "استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے، جو چاہے زیادہ کرے اور جو چاہے کم کرے"

سوال نمبر 76: بسملہ (تسمیہ) کب پڑھی جائیگی اور کب نہیں پڑھیں گے؟

جواب: وَلْيُحَافِظْ عَلَى قِرَاءَةِ الْبَسْمَلَةِ أَوَّلَ كُلِّ سُورَةٍ غَيْرَ بَرَاءَةٍ لِأَنَّ أَكْثَرَ الْعُلَمَاءِ رحمهم الله عَلَى أَنَّهَا آيَةٌ فَإِذَا أَخَلَّ بِهَا كَانَ تَارِكًا لِبَعْضِ الْخَتْمَةِ عِنْدَ الْأَكْثَرِينَ رحمهم الله فَإِذَا قَرَأَ مِنْ أَثْنَاءِ السُّورَةِ اسْتُحِبَّتْ لَهُ أَيْضًا نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ رحمه الله۔

ترجمہ: اور ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا اہتمام کرے، سوائے سورۂ براءت کے، کیونکہ اکثر علماء رحمہم اللہ کے نزدیک یہ ایک آیت ہے۔ اگر اس (بسم اللہ) کو سورت کا داخل سمجھیں تو (نہ پڑھنے کی صورت میں) اکثر کے نزدیک وہ (پڑھنے والا) کچھ حصے کا چھوڑنے والا ہوگا۔ پس جب سورت کے درمیان سے پڑھنا شروع کرے تو اس کے لیے بسم اللہ پڑھنا بھی مستحب ہے، اس پر شافعی رحمہ اللہ نے بھی نص کی ہے۔

سوال نمبر 77: قران کو ترتیل سے پڑھنے کے بارے میں حدیث پاک کی روشنی میں بیان کریں؟

يُسَنُّ التَّرْتِيلُ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، قَالَ تَعَالَى: "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" (الْمُزَّمِّلُ: ٤).

وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضي الله عنها أَنَّهَا نَعَتَتْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا. وَفِي الْبُخَارِيِّ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: كَانَتْ مَدًّا، ثُمَّ قَرَأَ: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" يَمُدُّ "اللهَ" وَيَمُدُّ "الرَّحْمَنَ" وَيَمُدُّ "الرَّحِيمَ".

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه "أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ، فَقَالَ: "هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ" إِنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَلَكِنْ إِذَا وَقَعَ فِي الْقَلْبِ فَرَسَخَ فِيهِ نَفَعَ".

وَأَخْرَجَ الْآجُرِّيُّ فِي حَمَلَةِ الْقُرْآنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه، "قَالَ: لَا تَنْثُرُوهُ نَثْرَ الدَّقَلِ، وَلَا تَهُذُّوهُ هَذَّ الشِّعْرِ، قِفُوا عِنْدَ عَجَائِبِهِ وَحَرِّكُوا بِهِ الْقُلُوبَ، وَلَا يَكُونَ هَمُّ أَحَدِكُمْ آخِرَ السُّورَةِ".

وَأَخْرَجَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: "يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ وَارْقَ فِي الدَّرَجَاتِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ كُنْتَ تَقْرَأُهَا".

ترجمہ: ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنا سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو" (المزمّل: ۴)۔ اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قراءت کو بیان کیا جو حرف بہ حرف کی وضاحت کے ساتھ تھی۔ اور بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "وہ کھینچ کر پڑھتے تھے"۔ پھر انہوں نے "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم" پڑھا اور "الله" اور "الرَّحْمٰن" اور "الرَّحِيم" کو کھینچ کر پڑھا۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کہا کہ میں ایک رکعت میں مفصل سورتیں پڑھتا ہوں، تو انہوں نے کہا: "یہ تو شعر کی طرح پڑھنا ہے"۔ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، لیکن جب یہ دل میں اتر جاتا ہے اور وہاں جم جاتا ہے تو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اور آجریؒ نے "حملۃ القرآن" میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "اسے کھجور کے چھینکنے کی طرح نہ پڑھو، اور نہ ہی اسے شعر کی طرح تیز تیز پڑھو۔ اس کی عجائبات پر ٹھہرو، اور اس سے دلوں کو حرکت دو۔ اور تم میں سے کسی کا مقصد سورت کے آخر تک پہنچنا نہ ہو"۔ ابن عمروؓ سے مرفوع حدیث میں روایت ہے کہ کہا گیا: "صاحب قرآن سے کہا جائے گا: پڑھو اور درجات پر چڑھو، اور اسی طرح ترتیل سے پڑھو جیسے دنیا میں پڑھتے تھے، کیونکہ تمہاری منزل آخری آیت کے ساتھ ہے جو تم پڑھتے ہو"۔

سوال نمبر 78: ترتیل کے ساتھ قرآن کا ایک جزو پڑھنا افضل ہے یا بغیر ترتیل (تیز تیز) دو جزو؟

جواب: قَالَ فِي شَرْحِ الْمُهَذَّبِ وَاتَّفَقُوا عَلَى قِرَاءَةِ الْإِفْرَاطِ فِي الْإِسْرَاعِ، قَالُوا وَقِرَاءَةُ جُزْءٍ بِتَرْتِيلٍ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ جُزْئَيْنِ فِي قَدْرِ ذَلِكَ الزَّمَانِ بِلَا تَرْتِيلٍ. قَالُوا وَاسْتِحْبَابُ التَّرْتِيلِ لِلتَّدَبُّرِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى الْإِجْلَالِ وَالتَّوْقِيرِ وَأَشَدُّ تَأْثِيرًا فِي الْقَلْبِ.

وَاخْتُلِفَ هَلِ الْأَفْضَلُ التَّرْتِيلُ وَقِلَّةُ الْقِرَاءَةِ أَوِ السُّرْعَةُ مَعَ كَثْرَتِهَا؟

وَأَحْسَنَ بَعْضُ أَئِمَّتِنَا فَقَالَ: إِنَّ ثَوَابَ قِرَاءَةِ التَّرْتِيلِ أَجَلُّ قَدْرًا وَثَوَابَ الْكَثْرَةِ أَكْثَرُ عَدَدًا لِأَنَّ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَفِي "الْبُرْهَانِ" لِلزَّرْكَشِيِّؒ كَمَالُ التَّرْتِيلِ تَفْخِيمُ أَلْفَاظِهِ وَالْإِبَانَةُ عَنْ حُرُوفِهِ وَأَنْ لَا يُدْغَمَ حَرْفٌ فِي حَرْفٍ.

وَقِيلَ: هَذَا أَقَلُّهُ وَأَكْمَلُهُ أَنْ يَقْرَأَ عَلَى مَنَازِلِهِ، فَإِنْ قَرَأَ تَهْدِيدًا لَفَظَ بِهِ عَلَى التَّهْدِيدِ، أَوْ تَعْظِيمًا لَفَظَ بِهِ عَلَى التَّعْظِيمِ۔

ترجمہ: شرح المہذب میں کہا گیا ہے کہ علماء نے تیز رفتاری سے قرآن پڑھنے میں افراط کی مذمت پر اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک جزو کو ترتیل کے ساتھ پڑھنا، بغیر ترتیل کے اسی وقت میں دو جزو پڑھنے سے افضل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا استحباب تدبر کے لیے ہے، کیونکہ یہ زیادہ اجلال اور توقیر کے قریب ہے اور دل پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

اور اس بات پر اختلاف ہے کہ آیا ترتیل کے ساتھ کم پڑھنا افضل ہے یا تیز رفتاری کے ساتھ زیادہ پڑھنا؟ ہمارے بعض آئمہ نے بہتر بات کہی ہے: ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا ثواب عظیم تر ہے اور کثرت کے ساتھ پڑھنے کا ثواب عدد میں زیادہ ہے، کیونکہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور امام زرکشی ﷫ کی کتاب "البرہان" میں ہے کہ ترتیل کا کمال اس طرح ہے کہ الفاظ کی تفخیم ہو، حروف کی وضاحت ہو اور ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ مدغم کیا جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ کم از کم ہے اور اس کی تکمیل یہ ہے کہ اسے اس کے معانی کے مطابق پڑھا جائے، اگر تہدید (ڈرانے) کی آیت ہے تو تہدید کے انداز میں، اور اگر تعظیم کی آیت ہے تو تعظیم کے انداز میں پڑھے۔

تُسَنُّ الْقِرَاءَةُ بِالتَّدَبُّرِ وَالتَّفَهُّمِ، فَهُوَ الْمَقْصُودُ الْأَعْظَمُ وَالْمَطْلُوبُ الْأَهَمُّ، وَبِهِ تَنْشَرِحُ الصُّدُورُ وَتُسْتَنِيرُ الْقُلُوبُ، قَالَ تَعَالَى: "كِتَابٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِيَدَّبَّرُوا اٰيٰتِهِ" [ص: ٢٩]۔ وَقَالَ: "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ" [النِّسَاءِ: ٨٢]۔ وَصِفَةُ ذٰلِكَ أَنْ يُشْغِلَ قَلْبَهُ بِالتَّفَكُّرِ فِي مَعْنَى مَا يَلْفِظُ بِهِ فَيَعْرِفَ مَعْنَى كُلِّ آيَةٍ، وَيَتَأَمَّلَ الْأَوَامِرَ وَالنَّوَاهِيَ وَيَعْتَقِدَ قَبُولَ ذٰلِكَ، فَإِنْ كَانَ مِمَّا قَصَّرَ عَنْهُ فِيمَا مَضَى اعْتَذَرَ وَاسْتَغْفَرَ، وَإِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ اسْتَبْشَرَ وَسَأَلَ، أَوْ عَذَابٍ أَشْفَقَ وَتَعَوَّذَ، أَوْ تَنْزِيهٍ نَزَّهَ وَعَظَّمَ، أَوْ دُعَاءٍ تَضَرَّعَ وَطَلَبَ.

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ ﷫ عَنْ حُذَيْفَةَ ﷛ قَالَ: "صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا، إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ".

ترجمہ: قرآن کو تدبر و تفہم (غور فکر کیساتھ اور سمجھ کر) پڑھنا سنت ہے، کیونکہ یہی سب سے بڑا مقصد اور اہم ترین مطلوب ہے۔ اس سے سینے کھلتے ہیں اور دل منور ہوتے ہیں۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے: "یہ بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں" [ص: ٢٩] اور فرمایا: "کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے؟" [النِّسَاءِ: ٨٢]۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو اس کے معانی پر غور و فکر میں مشغول کرے، ہر آیت کے معنی کو سمجھے، احکام و نواہی پر غور کرے اور ان کو قبول کرنے کا اعتقاد رکھے۔ اگر پہلے ان میں کوتاہی کی ہو تو توبہ و استغفار کرے۔ اگر رحمت کی آیت پر گزرے تو خوش ہو کر دعا کرے، یا عذاب کی آیت پر گزرے تو خوف زدہ ہو کر پناہ مانگے، یا تسبیح کی آیت پر گزرے تو تسبیح کرے اور تعظیم کرے، یا دعا کی آیت پر گزرے تو تضرع اور طلب کرے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے سورہ بقرہ کا آغاز کیا اور اسے پڑھا، پھر آل عمران کا آغاز کیا اور اسے پڑھا، پھر النساء کا آغاز کیا اور اسے پڑھا۔ آپ ﷺ ترتیل سے پڑھتے تھے۔ جب تسبیح کی آیت پر گزرتے تو تسبیح کرتے، جب دعا کی آیت پر گزرتے تو دعا کرتے، اور جب پناہ کی آیت پر گزرتے تو پناہ مانگتے" (صحیح مسلم)۔

سوال نمبر 79: تدبر سے قرآن پڑھنے میں کیا چیزیں مسنون ہیں؟

جواب: ومنَ التدبُّرِ أنْ يُجيبَ نداءَ القُرآنِ إذا اقتضى ذلكَ، وهوَ ما أشارَ إليهِ الحديثُ الذي أخرجَهُ أبو داودَ والتِّرمذيُّ رحمهما الله: "من قرأَ 'والتينَ والزيتونَ' فانتهى إلى آخرِها فليقلْ: بلى، وأنا على ذلكَ من الشاهدين. ومن قرأَ 'لا أُقسمُ بيومِ القيامةِ' [القيامة ١] فانتهى إلى آخرِها 'أليسَ ذلكَ بقادرٍ على أنْ يُحييَ الموتى' فليقلْ: بلى. ومن قرأَ 'والمرسلاتِ' فبلغَ 'فبأيِّ حديثٍ بعدَهُ يؤمنون' [المرسلات ٥] فليقلْ: آمَنَّا باللهِ."

وأخرجَ أحمدُ وأبو داودَ رحمهما الله عن ابنِ عباسٍ أنَّ النبيَّ ﷺ كانَ إذا قرأَ 'سبحِ اسمَ ربِّكَ الأعلى' قالَ: سبحانَ ربِّيَ الأعلى. وأخرجَ التِّرمذيُّ والحاكمُ رحمهما الله أنَّ جابرًا قالَ: خرجَ رسولُ اللهِ ﷺ على أصحابِهِ رضي الله عنهم فقرأَ عليهم سورةَ الرحمنِ من أولِها إلى آخرِها فسكتوا، فقالَ: لقدْ قرأتُها على الجنِّ فكانوا أحسنَ مردودًا منكم، كنتُ كلما أتيتُ على قولِهِ 'فبأيِّ آلاءِ ربِّكُما تُكذِّبانِ' قالوا: ولا بشيءٍ من نعمِكَ ربَّنا نُكذِّبُ فلكَ الحمدُ۔

ترجمہ: اور تدبر میں یہ بھی شامل ہے کہ قرآن کے نداء کا جواب دیا جائے جب اس کا تقاضا ہو، جیسا کہ اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جسے ابو داود اور ترمذی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے: "جس نے 'والتین والزیتون' پڑھی اور اس کے آخر تک پہنچا تو کہے: ہاں، اور میں اس پر گواہ ہوں۔ اور جس نے 'لا أقسم بیوم القیامۃ' [القیامۃ ۱] پڑھی اور اس کے آخر تک پہنچا 'ألیس ذلك بقادرٍ علی أن یُحییَ الموتی' تو کہے: ہاں۔

اور جس نے 'والمرسلات' پڑھی اور 'فبأيِّ حدیثٍ بعدَهُ یؤمنون' [المرسلات ۵۰] تک پہنچا تو کہے: ہم اللہ پر ایمان لائے۔"

احمد اور ابو داود رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب 'سبح اسم ربك الأعلی' پڑھتے تو کہتے: 'سبحان ربي الأعلی'۔ اور ترمذی اور حاکم رحمہما اللہ نے جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ان پر سورہ رحمان کی تلاوت کی، ابتدا سے انتہا تک، تو وہ خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا: میں نے اسے جنوں پر پڑھا تھا اور وہ تم سے بہتر جواب دیتے تھے، میں جب بھی اس آیت 'فبأيِّ آلاءِ ربِّکما تُکذِّبان' پر آتا تو وہ کہتے: ہم تیرے کسی بھی انعام کو نہیں جھٹلاتے، اے ہمارے رب، ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهُ وَالدَّيْلَمِيُّ وَابْنُ أَبِي الدُّنْيَا رحمہم اللہ فِي الدُّعَاءِ وَغَيْرُهُمْ بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ جِدًّا عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ [الْبَقَرَة: ١٨٦] الْآيَةَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَمَرْتَ بِالدُّعَاءِ وَتَكَفَّلْتَ بِالْإِجَابَةِ، لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، أَشْهَدُ أَنَّكَ فَرْدٌ أَحَدٌ صَمَدٌ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا أَحَدٌ، وَأَشْهَدُ أَنَّ وَعْدَكَ حَقٌّ، وَلِقَاءَكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ، وَالنَّارَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا، وَأَنَّكَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ۔

ترجمہ: ابن مردویہ، دیلمی، اور ابن ابی الدنیا رحمہم اللہ نے دعاء کی کتابوں میں اور دیگر نے بہت ہی ضعیف سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ بقرہ کی آیت 186 "اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں" پڑھی، تو فرمایا: "اے اللہ! تو نے دعا کا حکم دیا ہے

اور قبولیت کی ذمہ داری لی ہے۔ میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریف اور نعمت تیرے ہی لیے ہے اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو یکتا ہے، اکیلا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا وعدہ سچ ہے، اور تیرے ساتھ ملاقات حق ہے، اور جنت حق ہے، اور جہنم حق ہے، اور قیامت یقینی طور پر آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور بے شک تو ان کو قبروں سے اٹھائے گا۔"

وَأَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ رحمه الله وَغَيْرُهُ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضي الله عنه سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ آمِينَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ وَهُوَ مَعْنَى إِجَابَةِ الْقُرْآنِ وَأَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ رحمه الله بِلَفْظِ قَالَ آمِينَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ رحمه الله بِلَفْظِ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي آمِينَ

قَالَ النَّوَوِيُّ رحمه الله وَمِنَ الْآدَابِ إِذَا قَرَأَ نَحْوَ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ [التَّوْبَة: ٣٠] وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ [الْمَائِدَة: ٦٤] أَنْ يُخْفِضَ بِهَا صَوْتَهُ كَذَا كَانَ النَّخَعِيُّ رحمه الله يَفْعَلُ۔

يُسْتَحَبُّ الْبُكَاءُ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالتَّبَاكِي لِمَنْ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَالْحُزْنُ وَالْخُشُوعُ قَالَ تَعَالَى وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ [بَنِي إِسْرَائِيل: ١٠٩]

وَفِي الصَّحِيحَيْنِ حَدِيثُ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفِيهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ

وَفِي الشُّعَبِ لِلْبَيْهَقِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه مَرْفُوعًا إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ وَكَآبَةٍ فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَابْكُوا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا وَفِيهِ مِنْ مُرْسَلِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ "إِنِّي قَارِئٌ عَلَيْكُمْ سُورَةً فَمَنْ بَكَى فَلَهُ الْجَنَّةُ فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا"

ترجمہ: ابوداود رحمہ اللہ اور دیگر نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو سنا، جب آپ نے "ولا الضالین" پڑھا، تو آپ نے "آمین" کہا اور اپنی آواز کو کھینچا۔ یہ قرآن کی قبولیت کا معنٰی ہے۔ اور

اسے طبرانی رحمہ اللہ نے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ نے تین بار "آمین" کہا۔ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا: "اے رب، مجھے معاف فرما، آمین۔"

نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ آداب میں سے ہے کہ جب قرآن میں "وقالت الیھود عزیر بن اللہ" [التوبہ:۳۰] اور "وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ" [المائدۃ:۶۴] جیسے مقامات پڑھیں تو اپنی آواز کو پست کر لیں، اسی طرح امام نخعی رحمہ اللہ بھی کیا کرتے تھے۔

قرآن کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے، اور جو نہ رو سکے اسے رونے کی کوشش کرنی چاہیے، اور حزن اور خشوع ہونا چاہیے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: "اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے گرتے ہیں" [بنی اسرائیل:۱۰۹]۔

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ کے سامنے تلاوت کی حدیث ہے، جس میں ذکر ہے کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

بیہقی کی "الشعب" میں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ "یہ قرآن غم اور اداسی کے ساتھ نازل ہوا ہے، پس جب تم اس کی تلاوت کرو تو روؤ، اگر نہ رو سکو تو رونے کی کوشش کرو"۔ اور عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مرسل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تم پر ایک سورت پڑھوں گا، جو روئے گا اس کے لیے جنت ہے، اگر نہ رو سکو تو رونے کی کوشش کرو"۔

سوال نمبر 80: کیا قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھنا چاہیے؟

جواب: وَفِي مُسْنَدِ أَبِي يَعْلَى رحمہ اللہ حَدِيثٌ: اقْرَأُ الْقُرْآنَ بِالْحُزْنِ فَإِنَّهُ نَزَلَ بِالْحُزْنِ وَعِنْدَ الطَّبَرَانِيِّ رحمہ اللہ: وَأَحْسَنُ النَّاسِ قِرَاءَةً مَنْ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَحَزَّنُ بِهِ

قَالَ رحمہ اللہ فِي الشَّرْحِ الْمُهَذَّبِ: وَطَرِيقُهُ فِي تَحْصِيلِ الْبُكَاءِ أَنْ يَتَأَمَّلَ مَا يَقْرَأُ مِنَ التَّهْدِيدِ وَالْوَعِيدِ الشَّدِيدِ وَالْمَوَاثِيقِ وَالْعُهُودِ ثُمَّ يُفَكِّرَ فِي تَقْصِيرِهِ فِيهَا، فَإِنْ لَمْ يُحْضِرْهُ عِنْدَ ذَلِكَ حُزْنٌ وَبُكَاءٌ فَلْيَبْكِ عَلَى فَقْدِ ذَلِكَ فَإِنَّهُ مِنَ الْمَصَائِبِ۔ يُسَنُّ تَحْسِينُ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَتَزْيِينُهَا لِحَدِيثِ ابْنِ حِبَّانَ رضی اللہ عنہ وَغَيْرِهِ: زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ وَفِي لَفْظٍ عِنْدَ الدَّارِمِيِّ رحمہ اللہ: حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا

ترجمہ: ابو یعلیٰ رحمہ اللہ کے مسند میں ایک حدیث ہے: "قرآن کو حزن (غم) کے ساتھ پڑھو کیونکہ یہ حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے۔"

طبرانی رحمہ اللہ کے یہاں ہے: "اور لوگوں میں سب سے بہترین قاری وہ ہے جو جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ حزن محسوس کرتا ہے۔"

شرح مہذب میں کہا گیا ہے: "بکاء (رونے) کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے جو وہ پڑھ رہا ہے، جیسے کہ دھمکی، شدید وعید، عہد و پیمان، پھر اپنی کوتاہی پر غور کرے، اگر اس وقت اسے حزن اور بکاء (رونا) نہ آئے تو اس بات پر روئے کہ یہ حزن و بکاء اس میں نہیں آتا، کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔

قرآن کی تلاوت میں آواز کو خوبصورت بنانا اور سجانا مستحب ہے، جیسا کہ ابن حبان رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں ہے: "قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔"

دارمی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے: "قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بناؤ، کیونکہ خوبصورت آواز قرآن کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے۔"

سوال نمبر 81: خوش الحانی سے قراءت کرنا کیسا ہے؟

جواب: وَأَخْرَجَ الْبَزَّارُ رحمہ اللہ وَغَيْرُهُ حَدِيثَ حُسْنِ الصَّوْتِ زِينَةُ الْقُرْآنِ وَفِيهِ أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ كَثِيرَةٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَسَنَ الصَّوْتِ حَسَّنَهُ مَا اسْتَطَاعَ بِحَيْثُ لَا يُخْرِجُ إِلَى حَدِّ التَّمْطِيطِ وَالْغِنَاءِ لِمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ: "اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ وَأَهْلِ الْفِسْقِ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يُرَجِّعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ مَنْ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ" أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ رحمہما اللہ.

قَالَ النَّوَوِيُّ رحمہ اللہ: "وَيُسْتَحَبُّ طَلَبُ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَسَنِ الصَّوْتِ وَالْإِصْغَاءُ إِلَيْهَا لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ، وَلَا بَأْسَ بِاجْتِمَاعِ الْجَمَاعَةِ فِي الْقِرَاءَةِ وَلَا بِإِدَارَتِهَا وَهِيَ أَنْ يَقْرَأَ بَعْضُ الْجَمَاعَةِ قِطْعَةً ثُمَّ الْبَعْضُ قِطْعَةً بَعْدَهَا. "

ترجمہ: اور البزار رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ "حسن الصوت زینة القرآن" یعنی اچھی آواز قرآن کا زیور ہے۔ اس میں بہت سی صحیح احادیث ہیں۔ پس اگر حسن الصوت نہ ہو تو جس قدر ہو سکے حسن

بنالے، اس طرح کہ تمطیط (لمبائی) اور گانے کی حد تک نہ پہنچے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے: "قرآن کو عربوں کے لہجوں اور آوازوں کے ساتھ پڑھو اور اہل کتاب کے لہجوں اور فسق کرنے والوں کے لہجوں سے بچو، کیونکہ ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو گانے اور رہبانیت کی طرح ترنّم کریں گے، ان کی آوازیں ان کے حلقوں سے آگے نہیں جائیں گی، ان کے دل اور جو ان کے حال کو پسند کرتے ہیں، وہ بھی فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔" اسے طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ نووی نے کہا: "حسن الصوت سے قرأت کا مطالبہ کرنا اور اس کی طرف کان لگانا مستحب ہے صحیح حدیث کی وجہ سے، اور جماعت کا قرأت کے لیے جمع ہونا اور قرأت کا باری باری کرنا بھی جائز ہے، یعنی کچھ جماعت ایک حصہ پڑھیں، پھر دوسرا حصہ ان کے بعد پڑھا جائے۔"

يُسْتَحَبُّ قِرَاءَتُهُ بِالتَّفْخِيمِ لِحَدِيثِ الحَاكِمِ "نَزَلَ القُرْآنُ بِالتَّفْخِيمِ". قَالَ الحَلِيمِيُّ رحمه الله وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ يُقْرَؤُهُ عَلَى قِرَاءَةِ الرِّجَالِ وَلَا يَخْضَعُ الصَّوْتُ فِيهِ كَكَلَامِ النِّسَاءِ۔

قَالَ: وَلَا يَدْخُلُ فِي هَذَا كَرَاهَةُ الإِمَالَةِ الَّتِي هِيَ اخْتِيَارُ بَعْضِ القُرَّاءِ، وَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ القُرْآنُ نَزَلَ بِالتَّفْخِيمِ فَرُخِّصَ مَعَ ذَلِكَ فِي إِمَالَةِ مَا يَحْسُنُ إِمَالَتُهُ۔

ترجمہ: اس کو تفخیم کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حاکم کی حدیث میں ہے: "قرآن تفخیم کے ساتھ نازل ہوا۔" حلیمی رحمہ اللہ نے کہا اور اس کا معنی یہ ہے کہ اسے مردوں کی قرأت کے انداز میں پڑھا جائے اور اس میں آواز کو عورتوں کی طرح نرم نہ کیا جائے۔

انہوں نے کہا: اور اس میں امالہ (حروف کو کچھ زیادہ کھینچ کر پڑھنا) کی کراہت شامل نہیں ہے جو بعض قاریوں کا انتخاب ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن تفخیم کے ساتھ نازل ہوا ہو اور اس کے ساتھ ہی جس امالہ میں خوبصورتی ہو، اس کی اجازت بھی دی گئی ہو۔

رفع الصوت بالقراءة

سوال نمبر 28: بلند آواز سے قراءت کرنے کا حکم؟

جواب: وَرَدَتْ أَحَادِيثُ تَقْتَضِي اسْتِحْبَابَ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَأَحَادِيثُ تَقْتَضِي الإِسْرَارَ وَخَفْضَ الصَّوْتِ، فَمِنَ الأَوَّلِ حَدِيثُ الصَّحِيحَيْنِ (مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ) وَمِنَ الثَّانِي حَدِيثُ أَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ رحمهم الله (الجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ)۔ قَالَ النَّوَوِيُّ رحمه الله: وَالجَمْعُ بَيْنَهُمَا أَنَّ الإِخْفَاءَ أَفْضَلُ حَيْثُ خَافَ الرِّيَاءَ أَوْ تَأَذَّى مُصَلُّونَ أَوْ نِيَامٌ بِجَهْرِهِ، وَالجَهْرُ أَفْضَلُ فِي غَيْرِ ذَلِكَ، لِأَنَّ العَمَلَ فِيهِ أَكْثَرُ وَلِأَنَّ فَائِدَتَهُ تَتَعَدَّى إِلَى السَّامِعِينَ وَلِأَنَّهُ يُوقِظُ قَلْبَ القَارِئِ وَيَجْمَعُ هِمَّتَهُ إِلَى الفِكْرِ وَيَصْرِفُ سَمْعَهُ إِلَيْهِ وَيَطْرُدُ النَّوْمَ وَيَزِيدُ فِي النَّشَاطِ، وَيَدُلُّ لِهَذَا الجَمْعِ حَدِيثُ أَبِي دَاوُدَ بِالسَّنَدِ صَحِيحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضي الله عنه: (اعْتَكَفَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي المَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالقِرَاءَةِ فَكَشَفَ السِّتْرَ وَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي القِرَاءَةِ). وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يُسْتَحَبُّ الجَهْرُ بِبَعْضِ القِرَاءَةِ وَالإِسْرَارُ بِبَعْضِهَا لِأَنَّ المُسِرَّ قَدْ يَمَلُّ فَيَأْنَسُ بِالجَهْرِ، وَالجَاهِرَ قَدْ يَكِلُّ فَيَسْتَرِيحُ بِالإِسْرَارِ۔

ترجمہ: **قراءت کو بلند آواز میں پڑھنا۔**

ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جو قراءت کو بلند آواز میں پڑھنے کے استحباب کا تقاضا کرتی ہیں اور احادیث ایسی بھی ہیں جو قراءت کو آہستہ اور پست آواز میں پڑھنے کا تقاضا کرتی ہیں۔ پہلی قسم میں صحیحین کی حدیث ہے: (اللہ ﷻ نے اپنے نبی کو جتنا خوش الحانی سے تلاوت قرآن کا حکم دیا اتنا کسی اور چیز کا نہ دیا)۔

اور دوسری قسم میں ابوداود، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ کی حدیث ہے: (قرآن کو بلند آواز میں پڑھنے والا صدقہ کو ظاہر کرنے والے کی طرح ہے اور قرآن کو آہستہ پڑھنے والا صدقہ کو چھپانے والے کی طرح ہے)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ اخفا (آہستہ پڑھنا) افضل ہے جب ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا سوئے ہوئے لوگوں کو بلند آواز سے اذیت پہنچے، اور جہر (بلند آواز سے پڑھنا) اس کے علاوہ میں افضل ہے، کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہوتا ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے، اور اس سے قاری کا دل بیدار ہوتا ہے اور اس کی توجہ غور و فکر کی طرف مبذول ہوتی ہے اور اس کی سماعت متوجہ ہوتی ہے اور

نیند دور ہوتی ہے اور نشاط بڑھتا ہے۔اور اس تطبیق پر دلالت کرتی ہے ابو داود رحمہ اللہ کی حدیث جس کی سند صحیح ہے، ابو سعید رضی اللہ عنہ سے:(رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اعتکاف کیا اور لوگوں کو بلند آواز سے قراءت کرتے سنا تو پردہ ہٹایا اور فرمایا: سنو، ہر ایک اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے، پس کوئی ایک دوسرے کو ایذا نہ دے اور اپنی آواز کو دوسرے کی آواز پر بلند نہ کرے)۔ اور بعض نے کہا: کچھ قراءت کو بلند آواز میں پڑھنا اور کچھ کو آہستہ پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ آہستہ پڑھنے والا تھک سکتا ہے تو وہ بلند آواز سے انسیت حاصل کرے گا، اور بلند آواز سے پڑھنے والا تھک سکتا ہے تو وہ آہستہ پڑھنے سے آرام حاصل کرے گا۔

سوال نمبر 83: دیکھ کر قرآنِ پاک پڑھنا افضل ہے یا بغیر دیکھے زبانی؟

جواب: القراءة في المصحف: القِراءةُ في المَصحفِ أَفضَلُ مِن القِراءةِ مِن حِفظِهِ، لأَنَّ النَّظَرَ فيهِ عِبادةٌ مَطلوبةٌ. قالَ النَوويُ رحمہ اللہ: هكَذا قالَهُ أَصحابُنا وَالسَلَفُ أَيضاً. وَلَم أَرَ فيهِ خِلافاً. قال: وَلَو قيلَ: إِنَّهُ يَختَلِفُ باختِلافِ الأَشخاصِ، فَيَختارُ القِراءةَ فيهِ لِمَن استَوى خُشوعُهُ وتَدَبُرُهُ في حالةِ القِراءةِ ومِن الحِفظِ، ويَختارُ القِراءةَ مِن الحِفظِ لِمَن يَكمُلُ بذَلِكَ خُشوعُهُ ويَزيدُ عَلى خُشوعِهِ وتَدَبُرِهِ لو قَرَأَ مِن المَصحفِ، لَكانَ هذا قَولاً حَسَناً. قال السيوطي رحمہ اللہ: وَمِن أَدِلَّةِ القِراءةِ في المَصحفِ ما أَخرَجَهُ الطَّبرانيُّ وَالبيهقيُّ رحمہما اللہ في الشُّعبِ مِن حَديثِ أَوسٍ الثَّقَفي رضی اللہ عنہ مَرفوعاً: (قِراءةُ الرَّجُلِ في غَيرِ المَصحفِ أَلفُ دَرَجةٍ وَقِراءتُهُ في المَصحفِ تُضاعِفُ أَلفَي دَرَجةٍ). وَأَخرَجَ أَبو عُبَيدٍ رحمہ اللہ بِسَنَدٍ ضَعيفٍ (فَضلَ القُرآنِ نَظَراً عَلى مَن يَقرَأُ ظاهِراً كَفَضلِ الفَريضةِ عَلى النافِلةِ)

ترجمہ: قرآن کریم میں دیکھ کر قراءت کرنا، بغیر دیکھے پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ اس میں دیکھنا عبادت ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: ہمارے اصحاب اور سلف نے بھی یہی کہا ہے، اور میں نے اس میں کوئی اختلاف نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا: اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ مختلف لوگوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، وہ شخص جس کا خشوع اور تدبر دونوں حالتوں (یعنی دیکھ کر پڑھنے اور بغیر دیکھے پڑھنے) میں برابر رہے اس کے لئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔، اور جس شخص کا خشوع کامل ہو اور خشوع وتدبر میں بغیر دیکھے پڑھنے سے

اضافہ ہوتا ہو تو اس کے لئے بغیر دیکھے پڑھنا افضل ہے اور یہ بہترین قول ہے۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے کہا: مصحف میں پڑھنے کے دلائل میں سے ایک وہ ہے جو طبرانی اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں حضرت اوس ثقفی رحمہ اللہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:(آدمی کا غیر مصحف میں پڑھنا ایک ہزار درجے رکھتا ہے، اور اس کا مصحف میں پڑھنا دو ہزار درجے رکھتا ہے)۔اور ابو عبید رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا:(قرآن میں دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے یہ فضیلت ایسی ہی ہے جیسے فرض کی فضیلت نفل پر ہے)

وَأَخْرَجَ البَيْهَقِيُّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوعاً "مَن سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللهَ وَرَسُولَهُ فَلْيَقْرَأْ فِي المَصْحَفِ" وَقَالَ إِنَّهُ مُنْكَرٌ. وَأَخْرَجَ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْهُ رضی اللہ عنہ مَوْقُوفاً «أَدِيمُوا النَّظَرَ فِي المَصْحَفِ». وَمِنْ آدَابِ القِرَاءَةِ أَنَّهُ إِذَا ارْتَجَّ عَلَى القَارِئِ فَلَمْ يَدْرِ مَا بَعْدَ المَوْضُوعِ الَّذِي انْتَهَى إِلَيْهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ غَيْرَهُ فَيَنْبَغِي أَنْ يَتَأَدَّبَ بِمَا جَاءَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ وَالنَّخَعِيِّ وَبَشِيرِ بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالُوا: إِذَا سَأَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ عَنْ آيَةٍ فَلْيَقْرَأْ مَا قَبْلَهَا، ثُمَّ يَسْكُتُ وَلَا يَقُولُ كَيْفَ كَذَا وَكَذَا، فَإِنَّهُ يُلْبِسُ عَلَيْهِ. انتَهَى.

ترجمہ: اور بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی:((جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول سے محبت کرے تو اسے مصحف میں پڑھنا چاہیے))اور کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔اور ایک حسن سند کے ساتھ ان سے موقوفاً روایت کی:((مصحف میں دیکھنے کو جاری رکھو))۔ اور قراءت کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر قاری پڑھتے وقت اٹک جائے اور وہ نہ جان سکے کہ جس مقام پر اس نے ختم کیا ہے اس کے بعد کیا ہے، تو وہ کسی دوسرے سے پوچھے اور وہ شخص اسے اچھے طریقے سے بتائے، اور اسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ، نخعی، اور بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کرنا چاہیے۔وہ کہتے ہیں: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے کسی آیت کے بارے میں پوچھے تو اسے چاہیے کہ پہلے کی آیت پڑھے، پھر خاموش ہو جائے اور یہ نہ کہے کہ وہ آیت کیسی ہے، وہ کیسی ہے"، کیونکہ اس سے وہ الجھن میں پڑ جائے گا۔

آدَابِ القِرَاءَةِ: أَنْ يَقْرَأَ عَلَى تَرْتِيبِ المُصْحَفِ. قَالَ فِي "شَرْحِ المُهَذَّبِ": لِأَنَّ تَرْتِيبَهُ لِحِكْمَةٍ فَلَا يَتْرُكُهَا إِلَّا فِيمَا وُرِدَ فِيهِ الشَّرْعُ كَصَلَاةِ صُبْحِ يَوْمِ الجُمُعَةِ بِ الٓمٓ تَنْزِيلُ [السَّجْدَة: ١ ٣] وَهَلْ أَتَىٰ [الإِنسَانِ: ١]. وَنَظَائِرِهِ. فَلَوْ فَرَّقَ السُّوَرَ أَوْ عَكَسَهَا جَازَ وَتَرْكُ الأَفْضَلِ. وَأَمَّا قِرَاءَةُ السُّورَةِ مِنْ آخِرِهَا إِلَى أَوَّلِهَا فَمُتَّفَقٌ عَلَى مَنْعِهِ، لِأَنَّهُ يُذْهِبُ بَعْضَ نَوْعِ الإِعْجَازِ وَيُزِيلُ حِكْمَةَ التَّرْتِيبِ. قُلْتُ: وَفِيهِ أَثَرٌ أَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِيُّ ؒ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ؓ: "أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَقْرَأُ القُرْآنَ مَنْكُوسًا، قَالَ: ذَاكَ مَنْكُوسُ القَلْبِ". وَأَمَّا خَلْطُ سُورَةٍ بِسُورَةٍ، فَعَدَّ الحُلَيْمِي ؒ تَرْكَهُ مِنَ الآدَابِ لِمَا أَخْرَجَهُ أَبُو عُبَيْدٍ ؒ عَنْ سَعِيدِ بْنِ المُسَيَّبِ ؓ "إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِبِلَالٍ ؓ وَهُوَ يَقْرَأُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَمِنْ هَذِهِ السُّورَةِ، فَقَالَ: يَا بِلَالُ ؓ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَمِنْ هٰذِهِ السُّورَةِ، قَالَ: خَلَطْتُ الطِّيبَ بِالطِّينِ فَقَالَ: "أَقْرَأُ السُّورَةَ عَلَى وَجْهِهَا أَوْ قَالَ: عَلَى نَحْوِهَا". مُرْسَلٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ ؒ مَوْصُولٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ بِدُونِ آخِرِهِ۔

ترجمہ: اور قراءت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کو مصحف کی ترتیب کے مطابق پڑھا جائے۔ 'شرح المہذب' میں کہا گیا ہے: کیونکہ اس کی ترتیب میں ایک حکمت ہے، تو اسے صرف اس حالت میں چھوڑا جائے گا جب شریعت میں اس کی دلیل موجود ہو، جیسے جمعہ کے دن کی فجر کی نماز میں سورہ السجدہ (الٓمٓ تَنْزِيلُ) اور سورہ الانسان (هَلْ أَتَىٰ) کی قراءت۔ اور اسی طرح کے دیگر مقامات پر۔ تو اگر کسی نے سورتوں کو الگ الگ پڑھا یا ان کی ترتیب کو الٹا کیا تو جائز ہے مگر یہ افضل عمل نہیں ہے۔ اور سورت کو آخر سے اول کی طرف پڑھنا متفقہ طور پر منع ہے، کیونکہ اس سے کچھ قسم کا اعجاز ختم ہو جاتا ہے اور ترتیب کی حکمت ضائع ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس بارے میں ایک روایت ہے جسے طبرانی ؒ نے ایک سند جید کے ساتھ ابن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے: 'ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو قرآن کو الٹ کر پڑھتا ہے، تو انہوں نے کہا: وہ الٹے دل والا ہے۔' اور سورتوں کو مکس کرنا، حلمی نے اس کے چھوڑنے کو آداب میں سے شمار کیا ہے اس حدیث کی وجہ سے جو ابو عبید ؒ نے سعید بن المسیب ؓ سے روایت کی ہے: 'رسول اللہ ﷺ بلال ؓ کے پاس سے گزرے اور

وہ اس سورت سے اور اس سورت سے پڑھ رہے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ، میں تمہارے پاس سے گزرا اور تم اس سورت سے اور اس سورت سے پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا: میں نے اچھی چیز کو اچھی چیز کے ساتھ ہی ملایا ہے، تو آپ نے فرمایا: سورت کو اس کے اصل طریقے سے یا فرمایا: اس کے انداز کے مطابق پڑھو۔' یہ مرسل صحیح ہے، یہ روایت امام ابوداود رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے آخری حصے کے علاوہ متصلا مروی ہے۔

وَأَخْرَجَهُ أَبُو عُبَيْدٍ رحمه الله مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عُمَرَ مَوْلَى غُفْرَةَ رحمه الله: «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِبِلَالٍ رضي الله عنه: إِذَا قَرَأْتَ السُّورَةَ فَأَنْفِذْهَا»۔ وَقَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ رحمه الله عَنِ ابْنِ عَوْنٍ رحمه الله، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ سِيرِينَ رحمه الله عَنِ الرَّجُلِ يَقْرَأُ مِنَ السُّورَةِ آيَاتٍ ثُمَّ يَدَعُهَا وَيَأْخُذُ فِي غَيْرِهَا، قَالَ: لِيَتَّقِ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْثَمَ إِثْمًا كَبِيرًا وَهُوَ لَا يَشْعُرُ۔ وَأَخْرَجَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه، قَالَ: «إِذَا ابْتَدَأْتَ فِي سُورَةٍ فَأَرَدْتَ أَنْ تَتَحَوَّلَ مِنْهَا إِلَى غَيْرِهَا، فَتَحَوَّلْ إِلَى قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ [الإِخْلَاصِ:1]، فَإِذَا ابْتَدَأْتَ فِيهَا، فَلَا تَتَحَوَّلْ مِنْهَا حَتَّى تَخْتِمَهَا۔ وَأَخْرَجَ عَنِ ابْنِ أَبِي الهُذَيْلِ رحمه الله، قَالَ: «كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يَقْرَؤُوا بَعْضَ الآيَاتِ وَيَدَعُوا بَعْضَهَا»

ترجمہ: ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے دوسری وجوہ سے حضرت غفرہ رحمہ اللہ کے غلام عمر سے روایت کیا "کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: 'جب تم سورت پڑھو تو اسے مکمل کرکے آگے بڑھا کرو۔'"

اور فرمایا کہ ہمیں معاذ بن عون رضی اللہ عنہ نے خبر دی انھوں نے کہا: میں نے ابن سیرین رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا: "جو سورت سے دو آیات پڑھتا ہے پھر اس سورت کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری سورت پکڑتا (پڑھتا) ہے۔ انہوں نے کہا: "تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ کبیرہ گناہ سے بچے جب وہ اس سے واقف نہ ہو۔" اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا: "جب تم کوئی سورت شروع کرو تو اگر تم اسے دوسری سورت کیطرف پھیرنا چاہو تو 'قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ' [سورۃ الإخلاص:1] کی طرف پھیرو، اور جب تم سورۂ اخلاص شروع کرو تو اسے نہ پھیرو حتی کہ تم اسے ختم کرلو۔" اور روایت

کیاابن ابی ھزیل﷫ سے کہ انھوں نے کہا: "قارئین ناپسند کرتے ہیں کہ وہ بعض آیت پڑھیں اور بعض چھوڑدیں۔"

سوال نمبر84: مختلف مقامات سے قراءت کرناچاہیئے یابالترتیب؟

جواب: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ﷫: الْأَمْرُ عِنْدَنَا عَلَى كَرَاهَةِ قِرَاءَةِ الْآيَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ كَمَا أَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى بِلَالٍ﷜، وَكَمَا أَنْكَرَهُ ابْنُ سِيرِينَ﷫. وَأَمَّا حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ﷜ فَوَجْهُهُ: أَنْ يَبْتَدِئَ الرَّجُلُ فِي السُّورَةِ يُرِيدُ إِتْمَامَهَا، ثُمَّ يَبْدُو لَهُ فِي أُخْرَى. فَأَمَّا مَنِ ابْتَدَأَ الْقِرَاءَةَ وَهُوَ يُرِيدُ التَّنَقُّلَ مِنْ آيَةٍ إِلَى آيَةٍ وَتَرْكَ التَّأْلِيفِ لِآيِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّمَا يَفْعَلُهُ مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ، لِأَنَّ اللهَ لَوْ شَاءَ لَأَنْزَلَهُ عَلَى ذَلِكَ. انتھی۔

ترجمہ: ابو عبید﷫ نے کہا: ہمارے نزدیک مختلف آیات کی تلاوت مکروہ ہے، جیساکہ رسول اللہﷺ نے حضرت بلال﷜ کوروکااور جیسے ابن سیرین﷫ نے اس کوناپسند کیا۔اور جہاں تک عبداللہ﷜ کی حدیث کا تعلق ہے تواس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سورہ کی ابتدا کرے اوراس کو مکمل کرناچاہے، پھراسے دوسری سورہ پڑھنے کا خیال آئے۔ لیکن جو شخص تلاوت کی ابتدا کرتے وقت مختلف آیات میں منتقل ہوناچاہے اور قرآن کے کسی حصہ کو چھوڑناچاہے، تو یہ وہی شخص کرتاہے جسے علم نہیں ہے، کیونکہ اگراللہ﷯ چاہتاتو اسے اسی طرح نازل کرتا۔

قَالَ الْحُلَيْمِيُّ﷫: يُسَنُّ اسْتِيفَاءُ كُلِّ حَرْفٍ أَثْبَتَهُ قَارِئٌ لِيَكُونَ قَدْ أَتَى عَلَى جَمِيعِ مَا هُوَ قُرْآنٌ. وَقَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَالنَّوَوِيُّ﷫: إِذَا ابْتَدَأَ يَقْرَأُ بِقِرَاءَةِ أَحَدٍ مِنَ الْقُرَّاءِ فَيَنْبَغِي أَلَّا يَزَالَ عَلَى تِلْكَ الْقِرَاءَةِ مَا دَامَ الْكَلَامُ مُرْتَبِطًا، فَإِذَا انْقَضَى ارْتِبَاطُهُ فَلَهُ أَنْ يَقْرَأَ بِقِرَاءَةٍ أُخْرَى، وَالْأَوْلَى دَوَامُهُ عَلَى الْأُولَى فِي هَذَا الْمَجْلِسِ۔

ترجمہ: الحلیمی﷫ نے کہا: ہراس حرف کی مکمل تلاوت سنت ہے جسے قاری نے ثابت کیاہوتاکہ اس نے پورے قرآن کوپڑھ لیاہو۔اورابن الصلاح اور نووی﷭ نے کہا: جب قاری کسی ایک قاری کی قراءت سے تلاوت شروع کرے توجب تک کلام مربوط ہو، اسی قراءت پر قائم رہناچاہیے۔ جب اس کاربط ختم ہو

جائے، تو اس کے لیے دوسری قراءت سے تلاوت کرنا جائز ہے۔ تاہم، اسی مجلس میں پہلی قراءت پر قائم رہنا افضل ہے۔

سوال نمبر85: تلاوت قرآن سننے کا کیا حکم ہے؟

جواب: وَيُسَنُّ الاسْتِمَاعُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَتَرْكُ اللَّغَةِ وَالْحَدِيثِ بِحُضُورِ الْقِرَاءَةِ، قَالَ تَعَالَى: {وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ} [الأعراف: ٢٠٤]. يُسَنُّ السُّجُودُ عِنْدَ قِرَاءَةِ آيَةِ السَّجْدَةِ. قَالَ النَّوَوِيُّ ﷫: الأَوْقَاتُ الْمُخْتَارَةُ لِلْقِرَاءَةِ أَفْضَلُهَا مَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ، ثُمَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ نِصْفُهُ الأَخِيرُ، وَهِيَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ مَحْبُوبَةٌ، وَأَفْضَلُ النَّهَارِ بَعْدَ الصُّبْحِ، وَلَا تُكْرَهُ فِي شَيْءٍ مِنَ الأَوْقَاتِ لِمَعْنًى فِيهِ. وَأَمَّا مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ ﷫ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ ﷫ عَنْ مَشَائِخِهِ أَنَّهُمْ كَرِهُوا الْقِرَاءَةَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقَالُوا: هُوَ دِرَاسَةُ يَهُودَ، فَغَيْرُ مَقْبُولٍ وَلَا أَصْلَ لَهُ. وَيُخْتَارُ مِنَ الأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ، ثُمَّ الْجُمُعَةُ، ثُمَّ الاثْنَيْنِ، ثُمَّ الْخَمِيسُ. وَمِنَ الأَعْشَارِ الْعَشْرُ الأَخِيرُ مِنْ رَمَضَانَ وَالأَوَّلُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، وَمِنَ الشُّهُورِ رَمَضَانُ۔

ترجمہ: جب قرآن کی تلاوت ہورہی ہو تو اسے غور سے سننا اور شور وغل اور بات چیت ترک کرنا سنت ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: {اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے} [الأعراف: ٢٠٤]۔ آیتِ سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کرنا سنت ہے۔ امام نووی ﷫ نے کہا: قراءت کے لیے بہترین اوقات وہ ہیں جو نماز میں ہوں، پھر رات، پھر اس کا آخری نصف حصہ، اور مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھنا پسندیدہ ہے۔ دن میں بہترین وقت صبح کے بعد ہے، اور کسی بھی وقت میں قرآن کی تلاوت مکروہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی خاص وجہ ہو۔ جہاں تک ابن ابی داود نے معاذ بن رفاعہ ﷫ سے اور انہوں نے اپنے مشائخ سے روایت کیا کہ انہوں نے عصر کے بعد تلاوت کو مکروہ سمجھا اور کہا کہ یہ یہود کی تعلیم ہے، تو یہ غیر مقبول اور بے بنیاد ہے۔ دنوں میں سب سے افضل یوم عرفہ، پھر جمعہ، پھر پیر،

اور پھر جمعرات ہے۔ عشروں میں رمضان کے آخری عشرے اور ذوالحجہ کے پہلے عشرے کو ترجیح دی جاتی ہے، اور مہینوں میں رمضان سب سے افضل ہے۔

سوال نمبر 86: قرآن کی ابتداء اور اسے کب مکمل کرنا چاہئے؟

جواب: وَيُخْتَارُ لِابْتِدَائِهِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَلِخَتْمِهِ لَيْلَةَ الْخَمِيسِ، فَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي دَاوُدَ رحمه الله عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. وَالْأَفْضَلِ الْخَتْمِ أَوَّلَ النَّهَارِ أَوْ أَوَّلَ اللَّيْلِ لِمَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ رحمه الله بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قَالَ: ((إِذَا وَافَقَ خَتْمُ الْقُرْآنِ أَوَّلَ اللَّيْلِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُصْبِحَ، وَإِنْ وَافَقَ خَتْمُهُ أَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُمْسِيَ)). قَالَ الْإِحْيَاءُ: وَيَكُونُ الْخَتْمُ أَوَّلَ النَّهَارِ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَأَوَّلَ اللَّيْلِ فِي رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ۔

ترجمہ: اور اس کی ابتدا جمعہ کی رات کو اور اس کا ختم کرنا جمعرات کی رات کو پسندیدہ ہے، جیسا کہ ابن ابی داود رحمه الله نے حضرت عثمان بن عفان رضي الله عنه سے روایت کیا کہ وہ ایسا کرتے تھے۔ اور بہترین ختم قرآن کا وقت صبح کا ابتدائی حصہ یا رات کا ابتدائی حصہ ہے، جیسا کہ دارمی رحمه الله نے صحیح سند کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضي الله عنه سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "جب قرآن کا ختم رات کے شروع میں ہو تو فرشتے اس پر صبح تک درود بھیجتے ہیں، اور اگر اس کا ختم دن کے شروع میں ہو تو فرشتے اس پر شام تک درود بھیجتے ہیں"۔ احیاء العلوم میں کہا گیا ہے: اور ختم قرآن کا وقت دن کے شروع میں فجر کی دو رکعتوں میں اور رات کے شروع میں مغرب کی سنت کی دو رکعتوں میں ہونا چاہیے۔

سوال نمبر 87: ختمِ قرآنِ پاک کا استحبابی طریقہ؟

جواب: يُسَنُّ صَوْمُ يَوْمِ الْخَتْمِ، أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ التَّابِعِينَ، وَأَنْ يَحْضُرَ أَهْلُهُ وَأَصْدِقَاؤُهُ، أَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ رحمه الله عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَتَمَ الْقُرْآنَ جَمَعَ أَهْلَهُ وَدَعَا۔ وأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي دَاوُدَ رحمه الله عَنِ الْحَكَمِ بْنِ

عُتَيْبَةَ﷫ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ مُجَاهِدٌ﷫ وَعِنْدَهُ ابْنُ أَبِي أُمَامَةَ﷫، وَقَالَا: أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ لِأَنَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْتِمَ الْقُرْآنَ، وَالدُّعَاءُ يُسْتَجَابُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ۔ وَأَخْرَجَ عَنْ مُجَاهِدٍ﷫ وَقَالَ: كَانُوا يَجْتَمِعُونَ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ، وَيُقَالُ عِنْدَهُ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ۔

ترجمہ: ختم قرآن کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے، اسے ابن ابی داود﷫ نے جماعت تابعین سے روایت کیا ہے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ اس موقع پر اس کے اہل و عیال اور دوست احباب جمع ہوں، اسے طبرانی﷫ نے حضرت انس﷜ سے روایت کیا ہے کہ جب بھی وہ قرآن ختم کرتے تھے تو اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے اور دعا کرتے تھے۔ ابن أبي داود﷫ نے حکم بن عتیبہ﷫ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: مجاہد﷫ نے مجھے دعوت پر بلایا اور ان کے پاس ابن أبي امامہ﷫ بھی موجود تھے۔ ابن امامہ﷫ اور مجاہد﷫ نے کہا: ہم نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ ہم قرآن ختم کرنا چاہتے ہیں، اور قرآن کے ختم ہونے پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اور مجاہد﷫ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: جب قرآن ختم کیا جاتا تو لوگ جمع ہوتے، اور کہا جاتا کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

سوال نمبر88: سورتوں سے پہلے تکبیر پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: وَيُسْتَحَبُّ التَّكْبِيرُ مِنَ الضُّحَى إِلَى آخِرِ الْقُرْآنِ وَهِيَ قِرَاءَةُ الْمَكِّيِّينَ. أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ﷫ فِي الشُّعَبِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ﷫ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَبِي بَزَّةَ﷫، سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ﷫ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَكِّيِّ﷫، فَلَمَّا بَلَغْتُ الضُّحَى قَالَ: "كَبِّرْ حَتَّى تَخْتِمَ"، فَإِنِّي قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ﷫ فَأَمَرَنِي بِذَلِكَ، وَقَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مُجَاهِدٍ﷫ فَأَمَرَنِي بِذَلِكَ، وَأَخْبَرَهُ مُجَاهِدٌ﷫ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ﷫ فَأَمَرَهُ بِذَلِكَ، وَأَخْبَرَهُ ابْنُ عَبَّاسٍﷄ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ﷜ فَأَمَرَهُ بِذَلِكَ. إِنَّهُ كَذَا أَخْرَجْنَاهُ مَوْقُوفًا، ثُمَّ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ﷫ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي بَزَّةَ﷫ مَرْفُوعًا. وَأَخْرَجَهُ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ۔ أَعْنِي الْمَرْفُوعَ۔ الْحَاكِمُ﷫ فِي مُسْتَدْرَكِهِ وَصَحَّحَهُ، وَلَهُ

طُرُقٌ كَثِيرَةٌ عَنْ الْبَزِّيِ. وَعَنْ مُوسَى بْنِ هَارُونَ قَالَ: قَالَ لِي الْبَزِّيُّ: قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ: "إِنْ تَرَكْتَ التَّكْبِيرَ فَقَدْتَ سُنَّةً مِنْ سُنَنِ نَبِيِّكَ"

ترجمہ: (شوافع) کے نزدیک سورۃ الضحی سے آخر سورت تک ہر سورت کے آخر میں تکبیر کہنا مستحب ہے، اور یہ مکیوں کا طریقہ ہے۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن خزیمہ نے ابن ابی بزۃ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ عکرمہ بن سلیمان نے کہا: میں نے اسماعیل بن عبداللہ المکی سے قرآن پڑھا، جب میں سورہ ضحیٰ پر پہنچا تو انہوں نے کہا: "تکبیر کہو حتیٰ کہ ختم کرو"، کیونکہ میں نے عبداللہ بن کثیر سے قرآن پڑھا تو انہوں نے مجھے اسی کا حکم دیا، اور انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے قرآن پڑھا تو انہوں نے مجھے اسی کا حکم دیا، اور مجاہد نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ابن عباس سے قرآن پڑھا تو ابن عباس نے انہیں اسی کا حکم دیا، اور ابن عباس نے انہیں بتایا کہ انہوں نے اُبی بن کعب سے قرآن پڑھا تو اُبی بن کعب نے انہیں اسی کا حکم دیا۔ ہم نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے، پھر بیہقی نے اسے ابن ابی بزۃ کے واسطے سے مرفوعاً بھی روایت کیا۔ اور حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں مرفوعاً روایت کیا اور صحیح قرار دیا، اور البزی سے اس کی کئی اسناد ہیں۔ موسیٰ بن ہارون نے کہا: البزی نے مجھ سے کہا: محمد بن ادریس الشافعی نے مجھ سے کہا: "اگر تم نے تکبیر کہنا چھوڑ دیا تو تم نے اپنے نبی کی سنتوں میں سے ایک سنت کھو دیا۔"

سوال نمبر 89: ختمِ قرآنِ پاک کے وقت اور کیا مسنون ہے؟

جواب: قَالَ الْحَافِظُ عِمَادُ الدِّينِ بْنُ كَثِيرٍ: وَهَذَا يَقْتَضِي تَصْحِيحَهُ لِلْحَدِيثِ. وَيُسَنُّ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْخَتْمَةِ أَنْ يَشْرَعَ فِي أُخْرَى عَقِبَ الْخَتْمَةِ لِحَدِيثِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهِ: "أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ، الَّذِي يَضْرِبُ مِنْ أَوَّلِ الْقُرْآنِ إِلَى آخِرِهِ، كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ." وَأَخْرَجَ "الدَّارِمِيُّ" بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ

كَعْبٍ ﷺ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَرَأَ {قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ} النَّاسِ 1 افْتَتَحَ مِنَ "الْحَمْدِ"، ثُمَّ قَرَأَ مِنَ الْبَقَرَةِ إِلَى {أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ}، ثُمَّ دَعَا بِدُعَاءِ الْخَتْمَةِ، ثُمَّ قَامَ.

ترجمہ: حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: "یہ حدیث کی تصحیح کو مستلزم ہے۔"

ختم قرآن کے وقت کی ایک سنت: یہ مستحب ہے کہ جب قرآن مکمل ہو جائے تو فوراً دوسرا شروع کردے۔ ترمذی رحمہ اللہ اور دیگر نے روایت کیا ہے: "اللہ ﷻ کے نزدیک سب سے محبوب عمل حال مرتحل ہے، جو قرآن کے آغاز سے اختتام تک جاتا ہے، جب بھی ختم کرتا ہے دوبارہ شروع کر دیتا ہے۔" دارمی رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ جب {قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ} پڑھتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے، پھر بقرہ سے {أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} تک پڑھتے، پھر ختم قرآن کے وقت دعا کرتے۔ اور پھر اٹھتے۔

سوال نمبر 90: بات کرنے کیلئے قراءت موقوف کرنا کیسا ہے؟

جواب: وَيُكْرَهُ قَطْعُ الْقِرَاءَةِ لِمُكَالَمَةِ أَحَدٍ، قَالَ الْحَلِيمِيُّ رحمہ اللہ: لِأَنَّ كَلَامَ اللهِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُؤْثَرَ عَلَيْهِ كَلَامُ غَيْرِهِ. وَأَيَّدَهُ الْبَيْهَقِيُّ رحمہ اللہ بِمَا فِي "الصَّحِيحِ": كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما إِذَا قَرَأَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ.

ترجمہ: اور کسی سے بات کرنے کے لیے قرآن کی قراءت کو روکنا مکروہ ہے۔ حلیمی رحمہ اللہ نے کہا: کیونکہ اللہ ﷻ کے کلام پر کسی دوسرے کا کلام غالب نہیں ہونا چاہیے۔ اور بیہقی رحمہ اللہ نے "صحیح" میں موجود روایت سے اس کی تائید کی: ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآن پڑھتے تھے تو اس وقت تک بات نہیں کرتے تھے جب تک کہ قرآت مکمل نہ کر لیں۔

سوال نمبر 91: تلاوتِ قرآنِ پاک کے وقت ہنسنے اور ادھر ادھر دیکھنے کا حکم؟

جواب: يُكْرَهُ أَيْضًا الضَّحِكُ وَالعبثُ وَالنَّظَرُ إِلَى مَا يُلْهِي. وَلَا يَجُوزُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بِالْعَجَمِيَّةِ مُطْلَقًا سَوَاءٌ أَحْسَنَ الْعَرَبِيَّةَ أَمْ لَا، فِي الصَّلَاةِ أَمْ خَارِجَهَا. وَلَا تَجُوزُ الْقِرَاءَةُ بِالشَّاذِّ، نَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ رحمه الله الإِجْمَاعَ عَلَى ذَلِكَ، لَكِنْ ذَكَرَ مَوْهُوبُ الْجَزَرِيُّ رحمه الله جَوَازَهَا فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ قِيَاسًا عَلَى رِوَايَةِ الْحَدِيثِ بِالْمَعْنَى. يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الْقُرْآنِ مَعِيشَةً يَتَكَسَّبُ بِهَا، وَأَخْرَجَ الآجُرِّيُّ رحمه الله مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رضي الله عنه مَرْفُوعًا: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللهَ بِهِ، فَإِنَّهُ سَيَأْتِي قَوْمٌ يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ بِهِ. " وَيُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ "نَسِيتُ آيَةَ كَذَا" بَلْ "أُنْسِيتُهَا" لِحَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ فِي النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ، وَنِسْيَانُهَا كَبِيرَةٌ لِحَدِيثِ أَبِي دَاوُدَ رحمه الله وَغَيْرِهِ: "عُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا."

ترجمہ: ہنسنا، کھیلنا اور ایسی چیز کو دیکھنا بھی مکروہ ہے جو توجہ ہٹائے۔ اور قرآن کو غیر عربی زبان میں پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، چاہے عربی زبان اچھی طرح جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، نماز میں یا نماز کے باہر۔ اور شاذ قراءت سے پڑھنا بھی جائز نہیں، ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، لیکن موہوب الجزری رحمہ اللہ نے اس کے جواز کا ذکر کیا ہے غیر نماز میں، روایت حدیث بالمعنی پر قیاس کرتے ہوئے۔ قرآن کو کمائی کا ذریعہ بنانا مکروہ ہے، اور آجری رحمہ اللہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے: "جو قرآن پڑھے تو اللہ ﷻ سے مانگے، کیونکہ وہ قوم آئے گی جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے مانگے گی۔" اور یہ کہنا مکروہ ہے "میں نے فلاں آیت بھول گئی" بلکہ "مجھے بھلا دی گئی" کہنا چاہیے، صحیحین کی حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، اور قرآن کا بھول جانا کبیرہ گناہ ہے، ابوداود وغیرہ کی حدیث ہے: "مجھے میری امت کے گناہ پیش کیے گئے، میں نے قرآن کی ایک سورت یا آیت سے بڑا گناہ نہیں دیکھا جو کسی کو دی گئی اور پھر اس نے بھلا دی"

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد

"الاقتباسُ وَما جَرى مَجراهُ"

سوال نمبر92: اقتباس کسے کہتے ہیں نیز اسکی صورت و حکم کیا ہوتا ہے کیا اس پہ قرآن کا اطلاق ہو گا؟

جواب: الاقتباسُ تَضمِينُ الشِّعرِ أَوِ النَّثرِ بَعضَ القُرآنِ، لا عَلَى أَنَّهُ مِنهُ بِأَلا يُقالَ فيهِ قالَ اللهُ تَبارَكَ وَتَعالىٰ وَنَحوَهُ، فَإِن ذٰلِكَ حينَئِذٍ لا يَكونُ اِقتِباساً۔

وَقَد اشتَهَرَ عَنِ المالِكِيَّةِ تَحرِيمُهُ وَتَشدِيدُ النَّكِيرِ عَلَى فاعِلِهِ. وَقَد تَعَرَّضَ لَهُ جُماعَةٌ مِنَ المُتَأَخِّرِينَ، فَسُئِلَ عَنهُ الشَّيخُ عَزُّ الدِّينِ عَبدِ السَّلامِ رحمہ اللہ فَأَجازَهُ وَاستَدَلَّ لَهُ بِما بَرَّدَ عَنهُ ﷺ مِن قَولِهِ فِي الصَّلاةِ وَغَيرِها (وَجَّهتُ وَجهِي) إِلَى آخِرِهِ وَقَولِهِ (اللَّهُمَّ فَالِقَ الإِصباحِ وَجَعَلَ اللَّيلَ سُكناً وَالشَّمسَ وَالقَمَرَ حُسباناً اقضِ عَنِ الدَّينِ وَأَغنِي مِنَ الفَقرِ). وَفِي شَرحِ بَدِيعِيَّةِ ابنِ حِجَّةَ رحمہ اللہ، الاقتباسُ ثَلاثَةُ أَقسامٍ:

(۱) مَقبولٌ

(۲) وَمُباحٌ

(۳) وَمَردودٌ

ترجمہ: اقتباس اور اس کے مفاہیم:

شعر یا آیت کو قرآن کے بعض حصے کے ساتھ شامل کر دینا یہ اقتباس ہے لیکن یہ شامل کرنا اس طور نہیں ہے کہ یہ قرآن سے ہے، اس معاملے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ ﷻ نے یہ فرمایا کیونکہ اگر یہ کہا جائے تو پھر یہ اقتباس نہیں ہو گا۔

مالکیہ سے اس بارے میں یہ مشہور ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور وہ ایسا کرنے والے کی سخت مذمت فرماتے۔ بعض متأخر علماء نے اس مسئلے پر غور کیا ہے۔ شیخ عزالدین عبدالسلام رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا اور انہوں نے اس کی اجازت دے دی، اپنی دعاؤں اور دیگر مواقع پر پیغمبر ﷺ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے (وَجَّهتُ وَجهِيَ) اور ان کی دعاؤں کے آخر میں {اللَّهُمَّ فَالِقَ الإِصبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيلَ سَكَنًا وَّالشَّمسَ وَالقَمَرَ حُسبَانًا اقضِ عَنِ الدَّينِ، وَأَغنِ مِنَ الفَقرِ}۔

ابن حجۃؒ کی بدیعیت کے شرح میں اقتباس کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) قبول

(۲) مباح

(۳) اور مردود

"فالأولُ ماكانَ في الخُطَبِ وَالمواعِظِ وَالعُهودِ،

وَالثاني ماكانَ في القَولِ وَالرِّسائِلِ وَالقِصَصِ،

وَالثالثُ على ضربَيْنِ: أحدهما ما نسَبَهُ اللهُ إلى نَفْسِهِ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ إلى نَفْسِهِ كَمَا قِيلَ عَنْ أحدِ بَنى مروان إنَّهُ وَقَعَ عَلَى مَطَالِعَةٍ فيها شَكَايَةٌ عَنْ مَالِهِ 'إنَّ إلينا إيابَهُمْ ثُمَّ إنَّ عَلَيْنَا حِسابَهُمْ'،

وَالآخَرُ تَضْمِينُ آيَةٍ فِي مَعْنَى هَزْلٍ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذَلِكَ كَقَوْلِهِ:

أُوحِيَ إِلَى عُشَّاقِهِ تَرْفُهُ هيهاتَ هيهاتَ لِمَا تُوعَدُونَ

وَرِدْفُهُ يُنْطِقُ مِنْ خَلْفِهِ لِمِثْلِ ذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ"

ترجمہ: "**پہلا:** جو خطبوں، مواعظ اور عہود میں تھا،

دوسرا: جو قول، رسائل اور قصوں میں تھا،

تیسرا: اسکی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ان آیات کی ہے جس میں اللہ ﷻ نے اپنی طرف نسبت کی ہے، ہم ان آیات کی اپنی جانب نسبت کرنے سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جیسا کہ بنی مروان میں سے کسی نے ایک معروضہ تیار کیا جس میں اس کی اپنے مال کے بارے میں شکایت تھی اس نے لکھا 'انہیں ہمیں پھر بھیجا جائے گا اور ہمیں ان کا حساب دینا ہے'، (یعنی قرآن کی یہ آیات جس میں اللہ ﷻ نے اپنی جانب نسبت فرمائی ہے ان آیات کی نسبت بطور اقتباس کے اپنی طرف کر دی۔ یہ مردود ہے۔ اور دوسری قسم: آیات کا اقتباس بطور ہزل یعنی مذاق مسخری کے طور پر کرنا اور ہم اللہ ﷻ سے اس کی حفاظت چاہتے ہیں۔ جیسا کہ کسی عاشق شاعر کا کہنا:

أُوحِيَ إِلَى عُشَّاقِهِ طرفہ، اس کے عشاق کو اس کی راحت و آرام کا الہام ہوا۔

هِيهَاتَ هِيهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ،ہائے! بہت دور ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔
وَرِدْفُهُ يَنْطِقُ مِنْ خَلْفِهِ ،اس کے پیچھے آنے والا اس کے قسم سے بولتا ہے۔
لِمِثْلِ ذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ،ایسے مقصد کے لئے ہی کام کرنے والے کو کام کرنا چاہیے۔

وَذَكَرَ الشَّيْخُ تَاجُ الدِّينِ بْنُ السُّبْكِيِّ رحمه الله فِي طَبَقَاتِهِ فِي تَرْجَمَةِ الْإِمَامِ أَبِي مَنْصُورٍ عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ الطَّاهِرُ التَّمِيمِي الْبَغْدَادِي رحمه الله مِنْ كِبَارِ الشَّافِعِيَّةِ وَأَجِلَّائِهِمْ أَنَّ مِنْ شِعْرِهِ قَوْلُهُ

يَا مَنْ عَدَا ثُمَّ اعْتَدَى ثُمَّ اقْتَرَفْ ثُمَّ انْتَهَى ثُمَّ ارْعَوَى ثُمَّ اعْتَرَفْ
أَبْشِرْ بِقَوْلِ اللهِ فِي آيَاتِهِ إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفْ

قَالَ السُّيُوطِي رحمه الله لَيْسَ هٰذَانِ الْبَيْتَانِ مِنَ الْاِقْتِبَاسِ لِتَصْرِيحِهِ بِقَوْلِ اللهِ وَقَدْ قَدَّمْنَا أَنْ ذٰلِكَ خَارِجٌ عَنْهُ۔

ترجمہ: شیخ تاج الدین بن سبکی رحمه الله نے اپنی کتاب "طبقات" میں امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر التمیمی البغدادی رحمه الله کی سوانح حیات میں جو کہ بڑے اور جلیل القدر شافعی علماء میں سے ہیں،ان کا یہ شعر نقل کیا ہے:

یا من عدا ثم اعتدی ثم اقترف ثم انتھی ثم ارعوی ثم اعترف
ابشر بقول اللہ فی آیاته إن ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف

ترجمہ: اے وہ شخص جو حد سے بڑھا، پھر زیادتی کی، پھر گناہ کیا، پھر باز آیا، پھر سنبھلا، پھر اعتراف کیا، اللہ کے کلام میں اس کی خوشخبری سنو: اگر وہ باز آئیں گے تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔
امام سیوطی رحمه الله نے کہا کہ یہ دو اشعار اقتباس میں شمار نہیں ہوتے کیونکہ ان میں اللہ کے قول کی صراحت ہے اور ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ یہ اس سے خارج ہیں۔

وَالْوَرَعُ اجْتِنَابُ ذٰلِكَ كُلِّهِ، وَأَنْ يُنَزِّهَ عَنْ مِثْلِهِ كَلَامَ اللهِ وَرَسُولِهِ ﷺ، وَإِنْ ثَبَتَ اسْتِعْمَالُ الْأَئِمَّةِ الْأَجِلَّاءِ لَهُ، كَالْإِمَامِ أَبِي الْقَاسِمِ الرَّافِعِيِّ رحمه الله الَّذِي قَالَ:

الْمَلِكُ لِلّٰهِ الَّذِی عَنَتْ الوُجُو ... هُ لَهُ وَذَلَّتْ عِنْدَهُ الأَرْبَابُ

مُتَفَرِّدٌ بِالْمُلْكِ وَالسُّلْطَانِ قَدْ ... خَسِرَ الَّذِينَ تَجَاذَبُوهُ وَخَابُوا

دَعْهُمْ وَزَعْمَ الْمُلْكِ يَوْمَ غُرُورِهِمْ ... فَسَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الكَذَّابُ

وَرَوَى البَيْهَقِيُّ رحمه الله فِي "شُعَبِ الإِيمَانِ" عَنْ شَيْخِهِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ رحمه الله، قَالَ أَنْشَدَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ رحمه الله لِنَفْسِهِ:

سَلِ اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ وَاتَّقِهِ ... فَإِنَّ التُّقَى خَيْرُ مَا تَكْتَسِبُ

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَصْنَعْ لَهُ ... وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

ترجمہ: اور ورع (پارسائی) یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے اجتناب کیا جائے، اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو ایسی باتوں سے پاک رکھا جائے، اور اگرچہ بزرگ اماموں نے بھی اس کا استعمال کیا ہو، جیسے امام ابو القاسم الرافعی رحمه الله، جنہوں نے کہا: بادشاہت اللہ ﷻ کی ہے، جس کے سامنے چہرے جھک گئے اور اس کے سامنے ارباب (خدا کے علاوہ دیگر معبود) بھی ذلیل ہو گئے۔

وہ بادشاہت اور اقتدار میں یکتا ہے، بلاشبہ خسارہ میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اس سے جھگڑا کیا اور ناکام ہوئے۔ چھوڑ دو انہیں، اور بادشاہی کا دعویٰ ان کے دھوکے کے دن پر۔ تو کل جان لیں گے کہ جھوٹا کون ہے۔ اور بیہقی رحمه الله نے "شعب الایمان" میں اپنے شیخ ابو عبدالرحمن السلمي رحمه الله سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں احمد بن محمد بن یزید رحمه الله نے اپنی طرف سے یہ اشعار سنائے: اللہ ﷻ سے اس کا فضل مانگو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ کیونکہ تقویٰ سب سے بہتر چیز ہے جو تم حاصل کر سکتے ہو۔ اور جو شخص اللہ ﷻ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ ﷻ اس کے لیے راستہ بناتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا۔

فی معرفۃ غریبہ

سوال نمبر 93: غریب الفاظ کی وضاحت کریں کہ غریب الفاظ کیا ہوتے ہیں؟

جواب: اَلْغَرِيبُ هُوَ مَعْنَى الْأَلْفَاظِ الَّتِي يَحْتَاجُ إِلَى الْبَحْثِ عَنْهَا فِي اللُّغَةِ وَمَرْجِعُهُ النَّقْلُ وَالْكُتُبُ الْمُصَنَّفَةُ فِيهِ وَيَنْبَغِي الْاِعْتِنَاءُ بِهِ، فَقَدْ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ رحمه الله مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه مَرْفُوعًا: "أَعْرِبُوا الْقُرْآنَ وَالْتَمِسُوا غَرَائِبَهُ". وَأَخْرَجَ مِثْلَهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنهم مَوْقُوفًا، وَأَخْرَجَ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما مَرْفُوعًا: "مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَعْرَبَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عِشْرُونَ حَسَنَةً، وَمَنْ قَرَأَ بِغَيْرِ إِعْرَابٍ كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ" الْمُرَادُ بِإِعْرَابِهِ مَعْرِفَةُ مَعَانِي أَلْفَاظِهِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ الْإِعْرَابَ الْمُصْطَلَحَ عَلَيْهِ عِنْدَ النُّحَاةِ، وَهُوَ مَا يُقَالُ اللَّحْنُ، لِأَنَّ الْقِرَاءَةَ مَا فَقَدَهُ لَيْسَتْ قِرَاءَةً وَلَا ثَوَابَ فِيهَا، وَعَلَى الْخَائِضِ فِي ذَلِكَ التَّثَبُّتُ وَالرُّجُوعُ إِلَى كُتُبِ أَهْلِ الْفَنِّ وَعَدَمُ الْخَوْضِ بِالظَّنِّ، فَهَذِهِ الصَّحَابَةُ وَهُمُ الْعَرَبُ الْعَرْبَاءُ وَأَصْحَابُ اللُّغَةِ الْفُصْحَى رضي الله عنهم.

وَمَنْ نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَيْهِمْ وَبِلُغَتِهِمْ، تَوَقَّفُوا فِي أَلْفَاظٍ لَمْ يَعْرِفُوا مَعْنَاهَا فَلَمْ يَقُولُوا فِيهَا شَيْئًا، فَأَخْرَجَ أَبُو عُبَيْدٍ رحمه الله فِي الْفَضَائِلِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ رحمه الله أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رضي الله عنه سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ [عَبَسَ ٣١] فَقَالَ: أَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِي أَوْ أَيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِي إِنْ أَنَا قُلْتُ فِي كِتَابِ اللهِ مَا لَا أَعْلَمُ.

وَأَخْرَجَ عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قَرَأَ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ فَقَالَ: هَذِهِ الْفَاكِهَةُ قَدْ عَرَفْنَاهَا، فَمَا الْأَبُّ؟ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى نَفْسِهِ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لَهُوَ التَّكَلُّفُ يَا عُمَرُ رضي الله عنه.

ترجمہ: غریب[7] لغت میں ان الفاظ کے معنیٰ کو تلاش کرنا جن میں بحث کی حاجت ہو۔ ان الفاظ کے معانی کی پہچان کے لئے روایات اور ان الفاظ پر لکھی جانے والی کتابوں کو دیکھنا چاہئیے اور ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

[7] الغرابۃ: کون الکلمۃ غیر ظاہرۃ المعنیٰ (یعنی کلمے کا ظاہری معنی کے خلاف ہونا غرابت کہلاتا ہے)

امام بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قرآن کو سمجھو اور اس کی عجائبات کو تلاش کرو"۔ اور اسی طرح کی روایت عمر، ابن عمر، اور ابن مسعودؓ سے موقوفاً بھی نقل کی گئی ہے، اور ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کے معانی کو سمجھتا ہے، اس کے لیے ہر حرف پر بیس نیکیاں ہیں، اور جو بغیر سمجھے پڑھتا ہے، اس کے لیے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں"۔ یہاں "اعراب" سے مراد الفاظ کے معنیٰ کو سمجھنا ہے۔ نحویوں کے نزدیک اعراب کے جو معنی ہیں وہ یہاں مراد نہیں ہیں کیونکہ نحویوں کا اعراب تو لحن یعنی غلط پڑھنے کے مقابلے میں ہے۔ نحویوں کا اعراب مراد اس لئے نہیں کہ اگر قرآن کو درست پڑھا ہی نہ جائے تو اس پڑھنے کو نہ ہی قراءت کہتے ہیں اور نہ ہی اس طرح پڑھنے سے ثواب ملتا ہے۔ غرائب القرآن میں غور و خوض کرنے والے کے لئے ثابت قدمی ضروری ہے اور اسے فن کے ماہرین کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اپنے گمان سے کچھ نہ کہنا چاہیے کیونکہ صحابہ کرامؓ جو کہ فصیح زبان والے عرب تھے، اور جن پر قرآن نازل ہوا تھا اور ان کی زبان میں تھا، کچھ الفاظ کے معنیٰ نہ سمجھنے پر خاموش رہتے تھے اور ان کے بارے میں کچھ نہ کہتے تھے۔

ابو عبیدؒ نے فضائل میں ابراہیم التیمیؒ سے روایت کیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے {وَفَاكِهَةً وَأَبًّا} [عبس ۳۱] کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: "کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا یا کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں اللہ کی کتاب میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو"۔

اور انس سے روایت کیا گیا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے منبر پر {وَفَاكِهَةً وَأَبًّا} کی تلاوت کی اور فرمایا: "یہ فاکھہ (پھل) تو ہم جانتے ہیں، لیکن 'اَب' کیا ہے؟ پھر خود ہی کہا کہ اے عمر اس کے معنیٰ کا جاننا بہت مشکل معاملہ ہے"۔

وَأَخْرَجَ مِنْ طَرِيقِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنْتُ لَا أَدْرِي مَا فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ حَتَّى أَتَانِي أَعْرَابِيَّانِ يَخْتَصِمَانِ فِي بِئْرٍ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَنَا فَطَرْتُهَا، يَقُولُ: أَنَا ابْتَدَأْتُهَا.

وَأَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ: {وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا} [مَرْيَم ١٣] فَقَالَ: سَأَلْتُ عَنْهَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَلَمْ يُجِبْ فِيهَا شَيْئًا.

وَأَخْرَجَ الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ: كُلُّ الْقُرْآنِ أَعْلَمُهُ إِلَّا أَرْبَعًا: {غِسْلِينٍ} [الْحَاقَّة ٣٦] {وَحَنَانًا}، {وَأَوَّاهٍ} [هُود ٧٥] وَ {الرَّقِيمِ} [الْكَهْف ٩]

وَأَخْرَجَ ابْنُ حَاتِمٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ مَا كُنْتُ أَدْرِي مَا قَوْلُهُ {رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ} [الأَعْرَاف ٨٩] حَتَّى سَمِعْتُ قَوْلَ بِنْتِ ذِي يَزَنَ تَعَالَ أُفَاتِحْكَ، تُرِيدُ تَعَالَ أُخَاصِمْكَ۔

وَأَخْرَجَ مِنْ طَرِيقِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَا أَدْرِي مَا "الْغِسْلِينُ" وَلَكِنِّي أَظُنُّهُ الزَّقُّومَ۔

ترجمہ: اور مجاہد کے ذریعے ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا تھا کہ 'فاطر السموات' (آسمانوں کا پیدا کرنے والا) کا کیا مطلب ہے، یہاں تک کہ دو اعرابی (دیہاتی) میرے پاس آئے اور ایک کنویں کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ ایک نے کہا: 'میں نے اسے فطرت کیا'، یعنی میں نے اسے بنانا شروع کیا۔"

اور ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: "میں نے ابن عباس سے 'وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا' [مریم ۱۳] روایت کیا: اسرائیل نے ہمیں بتایا، سامک بن حرب نے عکرمہ کے ذریعے ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: "میں قرآن کے تمام الفاظ کا علم رکھتا ہوں سوائے چار کے: {غِسْلِينٍ} [الحاقة ٣٦]، {وَحَنَانًا}، {وَأَوَّاهٍ} [ہود ۷۵]، اور {الرَّقِيمِ} [الکہف ۹]۔"

1. ابن حاتم نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا: "میں نہیں جانتا تھا کہ آیت {رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ} [الأعراف: ۸۹] کا کیا مطلب ہے، یہاں تک کہ میں نے بِنْتِ ذِي يَزَنَ کا قول سنا، جس میں کہا گیا تھا 'آؤ، میں تمہیں چیلنج کرتی ہوں'، یعنی 'آؤ، میں تم سے جھگڑنا چاہتی ہوں'۔"

2. مجاہد رحمہ اللہ کے طریقے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا کہ 'الغسلین' کیا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ 'زقوم' (خبیث درخت) ہو سکتا ہے۔"

سوال نمبر 94: غریب الفاظ کے معنیٰ کی معرفۃ کیسے حاصل ہوتی ہے؟

فصل:

جواب: مَعْرِفَةُ هٰذَا الْفَنِّ لِلْمُفَسِّرِ ضَرُورِيَّةٌ۔ قَالَ فِي الْبُرْهَانِ: وَيَحْتَاجُ الْكَاشِفُ عَنْ ذٰلِكَ إِلَى مَعْرِفَةِ عِلْمِ اللُّغَةِ أَسْمَاءً وَأَفْعَالًا وَحُرُوفًا فَالْحُرُوفُ لِقِلَّتِهَا تَكَلَّمَ النُّحَاةُ عَلَى مَعَانِيهَا فَيُؤْخَذُ ذٰلِكَ مِنْ كُتُبِهِمْ وَأَمَّا الْأَسْمَاءُ وَالْأَفْعَالُ فَتُؤْخَذُ مِنْ كُتُبِ عِلْمِ اللُّغَةِ،

قَالَ سُيُوطِيّ رحمہ اللہ وَأَوْلَى مَا يُرْجَعُ إِلَيْهِ فِي ذٰلِكَ مَا ثَبَتَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ وَأَصْحَابِهِ الْآخِذِينَ عَنْهُ فَإِنَّهُ وَرَدَ عَنْهُ مَا يَسْتَوْعِبُ تَفْسِيرَ غَرِيبِ الْقُرْآنِ بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ، وَمِمَّا وَرَدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ رحمہ اللہ وَهِيَ مِنْ أَصَحِّ الطُّرُقِ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {يُؤْمِنُونَ} يُصَدِّقُونَ {يَعْمَهُونَ} يَتَمَادَوْنَ {مُطَهَّرَةٌ} مِنَ الْقَذَرِ وَالْأَذَى {الْخٰشِعِينَ} الْمُصَدِّقِينَ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ {وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ} نِعْمَةٌ {وَفُومِهَا} الْحِنْطَةُ {إِلَّا أَمَانِيَّ} أَحَادِيثَ وَسَاقَ السُّيُوطِيّ رحمہ اللہ فِي الْإِتْقَانِ جَمِيعَ مَا وَرَدَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى وَجْهِ الْإِتْقَانِ وَالِاسْتِيعَابِ مُرَتَّبًا عَلَى السُّوَرِ۔

ترجمہ: قرآن کی تفسیر کرنے والے کے لئے اس علم (غریب الفاظ کے معانی) کا جاننا ضروری ہے۔ علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب البرہان میں کہا ہے: غریب الفاظ کے معانی کو ظاہر کرنے والے محقق کے لئے علمِ لغت کے اسماء، افعال، اور حروف کا علم ہونا لازمی ہے۔ حروف کی قلت کی وجہ سے نحویوں نے ان کے معانی پر بات کی ہے، اس لئے یہ ان کی کتابوں سے لیا جاتا ہے اور اسماء اور افعال کے معانی لغت کی کتابوں سے لئے جاتے ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے کہا: اس معاملے میں سب سے بہتر انداز یہ ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں سے جو طریقہ ثابت ہے، اس طرف رجوع کیا جائے کیونکہ ان سے صحیح اسناد کے ساتھ غریب القرآن کی

تفسیر وارد ہوئی ہے،اور وہ (تقریبا) غریب الفاظ کا احاطہ کرتی ہیں اور جو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ابنِ ابی طلحہ رحمہ اللہ کے ذریعے وارد ہوا ہے، جو ان سے صحیح ترین طرق میں سے ہے، اللہ ﷻ کے قول {يُؤْمِنُونَ} (یعنی تصدیق کرتے ہیں) {يَعْمَهُونَ} (یعنی سرکشی کرتے ہیں) {مُطَهَّرَةٌ} (یعنی ناپاکی اور اذیت سے پاک) {الْخٰشِعِينَ} (یعنی جو اللہ ﷻ کی نازل کردہ کتاب کی تصدیق کرتے ہیں) {وَفِي ذَلِكَ بَلَاءٌ} (یعنی نعمت) {وَفُومِهَا} (یعنی گندم) {إِلَّا أَمَانِيَّ} (یعنی احادیث مراد باتیں)۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں اس کو تفسیر اور استیعاب کے ساتھ سورتوں کی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

سوال نمبر 95: قرآن پاک میں غریب الفاظ کا داخل ہونا؟ حالانکہ قرآن پاک تو فصیح کلام ہے؟

جواب: فَائِدَةٌ: اِسْتُشْكِلَ دُخُولُ الْغَرِيبِ فِي الْقُرْآنِ مَعَ أَنَّ السَّلَامَةَ مِنَ الْغَرَابَةِ مِنْ شُرُوطِ الْفَصَاحَةِ وَالْقُرْآنُ أَفْصَحُ الْكَلَامِ فَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ خَالِيًا مِنْ ذَلِكَ أُجِيبَ أَنَّ الْغَرَابَةَ لَهَا مَعْنَيَانِ:

الْمَعْنَى الْأَوَّلُ: اِسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ الْوَحْشِيِّ غَيْرِ الْمَأْنُوسِ الِاسْتِعْمَالِ وَهَذَا مِمَّا يُخِلُّ بِالْفَصَاحَةِ.

وَالْمَعْنَى الثَّانِي: اِسْتِعْمَالُ مَا لَا مَدْخَلَ لِلرَّأْيِ فِيهِ بَلْ يَرْجِعُ مَعْنَاهُ إِلَى النَّقْلِ مِثْلَ {قَسْوَرَةٍ} لِلْأَسَدِ وَهَذَا النَّوْعُ وَاقِعٌ فِي الْقُرْآنِ، وَهُوَ مُحْتَاجٌ إِلَى الْبَيَانِ مِنْ أَهْلِ هَذَا الشَّأْنِ۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

ترجمہ: فائدہ: قرآن میں غریب لفظوں کا داخل ہونا مشکوک سمجھا گیا ہے، جبکہ فصاحت کے شرائط میں سے ایک غرابت سے پاک ہونا ہے اور قرآن سب سے زیادہ فصیح کلام ہے، لہٰذا اس میں اس سے پاک ہونا چاہیے۔ جواب دیا گیا کہ غرابت کے دو معنی ہیں:

پہلا معنی: غیر مانوس اور غیر معروف لفظ کا استعمال، جو فصاحت کو متاثر کرتا ہے۔

دوسرا معنی: ایسے الفاظ کا استعمال جن میں رائے کا دخل نہ ہو، بلکہ ان کا معنی روایت سے معلوم ہو،

جیسے {قَسْوَرَةٍ} کا معنی شیر ہے۔اس قسم کے الفاظ قرآن میں پائے جاتے ہیں،اوران کی وضاحت کے لیےاہل علم کی ضرورت ہوتی ہے۔

فَصْل:

سوال نمبر96: کیامشکل الفاظ کے بارے میں اشعار کے ساتھ استدلال کیاجاسکتاہے؟

جواب: قَالَ أَبُوبَكْرٍ الأَنْبَارِیّ رحمه الله قَدْ جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ رضي الله عنهم كَثِيرًا الِاحْتِجَاجِ عَلَى غَرِيبِ الْقُرْآنِ وَمُشْكِلِهِ بِالشِّعْرِ،

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما: الشِّعْرُ دِيوَانُ العَرَبِ، فَإِذَا خَفِيَ عَلَيْنَا الحَرْفُ مِنَ الْقُرْآنِ الَّذِى أَنْزَلَهُ اللهُ بِلُغَةِ العَرَبِ رَجَعْنَا إِلَى دِيوَانِهَا فَالْتَمَسْنَا مَعْرِفَةَ ذَلِكَ مِنْهُ۔

ثُمَّ أَخْرَجَ مِنْ طَرِيقِ عِكْرِمَةَ رحمه الله عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: إِذَا سَأَلْتُمُونِى عَنْ غَرِيبِ الْقُرْآنِ فَالْتَمِسُوهُ فِى الشِّعْرِ، فَإِنَّ الشِّعْرَ دِيوَانُ الْعَرَبِ، وَقَالَ أَبُوعُبَيْدٍ رحمه الله فِى فَضَائِلِهِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رحمه الله عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُتْبَةَ رحمه الله عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهُ كَانَ يُسْأَلُ عَنِ الْقُرْآنِ فَيُنْشِدُ فِيهِ الشِّعْرَ، قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ يَعْنِى كَانَ يَسْتَشْهِدُ بِهِ عَلَى التَّفْسِيرِ۔

ترجمہ: فصل: ابو بکر الانباری رحمہ اللہ نے کہا: صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے غریب القرآن اور مشکل الفاظ کے بارے میں کثرت سے اشعار کے ساتھ استدلال منقول ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: شعر عرب کا دیوان (مستند ذریعہ ریکارڈ) ہے،پس جب قرآن کے کسی حرف کا معنی ہم پر مخفی رہتا ہے جسے اللہ عزوجل نے عربی زبان میں نازل کیا، تو ہم اس کے معنی کو تلاش کرنے کے لیے عرب کے دیوان (شعر) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پھر عکرمہ رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی: جب تم مجھ سے غریب القرآن کے بارے میں پوچھوتواسے شعر میں تلاش کرو، کیونکہ شعر عرب کا دیوان ہے۔

ابو عبید﷫ نے اپنی فضائل کی کتاب میں کہا: ہمیں ہشیم نے حصین بن عبد الرحمن﷫ سے، انہوں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عتبۃ﷫ سے، اور انہوں نے ابن عباس﷠ سے روایت کی کہ جب ان سے قرآن کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ اس کے متعلق شعر پڑھتے تھے۔ ابو عبید﷫ نے کہا: یعنی وہ تفسیر کے لیے اس سے استشہاد کرتے تھے۔

سوال نمبر 97: کیا صحابہ﷢ نے بھی مشکل الفاظ کے بارے میں اشعار کے ساتھ استدلال کیا ہے؟

جواب: قَالَ السُّيُوطِيُّ﷫: قَدْ رَوَيْنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ﷠ كَثِيرًا مِنْ ذَلِكَ وَأَوْعَبَ مَا رَوَيْنَاهُ عَنْهُ مَسَائِلُ نَافِعِ بْنِ الْأَزْرَقِ﷫، وَقَدْ أَخْرَجَ بَعْضَهَا ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ﷫ فِي كِتَابِ "الْوَقْفِ" وَالطَّبَرَانِيُّ﷫ فِي مُعْجَمِهِ "الْكَبِيرِ"، وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُ نَافِعٍ لِابْنِ عَبَّاسٍ﷠: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى {عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ} [المعارج: ٣٧] قَالَ: العِزُونُ: حِلَقُ الرِّفَاقِ۔ قَالَ: وَهَلْ تَعْرِفُ العَرَبُ ذَلِكَ؟

قَالَ: نَعَمْ، أَمَا سَمِعْتَ عُبَيْدَ بْنَ الْأَبْرَصِ﷫ وَهُوَ يَقُولُ:

فَجَاؤُوا يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ حَتَّى ... يَكُونُوا حَوْلَ مِنْبَرِهِ عِزِينَا۔

قَالَ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى {وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ} [المائدۃ: ٣٥] قَالَ: الوَسِيلَةُ الحَاجَةُ۔ قَالَ: وَهَلْ تَعْرِفُ العَرَبُ ذَلِكَ؟

قَالَ: نَعَمْ، أَمَا سَمِعْتَ عَنْتَرَةَ وَهُوَ يَقُولُ:

إِنَّ الرِّجَالَ لَهُمْ إِلَيْكِ وَسِيلَةٌ ... أَنْ يَأْخُذُوكِ تَكَحَّلِي وَتُخَضَّبِي۔

امام سیوطی﷫ نے کہا: ہم نے ابن عباس سے اس موضوع پر بہت کچھ روایت کیا ہے اور جو کچھ ہم نے ان سے روایت کیا ہے، اس میں سب سے جامع نافع بن الازرق﷫ کے سوالات ہیں۔

ابن انباری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الوقف" میں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی "معجم الکبیر" میں ان میں سے کچھ سوالات نقل کیے ہیں۔

ان میں سے نافع رحمہ اللہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال ہے: اللہ ﷻ کے قول {عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ} [المعارج: ٣٧] کا کیا مطلب ہے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "عزون" کا مطلب ہے حلقے بنائے ہوئے گروہ۔ نافع رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں، کیا تم نے عبید بن الابرص رحمہ اللہ کا یہ شعر نہیں سنا؟

"فَجَاؤُوا يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ حَتَّى يَكُونُوا حَوْلَ مِنبَرِهِ عِزِينَا"

ترجمہ: پس وہ اس کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ انہوں نے اس کے منبر کے اطراف میں حلقہ بنالیا۔

نافع رحمہ اللہ نے پھر پوچھا: اللہ ﷻ کے قول {وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ} [المائدة: ٣٥] کا کیا مطلب ہے؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وسیلہ کا مطلب ہے حاجت۔ نافع رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں، کیا تم نے عنترہ کا یہ شعر نہیں سنا؟

"إِنَّ الرِّجَالَ لَهُمْ إِلَيْكِ وَسِيلَةٌ أَنْ يَأْخُذُوكِ تُكَحِّلِي وَتُخَضِّبِي"

ترجمہ: بیشک مردوں کو تیری طرف آنے کی حاجت ہے تاکہ وہ تجھے پکڑلیں پس تو سرمہ آنکھوں میں لگالے اور سر پر خضاب لگالے۔

يَا مُحْيِيْ يَا مُمِيْتُ

سات بار روزانہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کیجئے ان شاءاللہ ﷻ جادو اثر نہیں کرے گا۔

ما وقع فيه بغير لغة العرب

سوال نمبر98: کیاقرآنِ پاک میں معرب (یعنی جنھیں عربی بنایا گیا ہے) الفاظ ہیں؟

جواب: اِخْتَلَفَ الْأَئِمَّةُ رحمہم اللہ فِي وُقُوعِ الْمُعَرَّبِ فِي الْقُرْآنِ فَالْأَكْثَرُونَ، وَمِنْهُمُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ جَرِيرٍ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَالْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ فَارِسٍ رحمہم اللہ عَلَى عَدَمِ وُقُوعِهِ فِيهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {قُرْآنًا عَرَبِيًّا} [يُوسُف٢] وَقَوْلِهِ تَعَالَى {وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيٰتُهٗ ءَأَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ} [حٰمٓ السَّجْدَة٤٤]

وَقَدْ شَدَّدَ الشَّافِعِيُّ رحمہ اللہ النَّكِيرَ عَلَى الْقَائِلِ بِذٰلِكَ وَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ رحمہ اللہ إِنَّمَا أُنْزِلَ الْقُرْآنُ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ فَمَنْ زَعَمَ أَنَّ فِيهِ غَيْرَ الْعَرَبِيَّةِ فَقَدْ أَعْظَمَ الْقَوْلَ وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ كَذَا بِالنَّبَطِيَّةِ فَقَدْ أَكْبَرَ الْقَوْلَ،

وَيُقَابِلُ هٰذَا الْقَوْلَ مَا جَاءَ عَنْ بَعْضِهِمْ بِجَوَازِ وُقُوعِ ذٰلِكَ وَأَنَّ هُنَاكَ أَلْفَاظًا غَيْرَ عَرَبِيَّةٍ اسْتَعْمَلَهَا الْعَرَبُ وَجَرَتْ مَجْرَى الْفَصِيحِ فَوَقَعَ بِهَا الْبَيَانُ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَقَالَ آخَرُونَ كُلُّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ عَرَبِيَّةٌ صِرْفَةٌ وَلٰكِنْ لُغَةُ الْعَرَبِ مُتَسِعَةٌ جِدًّا، وَلَا يَبْعُدُ أَنْ تَخْفَى عَلَى الْأَكَابِرِ الْجِلَّةِ، وَقَدْ خَفِيَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما مَعْنَى «فَاطِرٍ» فَاتِحِ

ترجمہ: وہ الفاظ جو عربی زبان کے علاوہ میں واقع ہوئے ہیں۔ ائمہ رحمہم اللہ کا قرآن میں معرب الفاظ (وہ الفاظ جنہیں عربی بنایا گیا) کے وقوع پر اختلاف ہے۔ اکثر علماء رحمہم اللہ جیسے امام شافعی، ابن جریر، ابوعبیدہ، قاضی ابو بکر اور ابن فارس رحمہم اللہ اس کے وقوع کو رد کرتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں ہے، کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے: {قرآنا عربیا} [یوسف:۲] اور فرمایا: {ولو جعلنه قرآنا اعجمیا لقالوا لولا فصلت آیاتہ ءاعجمی وعربی} [حم السجدۃ: ۴۴]۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ کے واقع ہونے کے قائلین کی شدید مذمت کی ہے اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن عربی زبان میں واضح طور پر نازل ہوا ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں غیر عربی زبان کے الفاظ ہیں، اس نے بڑی بات کہی ہے۔ اور جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ نبطیہ زبان کے الفاظ ہیں، اس نے اور بھی بڑی بات کہی ہے۔

اس کے مقابلے میں کچھ علماءؒ کا قول ہے کہ غیر عربی الفاظ کا وقوع جائز ہے، اور عربوں نے کچھ غیر عربی الفاظ کو استعمال کیا ہے جو فصیح عربی زبان کے قائم مقام ہو گئے ہیں اور ان میں بھی بیان کی صفت پیدا ہو گئی (جیسا کہ عربی زبان میں تھی) اور اسی اعتبار سے قران ان کلمات کے ساتھ نازل ہوا۔

کچھ دیگر علماءؒ کہتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ خالص عربی ہیں، لیکن عربی زبان بہت وسیع ہے، اور یہ بعید نہیں کہ یہ الفاظ اکابر علماءؒ سے بھی مخفی رہیں۔ جیسے ابن عباسؓ سے "فاطر" کا معنی مخفی رہا جو کہ "فاتح" ہے۔

قَالَ الشَّافِعِيُّؒ فِي الرِّسَالَةِ لَا يُحِيطُ بِاللُّغَةِ إِلَّا نَبِيٌّ ﷺ۔ وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ سَلَامٍؒ وَالصَّوَابُ عِنْدِي أَنَّ هَذِهِ الْأَحْرُفَ أُصُولُهَا أَعْجَمِيَّةٌ۔

كَمَا قَالَ الْفُقَهَاءُ وَلَكِنَّهَا وَقَعَتْ لِلْعَرَبِ فَعَرَّبَتْهَا بِأَلْسِنَتِهَا وَحَوَّلَتْهَا عَنْ أَلْفَاظِ الْعَجَمِ إِلَى أَلْفَاظِهَا فَصَارَتْ عَرَبِيَّةً ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ۔

وَقَدِ اخْتَلَطَتْ هَذِهِ الْحُرُوفُ بِكَلَامِ الْعَرَبِ فَمَنْ قَالَ إِنَّهَا عَرَبِيَّةٌ فَهُوَ صَادِقٌ وَمَنْ قَالَ أَعْجَمِيَّةٌ فَصَادِقٌ وَمَالَ إِلَى هَذَا الْقَوْلِ الْجَوَالِيقِيُّ وَابْنُ الْجَوْزِيِّؒ وَآخَرُونَ وَهَذِهِ أَمْثِلَةٌ لِتِلْكَ الْأَلْفَاظِ۔

"**أَبَارِيق**" حَكَى الثَّعَالِبِيُّؒ فِي "فِقْهِ اللُّغَةِ" أَنَّهَا فَارِسِيَّةٌ وَقَالَ الْجَوَالِيقِيُّ الْإِبْرِيقُؒ فَارِسِيٌّ مُعَرَّبٌ وَمَعْنَاهُ طَرِيقُ الْمَاءِ أَوْ صَبُّ الْمَاءِ عَلَى هِينَةٍ۔"

أَبٌّ" قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ حَشِيشٌ بِلُغَةِ أَهْلِ الْغَرْبِ حَكَاهُ شَيْدَلَةُ۔

"ابْلَعِي" أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍؒ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {ابْلَعِي مَاءَكِ} هُودٌ ۴۴ قَالَ بِالْحَبَشِيَّةِ ازْدَرِدِيهِ۔

"أَخْلَدَ" قَالَ الْوَاسِطِيُّؒ فِي "الْإِرْشَادِ" خَالِدٌ إِلَى الْأَرْضِ رُكُنٌ بِالْعِبْرِيَّةِ

"الْأَرَائِكَ" حَكَى ابْنُ الْجَوْزِيِّؒ فِي فُنُونِ الْأَفْنَانِ أَنَّهَا السُّرُرُ بِالْحَبَشِيَّةِ

"اسْتَبْرَق" أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الضَّحَّاكِ ﷺ أَنَّهُ الدِّيبَاجُ الْغَلِيظُ بِلُغَةِ الْعَجَمِ

"أَسْفَارًا" قَالَ الْوَاسِطِيُّ ﷺ فِي الْإِشَارَةِ هِيَ الْكُتُبُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ

"أَصْرِى" قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ فِي لُغَاتِ الْقُرْآنِ مَعْنَاهُ عَهْدِي أَيْضًا

"أَكْوَابٍ" حَكَى ابْنُ الْجَوْزِيِّ ﷺ أَنَّهَا الْأَكْوَازُ بِالنَّبَطِيَّةِ

"إِنَّهُ" نَضْجُهُ بِلِسَانِ أَهْلِ الْمَغْرِبِ

"أَوَّاهُ" أَخْرَجَ أَبُو الشَّيْخِ ابْنُ حِبَّانَ ﷺ مِنْ طَرِيقِ عِكْرِمَةَ ﷺ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ الْأَوَّاهُ الْمُوقِنُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ

ترجمہ: امام شافعی ﷺ نے "الرسالہ" میں کہا ہے کہ زبان پر مکمل احاطہ حضور ﷺ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ابو عبید القاسم بن سلام ﷺ نے کہا کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ حروف اپنی اصل میں عجمی ہیں،

جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے، لیکن یہ عربوں کے لئے استعمال ہوئے اور عربوں نے انہیں اپنی زبان میں شامل کر لیا اور عجمی الفاظ کو اپنی زبان کے الفاظ میں تبدیل کر لیا، یوں یہ عربی بن گئے۔ پھر قرآن نازل ہوا جبکہ یہ حروف عربی کلام میں شامل ہو چکے تھے۔

لہذا، جو کہے کہ یہ عربی ہیں، وہ بھی سچ کہتا ہے اور جو کہے کہ یہ عجمی ہیں، وہ بھی سچ کہتا ہے۔ الجوالیقی اور ابن الجوزی ﷺ اور دیگر علماء اس قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ یہ ان الفاظ کی مثالیں ہیں:

أباريق: الثعالبی ﷺ نے "فقه اللغة" میں کہا ہے کہ یہ فارسی لفظ ہے۔ الجوالیقی ﷺ نے کہا کہ "الإبریق" فارسی معرب ہے، جس کا معنی پانی کا راستہ یا آہستہ سے پانی ڈالنا ہے۔

أبٍّ: بعض نے کہا کہ یہ اہل مغرب کی زبان میں حشیش (گھاس) ہے، یہ بات شیدلہ نے بیان کی۔

ابْلَعِي: ابن ابی حاتم نے وھب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان {ابْلَعِي مَاءَكِ} [هود:۴۴] کا مطلب حبشی زبان میں اِزْدَرِدِيْهُ (نگل لو) ہے۔

أَخْلَدَ: واسطی نے "الِارشاد" میں کہا ہے کہ یہ عبرانی زبان میں "خالدإلی الأرض" (زمین کی طرف مائل) کے معنی میں ہے۔ **الأرائك:** ابن الجوزی رحمہ اللہ نے "فنون الأفنان" میں کہا۔یہ حبشی زبان میں "السرر" (تخت) کے معنی میں ہے۔

استبرق: ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ یہ عجمی زبان میں "الدیباج الغلیظ" (موٹا ریشمی کپڑا) کے معنی میں ہے۔

أسفارا: واسطی رحمہ اللہ نے "الارشاد" میں کہا یہ سریانی زبان میں ہے اس کا اطلاق کتابوں پر ہوتا ہے

اصری: امام ابوالقاسم رحمہ اللہ لغات القرآن کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اس کے معنی میرا عہد میرا وعدہ ہے

اکواب: ابن جوزی رحمہ اللہ نے حکایت کی کہ نبطی زبان میں کوڑے کو کہا جاتا ہے۔

اِلٰه: اھل مغرب کی لغت میں کسی چیز کا پختہ ہونا ہے۔ **"اواہ"**: امام ابوالشیخ ابن حبان رحمہ اللہ نے عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حبشہ کی زبان میں صاحب یقین کو "" کہتے ہیں۔

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ

جو شخص اپنی مجلس سے اٹھے اور پھر واپس آجائے تو اپنی جگہ کا وہ ہی زیادہ حقدار ہے۔

فِي قَوَاعِدِ مُهِمَّةٍ يَحْتَاجُ الْمُفَسِّرُ إِلَى مَعْرِفَتِهَا

سوال نمبر99: کیا تفسیر کی معرفت کے لئے کوئی خاص قواعد ہیں؟

جواب: قَاعِدَةٌ فِي الْمَصَادِرِ: مَرْجِعُ الضَّمِيرِ: لَا بُدَّ لَهُ مِنْ مَرْجِعٍ يَعُودُ إِلَيْهِ، وَيَكُونُ مَلْفُوظًا بِهِ سَابِقًا مُطَابِقًا لَهُ نَحْوَ: {وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ} [هُود:۴۲] {وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ} [طٰه:۱۲۱] {إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا} [النُّور:۴۰]، أَوْ مُتَضَمِّنًا لَهُ نَحْوَ: {اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى} [المَائِدَة:۸] أَوْ دَالًّا عَلَيْهِ بِالِالْتِزَامِ نَحْوَ: {إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ} [القَدْر:۱] أَيِ الْقُرْآنَ؛ لِأَنَّ الْإِنْزَالَ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْتِزَامًا. {فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ} [البَقَرَة:۱۷۸] فَ"عُفِيَ" يَسْتَلْزِمُ عَافِيًا أُعِيدَ عَلَيْهِ "الهَاءُ" مِنْ "إِلَيْهِ" أَوْ مُتَأَخِّرًا لَفْظًا لَا رُتْبَةً مُطَابِقًا نَحْوَ: {فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى} [طٰه:۶۷] {وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ} [القَصَص:۷۸] {فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ} [الرَّحْمٰن:۳۹]

ترجمہ: اہم قواعد کے بارے میں جن کی معرفت کی طرف مفسر محتاج ہوتا ہے۔

ذرائع کے بارے میں قاعدہ: ضمیر کا مرجع: ضمیر کے لیے مرجع ہونا ضروری ہے جس کی طرف وہ لوٹ جائے، اور یہ پہلے مذکور ہونا چاہیے جو اس کے مطابق ہو جیسے: {وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ} [ہود:۴۲] {وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ} [طٰہ:۱۲۱] {إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا} [النور:۴۰]، یا اس کو متضمن ہو جیسے: {اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى} [المائدہ:۸] یا اس پر التزاما دلالت کرے جیسے: {إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ} [القدر:۱] یعنی قرآن؛ کیونکہ انزال اس پر التزاماً دلالت کرتا ہے۔ {فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ} [البقرۃ:۱۷۸] پس "عفی" اس عافیۃ کو مستلزم ہے جس کی طرف الیہ کی ہا ضمیر لوٹائی گئی ہے یا لفظاً مؤخر ہو لیکن رتبۃً نہ ہو جیسے: {فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى} [طٰہ :۶۷] {وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ} [القصص:۷۸] {فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ} [الرحمن:۳۹]

وقدْ يَعودُ على لَفْظِ المذكورِ دونَ مَعْناهُ نَحْوَ { وما يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ ولا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ } [فاطر:١١] قالَ أي عُمُرِ مُعَمَّرٍ آخَرَ۔ وقدْ يَعودُ على لَفْظِ الشيءِ والمُرادِ بِهِ الجِنْسُ مِنْ ذلكَ الشيءِ قالَ الزَّمَخْشَرِيُّ: كقولِه: {إنْ يَكُنْ غَنِيًّا أو فَقِيرًا فاللهُ أولى بِهِما} [النساء:١٣٥] أي بِجِنْسَيِ الفَقيرِ والغَنِيِّ لِدِلالَةِ "غَنِيًّا أو فَقِيرًا" على الجِنْسَيْنِ ولَوْ رَجَعَ إلى المُتَكَلِّمِ بِهِ لَوَحَّدَهُ

ترجمہ: اور ضمیر مذکورہ لفظ پر اس کے معنی کے بغیر لوٹ سکتی ہے جیسے: { وما يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ ولا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ } [فاطر:١١] فرمایا: "یعنی کسی دوسرے معمر کی عمر"۔ اور یہ کسی شے کے لفظ پر لوٹ سکتی ہے جبکہ اس سے مراد اس شے کی جنس ہو۔ زمخشری نے کہا: جیسے اللہ رب العزت کا قول: {إنْ يَكُنْ غَنِيًّا أو فَقِيرًا فاللهُ أولى بِهِما} [النساء:١٣٥] یعنی فقیر اور غنی کی جنسیں؛ غنیا اور فقیرًا کے جنسوں پر دلالت کرنے کی وجہ سے۔

قدْ يُثَنَّى الضَّميرُ ويَعودُ على أَحَدِ المذكورينَ نَحوَ {يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ} [الرَّحمٰن:٢٢] وإنَّما يَخْرُجُ مِنْ أَحَدِهِما. وقدْ يَجيءُ الضَّميرُ مُتَّصِلًا بشيءٍ وهُوَ لِغَيْرِهِ نَحوَ { ولقدْ خَلَقْنَا الإنْسانَ مِنْ سُلالَةٍ مِنْ طِينٍ [المُؤْمِنُون:١٢] يَعْنِي آدَمَ، ثُمَّ قالَ {ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً} [المُؤْمِنُون:١٣] فَهٰذِهِ وَلَدُهُ، لأنَّ آدَمَ لَمْ يُخْلَقْ مِنْ نُطْفَةٍ.

ترجمہ: اور کبھی ضمیر کو تثنیہ لایا جاتا ہے حالانکہ وہ دونوں مذکور میں سے کسی ایک کی طرف لوٹ رہی ہوتی ہے جیسے: {يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ} [الرحمن:٢٢] حالانکہ یہ ان میں سے ایک سے نکلتا ہے۔
اور کبھی ضمیر کسی شے سے متصل اتی ہے حالانکہ وہ اس کے غیر کے لیے ہوتی ہے جیسے: { ولقد خَلَقْنَا الإنسانَ مِنْ سُلالَةٍ مِنْ طِينٍ} [المؤمنون:١٢] یعنی آدم، پھر کہا: {ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً} [المؤمنون:١٣] تو یہ اس کی اولاد ہیں، کیونکہ حضرت آدم نطفہ سے پیدا نہیں کیے گئے ۔

وهذا هو بابُ الِاسْتِخْدامِ، ومنهُ {لا تَسْأَلُوا عن أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ} [المائدة: ١٠١] ثم قال {قَدْ سَأَلَها} [المائدة: ١٠٢] أي أَشْياءَ أُخرى مَفْهُومَةٍ من لَفْظِ "أَشْياءَ" السَّابِقَةِ۔ وقد يَعودُ الضَّمِيرُ على مَلابِسِ ما هو لهُ نحوَ: {إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحاها} [النّازِعات: ٤٦] أي ضُحى يَوْمِها لا ضُحى العَشِيَّةِ نَفْسِها لِأَنَّهُ لا ضُحى لَها.

ترجمہ: یہی استخدام کا باب ہے، اور اس سے مراد ہے {اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں گی} [المائدہ: ١٠١] پھر کہا {کچھ لوگوں نے ایسے سوال کیے تھے} [المائدہ: ١٠٢] یعنی پچھلی "چیزوں" کے لفظ سے سمجھی جانے والی کچھ اور چیزیں۔ اور ضمیر اپنے موضوع کی مناسبت سے بھی لوٹ سکتی ہے، جیسے: {صرف ایک شام یا اس کی صبح} [النّازعات: ٤٦] یعنی اس دن کی صبح نہ کہ اسی شام کی صبح کیونکہ شام کی کوئی صبح نہیں ہوتی۔

قاعدة: جَمْعَ العاقِلاتِ لا يَعودُ عَلَيْهِ الضَّمِيرُ غالِبًا إِلَّا بِصِيغَةِ الجَمْعِ، سَواءٌ كانَ لِلْقِلَّةِ أَوْ لِلْكَثْرَةِ نَحْوَ: {وَالْوالِداتُ يُرْضِعْنَ} [البَقَرَة: ٢٣٣] {وَالْمُطَلَّقاتُ يَتَرَبَّصْنَ} [البَقَرَة: ٢٢٨] وَوَرَدَ الإِفْرادُ في قَوْلِهِ تَعالى {أَزْواجٌ مُطَهَّرَةٌ} [البَقَرَة: ٢٥] وَلَمْ يَقُلْ: مُطَهَّراتٍ. وَأَمَّا غَيْرُ العاقِلِ فَالْغالِبُ في جَمْعِ الْكَثْرَةِ الإِفْرادُ وَفي الْقِلَّةِ الجَمْعُ وَقَدِ اجْتَمَعا في قَوْلِهِ {إِنَّ عِدَّةَ الشُّهورِ عِنْدَ اللهِ اثْنا عَشَرَ شَهْرًا} [التَّوْبَة: ٣٦] إِلى أَنْ قالَ {مِنْها أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ} [التَّوْبَة: ٣٦] فَأَعادَ "مِنْها" بِصِيغَةِ الإِفْرادِ عَلَى الشُّهورِ وَهِيَ لِلْكَثْرَةِ ثُمَّ قالَ {فَلا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ} [التَّوْبَة: ٣٦] فَأَعادَهُ جَمْعًا عَلَى "أَرْبَعَةٍ حُرُمٍ" وَهِيَ لِلْقِلَّةِ.

ترجمہ: عاقلات کی جمع پر ضمیر غالباً نہیں لوٹتی مگر جمع کے صیغے کے ساتھ، چاہے وہ قلیل ہوں یا زیادہ، جیسے: {والوالدات يرضعن} [البقرة: ٢٣٣] {والمطلقات يتربصن} [البقرة: ٢٢٨] اور مفرد کی صورت اللہ تعالیٰ کے قول میں آیا ہے: {ازواج مطهرة} [البقرة: ٢٥] اور: مطہرات۔ نہیں فرمایا۔ اور جہاں تک غیر عاقل (چیزوں) کا تعلق ہے، تو اکثر جمع کثرت میں مفرد اور قلت میں جمع ہوتا ہے۔ اور دونوں جمع ہوئے اللہ ﷻ کے قول میں: {إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا} [التوبة: ٣٦] یہاں تک کہ فرمایا:

{منها أربعة حرم} [التوبة:٣٦] پس "منها" کو "شہور" (مہینے) کی طرف مفرد کے طور پر لوٹایا، جو کہ کثرت کے لیے ہے پھر فرمایا: {فلا تظلموا فيهن} [التوبة:٣٦] پس اس کو "أربعة حرم" (چار حرمت والے مہینے) کی طرف جمع کے طور پر لوٹایا، جو کہ قلت کے لیے ہے۔

قاعِدَةٌ: إذا اجْتَمَعَ فِي الضَّمائِرِ مُراعاةُ اللَّفْظِ والْمَعْنَى بُدِئَ بِاللَّفْظِ ثُمَّ بِالْمَعْنَى، هذا هو الجادَّةُ في القُرْآنِ. قالَ تَعالَى {وَمِنَ النّاسِ مَنْ يَقُولُ} [البَقَرَة:٨] ثُمَّ قالَ {وَما هُمْ بِمُؤْمِنِينَ} [البَقَرَة:٨] أَفْرَدَ أَوَّلًا بِاعْتِبارِ اللَّفْظِ ثُمَّ جَمَعَ بِاعْتِبارِ الْمَعْنَى. وَكَذا {وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنا عَلَى قُلُوبِهِمْ} [الأَنْعام:٢٥] {وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلا تَفْتِنِّي أَلا فِي الفِتْنَةِ سَقَطُوا} [التَّوْبَة:٤٩]. قالَ الشَّيْخُ عِلْمُ الدِّينِ العِراقِيُّ ﷫ وَلَمْ يَجِئْ فِي القُرْآنِ البِداءَةُ بِالحَمْلِ عَلَى الْمَعْنَى إِلّا فِي مَوْضِعٍ واحِدٍ وَهُوَ قَوْلُهُ {وَقالُوا ما فِي بُطُونِ هذِهِ الأَنْعامِ خالِصَةٌ لِذُكُورِنا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْواجِنا} [الأَنْعام:١٣٩] فَأَنَّثَ "خالِصًا" حَمْلًا عَلَى مَعْنَى "ما" ثُمَّ راعَى اللَّفْظَ فَذَكَّرَ فَقالَ {وَمُحَرَّمٌ} انْتَهَى۔

قاعدہ: جب ضمائر میں لفظ اور معنی کی رعایت جمع ہو جائے تو پہلے لفظ کی رعایت کی جاتی ہے پھر معنی کی، یہی قرآن میں عام قاعدہ ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے {وَمِنَ النّاسِ مَنْ يَقُولُ} [البقرة:٨] پھر فرمایا {وَما هُمْ بِمُؤْمِنِينَ} [البقرة:٨]۔ پہلے لفظ کی رعایت سے مفرد لایا گیا، پھر معنی کی رعایت سے جمع لایا گیا۔ اسی طرح {وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنا عَلَى قُلُوبِهِمْ} [الانعام:٢٥] {وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلا تَفْتِنِّي أَلا فِي الفِتْنَةِ سَقَطُوا} [التوبة:٤٩]۔ شیخ علم الدین عراقی ﷫ نے فرمایا: اور قران میں حمل بالمعنی سے ابتدا ایک ہی جگہ ائی ہے اور وہ اللہ ﷻ کا قول ہے: {وَقالُوا ما فِي بُطُونِ هذِهِ الأَنْعامِ خالِصَةٌ لِذُكُورِنا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْواجِنا} [الانعام:١٣٩]۔ "خالصة" کو "ما" کے معنی پر حمل کرتے ہوئے مؤنث لایا گیا، پھر لفظ کی رعایت کی گئی تو مذکر فرمایا گیا: {وَمُحَرَّمٌ} انتہی۔

سوال نمبر 100: کیا قرآن کے نکرہ معرفہ کیلئے بھی کوئی قاعدہ موجود ہے؟

قاعِدَةٌ

جواب: فِی التَّعْرِیفِ وَالتَّنْکِیرِ: اِعْلَمْ أَنَّ لِکُلٍّ مِنْهُما مَقامًا لایَلِیقُ بِالآخَرِ. أَمَّا التَّنْکِیرُ فَلَهُ أَسْبابٌ

أَحَدُها: إِرادَةُ الْواحِدَةِ نَحْوَ: {ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا رَجُلًا فِیهِ شُرَکاءُ مُتَشاکِسُونَ وَرَجُلًا سَلامًا لِرَجُلٍ} [الزُّمَر: ۲۹]

الثّانِی: إِرادَةُ النَّوعِ نَحْوَ {هذا ذِکْرٌ} [ص: ۴۹] أَیْ نَوْعٌ مِنَ الذِّکْرِ {وَعَلَى أَبْصارِهِمْ غِشاوَةٌ} [البَقَرَة: ۷] أَیْ نَوْعٌ غَرِیبٌ مِنَ الغِشاوَةِ لایَتَعارَفُهُ النّاسُ بِحَیْثُ غَطَّى ما لایُغَطِّیهِ شَیْءٌ مِنَ الغِشاواتِ {وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النّاسِ عَلَى حَیاةٍ} [البَقَرَة: ۹۶] أَیْ نَوْعٍ مِنْها وَهُوَ الازْدِیادُ فِی الْمُسْتَقْبَلِ لِأَنَّ الْحِرْصَ لایَکُونُ عَلَى الْماضِی وَلا عَلَى الْحاضِرِ.

وَیَحْتَمِلُ الْوَحْدَةَ وَالنَّوْعِیَّةَ مَعًا قَوْلُهُ {وَاللهُ خَلَقَ کُلَّ دابَّةٍ مِنْها} [النّور: ۴۵] أَیْ کُلَّ نَوْعٍ مِنْ أَنْواعِ الدَّوابِّ مِنْ نَوْعٍ مِنْ أَنْواعِ الْماءِ وَکُلَّ فَرْدٍ مِنْ أَفْرادِ الدَّوابِّ مِنْ فَرْدٍ مِنْ أَفْرادِ النُّطَفِ۔

ترجمہ: تعریف اور تنکیر کے بارے میں قاعدہ: جان لو کہ ہر ایک کا اپنا مقام ہے جو دوسرے کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔ بہر حال تنکیر (غیر معین) تو اس کے چند اسباب ہیں۔

ان اسباب میں سے **ایک**: واحد (ایک) کا لانا ہے، جیسے: {ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا رَجُلًا فِیهِ شُرَکَاءُ مُتَشَاکِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ} [الزمر: ۲۹]۔

دوسرا: نوع (قسم) کا ارادہ، جیسے {هَذَا ذِکْرٌ} [ص: ۴۹] یعنی ذکر کی ایک نوع۔ {وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ} [البقرة: ۷] یعنی پردہ داری کی ایک عجیب قسم جو لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ ایسی پردہ داری کیسی ہوتی ہے کہ جس کو غشاوات میں سے کچھ بھی نہ ڈھانپے۔ {وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَیَاةٍ} [البقرة: ۹۶] یعنی زندگی کی ایک قسم اور وہ مستقبل میں اضافہ ہے کیونکہ حرص ماضی اور حال پر نہیں ہوتی۔ اور یہ وحدت اور نوعیت دونوں کا احتمال رکھتی ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ کا قول: {وَاللهُ خَلَقَ کُلَّ دَابَّةٍ مِنْهَا} [النور: ۴۵] یعنی جانداروں کی انواع میں سے ہر نوع پانی کی انواع میں سے ایک نوع ہے اور جانداروں کے افراد میں سے ہر فرد نطفوں کے افراد میں سے ایک فرد ہے

الثّالِثُ: التَّعْظِیمُ بِمَعْنَى أَنَّهُ أَعْظَمُ مِنْ أَنْ یُعَیَّنَ وَیُعْرَفَ نَحْوَ: {فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ} [البَقَرَة: ۲۷۹] أَیْ بِحَرْبٍ أَیِّ حَرْبٍ

الرَّابِعُ: التَّكْثِيرُ نَحْوَ: {ءَآئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا} [الشُّعَرَاءِ:٤١] أَيْ وَافِرًا جَزِيلًا وَيُحْتَمَلُ التَّعْظِيمُ وَالتَّكْثِيرُ مَعًا قَوْلُهُ {وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ} [فَاطِر:٤] أَيْ رُسُلٌ عِظَامٌ ذُوعَدَدٍ كَثِيرٍ.

الْخَامِسُ: التَّحْقِيرُ بِمَعْنَى انْحِطَاطِ شَأْنِهِ إِلَى حَدٍّ لَا يُمْكِنُ أَنْ يُعْرَفَ نَحْوَ {إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا} [الجَاثِيَةِ:٣٢] أَيْ ظَنًّا حَقِيرًا لَا يُعْبَأُ بِهِ۔

السَّادِسُ: التَّقْلِيلُ نَحْوَ {وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ} [التَّوْبَةِ:٧٢] أَيْ رِضْوَانٌ قَلِيلٌ مِنْهُ أَكْبَرُ مِنَ الْجَنَّاتِ لِأَنَّهُ رَأْسُ كُلِّ سَعَادَةٍ۔

قَلِيلٌ مِنْكَ يَكْفِينِي وَلَكِنْ   قَلِيلُكَ لَا يُقَالُ لَهُ قَلِيلُ.

ترجمہ: **تعظیم**، بمعنی یہ کہ وہ عظیم ہے اس سے کہ اسے معین کیا جاسکے اور پہچانا جاسکے، جیسے: {فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ} [البقرۃ:۲۷۹] یعنی کسی بھی جنگ کا اعلان کرو۔

چوتھا: تکثیر، جیسے: {ءَآئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا} [الشعراء:۴۱] یعنی وافر، کثیر اجر۔ اور تعظیم اور تکثیر دونوں کا احتمال ہے، جیسا کہ اس قول میں ہے: {وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ} [فاطر:۴] یعنی عظیم اور کثیر تعداد والے رسول علیہم السلام۔

پانچواں: تحقیر، بمعنی اس کے مرتبے کی پستی اتنی ہے کہ اسے پہچانا نہیں جا سکتا، جیسے: {إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا} [الجاثیہ:۳۲] یعنی حقیر گمان جس کی کوئی اہمیت نہیں۔

چھٹا: تقلیل، جیسے: {وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ} [التوبہ:۷۲] یعنی اللہ کی تھوڑی سی رضا بھی جنتوں سے بڑا ہے، کیونکہ یہ ہر سعادت کا سر ہے۔

شعر:

تھوڑا سا تم سے کافی ہے مجھے، اور لیکن
تمہارا تھوڑا بھی کم نہیں کہا جا سکتا۔

وَأَمَّا التَّعْرِيفُ فَلَهُ أَسْبَابٌ، فَبِالْإِضْمَارِ لِأَنَّ الْمَقَامَ مَقَامُ التَّكَلُّمِ أَوِ الْخِطَابِ أَوِ الْغَيْبَةِ، وَبِالْعَلَمِيَّةِ لِإِحْضَارِهِ بِعَيْنِهِ فِي ذِهْنِ السَّامِعِ ابْتِدَاءً بِاسْمٍ مُخْتَصٍّ بِهِ نَحْوَ {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} [الإخلاص:١]، {مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ} [الفتح:٢٩]، أَوِ التَّعْظِيمِ أَوِ الْإِهَانَةِ. فَمِنَ التَّعْظِيمِ ذِكْرُ يَعْقُوبَ بِلَقَبِهِ إِسْرَائِيلَ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَدْحِ وَالتَّعْظِيمِ بِكَوْنِهِ صَفْوَةَ اللهِ أَوْ سِرَّ اللهِ، وَمِنَ الْإِهَانَةِ: قَوْلُهُ {تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ} [اللهب:١]، وَفِيهِ أَيْضًا نُكْتَةٌ أُخْرَى وَهِيَ كِنَايَةٌ عَنْ كَوْنِهِ جَهَنَّمِيًّا.

وَبِالْإِشَارَةِ لِتَمْيِيزِهِ أَكْمَلَ تَمْيِيزٍ بِإِحْضَارِهِ فِي ذِهْنِ السَّامِعِ حِسًّا نَحْوَ {هَذَا خَلْقُ اللهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ} [لقمان:١١] وَلِلتَّعْرِيضِ بِغَبَاوَةِ السَّامِعِ حَتَّى أَنَّهُ لَا يَتَمَيَّزُ لَهُ الشَّيْءُ إِلَّا بِإِشَارَةِ الْحِسِّ وَهَذِهِ الْآيَةُ تَصْلُحُ لِذَلِكَ وَلِقَصْدِ تَحْقِيرِهِ بِالْقُرْبِ كَقَوْلِ الْكُفَّارِ: {أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ} [الأنبياء:٣٦]، {أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللهُ رَسُولًا} [الفرقان:٤١]، {مَاذَا أَرَادَ اللهُ بِهَذَا مَثَلًا} [البقرة:٢٦]، وَقَوْلُهُ تَعَالَى {وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ} [العنكبوت:٦٤] وَلِقَصْدِ تَعْظِيمِهِ بِالْبُعْدِ نَحْوَ {ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ} [البقرة:٢] ذِهَابًا إِلَى بُعْدِ دَرَجَتِهِ۔

ترجمہ: تعریف کے اسباب:

اضمار: جب مقام گفتگو، خطبہ، یا غیبت کا ہوتا ہے، جیسے کہ {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} [الإخلاص:١] اور {مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ} [الفتح:٢٩]، یہاں کسی نام کا مخصوص ہونا اس کی شناخت کو ظاہر کرتا ہے۔

علمیہ: کسی چیز کی خودی کو واضح کرنے کے لیے، جیسے کسی نام کو اس کے مخصوص معنوں میں ظاہر کرنا، مثال کے طور پر {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ} [الإخلاص:١]۔

تعظیم: کسی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے، جیسے یعقوب کا لقب اسرائیل، جو اس کی مدح و تعظیم کی علامت ہے کیونکہ وہ اللہ ﷻ کے منتخب بندے تھے۔

اہانت: کسی کی تحقیر کے لیے، جیسے {تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ} [اللهب:١]، جس میں اس کے جہنمی ہونے کی بھی کنایہ ہے۔

اشارہ: کسی چیز کو مکمل طور پر واضح کرنے کے لیے، جیسے {هَذَا خَلْقُ اللهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ} [لقمان:١١]، یہاں کسی چیز کا واضح ہونا اس کے بارے میں مزید تفصیل کا طلب ہے۔

تعریض: سامع کی غباوت کو ظاہر کرنے کے لیے، جیسے {أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ} [الأنبياء:٣٦]، یہاں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ سامع چیز کو صرف محسوس کرنے پر انحصار کر رہا ہے۔

تحقیر: کسی چیز کو کمتر دکھانے کے لیے، جیسے {مَاذَا أَرَادَ اللهُ بِهَذَا مَثَلًا} [البقرة:٢٦]، جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مثال بظاہر تھوڑی اہمیت کی ہے

تعظیم: کسی چیز کی عظمت کو دور سے ظاہر کرنے کے لیے، جیسے {ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ} [البقرة:٢]، جس میں اس کی بلندی اور اہمیت کو دور سے دکھایا گیا ہے۔

سوال نمبر 101: کیا موصول کیلئے بھی کوئی قاعدہ ہے؟

جواب: وبالموصولية: لِكَرَاهَةِ ذِكْرِهِ بِخَالِصِ اسْمِهِ إِمَّا سِتْرًا عَلَيْهِ أَوْ إِهَانَةً لَهُ أَوْ لِغَيْرِ ذَلِكَ نَحْوَ {وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف:١٧] {وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا} [يوسف:٢٣] وَقَدْ يَكُونُ لِإِرَادَةِ الْعُمُومِ نَحْوَ: {إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا} [فصلت:٣٠] {وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا} [العنكبوت:٦٩] {وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ} [غافر:٦٠] وَلِلِاخْتِصَارِ نَحْوَ {لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوا} [الأحزاب:٦٩] أَيْ قَوْلِهِمْ إِنَّهُ آدَرُ إِذْ لَوْ عُدَّ أَسْمَاءُ الْقَائِلِينَ لَطَالَ وَلَيْسَ لِلْعُمُومِ لِأَنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كُلَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا فِي حَقِّهِ ذَلِكَ۔

ترجمہ: **موصولیہ کی وضاحت:** موصولیہ کا مقصد اس کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے، تاکہ خالص نام کے ذکر سے بچا جا سکے، چاہے اس کی وجہ پردہ پوشی ہو، توہین ہو، یا کوئی اور وجہ۔ مثال کے طور پر:

{وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف:١٧]، یہاں "الَّذِي" کی صورت میں اس کا نام صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا۔

{وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَفِي بَيْتِهَا} [یوسف:۲۳]، یہاں بھی مخصوص نام کی جگہ "الِتیٓ"استعمال کیا گیا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موصولیۃ عمومیت کے لیے ہو، جیسے:

{إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا} [فصلت:۳۰]، یہاں "الَّذِینَ"عمومیت ظاہر کرتا ہے۔

{وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا} [العنکبوت:۶۹]، یہاں بھی عمومیت ہے۔

{وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ} [غافر:۶۰]، یہاں "الَّذِینَ" بھی عمومیت کے لیے ہے۔

اختصار کے لیے: موصولیۃ کو اختصار کے مقصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، جیسے:

{لا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوا} [الأحزاب:۶۹]، یہاں "الَّذِینَ" کے ذریعہ اس بات کو اختصاراً بیان کیا گیا ہے کہ جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی، ان کا نام مکمل طور پر ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ یہ بہت زیادہ ہوتا، اور یہ عمومیت نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے تمام افراد نے ایسا نہیں کہا۔

قاعدة اخرىٰ تتعلق بالتعريف والتنكير:

سوال نمبر 102: ایک اسم دو مرتبہ نکرہ مذکور ہونے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: إِذَا ذُكِرَ الاسْمُ مَرَّتَيْنِ فَلَهُ أَرْبَعَةُ أَحْوَالٍ؛ لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يَكُونَا مُعَرَّفَتَيْنِ أَوْ نَكِرَتَيْنِ أَوْ بِالْأَوَّلِ نَكِرَةً وَالثَّانِي مُعَرَّفًا أَوْ بِالْعَكْسِ.

ترجمہ: اگر اسم کو دو مرتبہ نکرہ ذکر کیا جائے، تو اس کی چار حالتیں ہوتی ہیں: یا تو دونوں اسم معرفہ ہوں، یا دونوں نکرہ، یا پہلا نکرہ اور دوسرا معرفہ، یا اس کے برعکس۔

سوال نمبر 103: ایک اسم دو مرتبہ معرفہ مذکور ہونے کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: فَإِنْ كَانَا مُعَرَّفَتَيْنِ فَالثَّانِي هُوَ الْأَوَّلُ غَالِبًا دِلَالَةً عَلَى الْمَعْهُودِ الَّذِي هُوَ فِي الْأَصْلِ فِي اللَّامِ أَوِ الْإِضَافَةِ نَحْوَ {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} {وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ} [غَافِرُ:۹]

ترجمہ: اگر دونوں اسم معرفہ ہوں، تو دوسرا اسم عموماً پہلے اسم کی نشاندہی کرتا ہے، جو اصل میں "ال" یا اضافے کے ذریعے معہود ہوتا ہے، جیسے کہ {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} اور {وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ} [غافر:۹]۔

وَإِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ فَالثَّانِي غَيْرُ الْأَوَّلِ غَالِبًا وَإِلَّا لَكَانَ الْمُنَاسِبُ هُوَ التَّعْرِيفُ بِنَاءً عَلَى كَوْنِهِ مَعْهُودًا سَابِقًا نَحْوَ {اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً} [الرُّوم:۵۴] فَإِنَّ الْمُرَادَ بِالضَّعْفِ الْأَوَّلِ: النُّطْفَةُ وَبِالثَّانِي الطُّفُولِيَّةُ وَبِالثَّالِثِ الشَّيْخُوخَةُ.

قَدِ اجْتَمَعَ الْقِسْمَانِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا} [الشرح:۶] فَالْعُسْرُ الثَّانِي هُوَ الْأَوَّلُ وَالْيُسْرُ الثَّانِي غَيْرُ الْأَوَّلِ، وَلِهَذَا قَالَ ﷺ فِي الْآيَةِ ((لَنْ يُغْلَبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ)).

ترجمہ: اگر دونوں اسم نکرہ ہوں، تو دوسرا عموماً پہلا نہیں ہوتا، ورنہ مناسب یہ ہوگا کہ دونوں کو معرفہ بنایا جائے، کیونکہ دونوں پہلے معہود ہوتے ہیں، جیسے کہ {اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً} [الرُّوم:۵۴]۔ یہاں پہلا ضعف نطفہ ہے، دوسرا ضعف بچپن ہے، اور تیسرا ضعف بڑھاپا ہے۔

اسی طرح، دونوں قسمیں {فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا} [الشرح:۶] میں جمع ہوتے ہیں۔ یہاں دوسرا عسر پہلا ہے اور دوسرا یسر پہلا نہیں ہے، اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے کہ ((لن يُغلب عسر يسرين))

سوال نمبر 104: پہلا اسم معرفہ اور دوسرا نکرہ مذکور ہو تو اس کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: وَإِنْ كَانَ الأَوَّلُ نَكِرَةً وَالثَّانِي مَعْرِفَةً فَالثَّانِي هُوَ الأَوَّلُ حَمْلًا عَلَى الْعَهْدِ نَحْوُ {أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ الرَّسُولَ ۞ فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ} [المزمل:١٦] {فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ} [النور:٣٦] {إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞ صِرَاطِ اللهِ} [الشورى:٥٣] {مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۞ إِنَّمَا السَّبِيلُ} [الشورى:٤١-٤٢]

ترجمہ: اگر پہلا اسم نکرہ اور دوسرا معرفہ ہو، تو دوسرا اسم عموماً پہلے کا ہی ہوتا ہے، عہد پر محمول کرتے ہوئے جیسے: {أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ الرَّسُولَ ۞ فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ} [المزمل:١٦] یہاں "الرَّسُولَ" پہلا اسم نکرہ ہے اور دوسرا معرفہ ہے جو پہلے کے ہی لئے ہے۔

{فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ} [النور:٣٦] یہاں "الْمِصْبَاحُ" دوسرا اسم پہلے والے "مِصْبَاحٌ" کا ہی ہے۔

{إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞ صِرَاطِ اللهِ} [الشورى:٥٣] یہاں "صِرَاطِ اللهِ" دوسرا اسم پہلے والے "صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" کا ہی ہے۔

{مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۞ إِنَّمَا السَّبِيلُ} [الشورى:٤١-٤٢] یہاں "السَّبِيلُ" دوسرا اسم پہلے والے "سَبِيلٍ" کا ہی ہے۔

سوال نمبر 105: پہلا اسم نکرہ اور دوسرا معرفہ مذکور ہو تو اس کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: وَإِنْ كَانَ الأَوَّلُ مَعْرِفَةً وَالثَّانِي نَكِرَةً فَلَا يُطْلَقُ الْقَوْلُ بَلْ يُتَوَقَّفُ عَلَى الْقَرَائِنِ، فَتَارَةً تَقُومُ قَرِينَةٌ عَلَى التَّغَايُرِ نَحْوُ {وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ} [الرُّوم:٥٥]، وَتَارَةً تَقُومُ قَرِينَةٌ عَلَى الاتِّحَادِ نَحْوُ {وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} {قُرْآنًا عَرَبِيًّا} [الزُّمَر:٢٧-٢٨]

ترجمہ: اگر پہلا اسم معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو، تو عام طور پر یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں یا مختلف۔ اس کا انحصار سیاق و سباق پر ہوتا ہے:

کبھی قرینہ مختلف ہونے کا اشارہ دیتا ہے، جیسے کہ {وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ} [الرُّوم: ۵۵]، یہاں "سَاعَةٍ" نکرہ ہے اور یہ پہلے "السَاعَة" سے مختلف ہے۔

کبھی قرینہ اتحاد کا اشارہ دیتا ہے، جیسے کہ {وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} {قُرْآنًا عَرَبِيًّا} [الزُّمَر: ۲۷-۲۸]، یہاں "قُرْآنًا عَرَبِيًّا" دوسرے "قُرْآن" کا ہی حوالہ دیتا ہے۔

تنبیہ: قالَ الشّيخُ بَهاءُ الدّينِ في عَروسِ الإفراحِ وغَيرِهِ إنَّ الظّاهِرَ أنَّ هَذِهِ۔

القاعدةُ غيرُ مُحرَّرةٍ فإنَّها مُنتقِضَةٌ بآياتٍ كثيرةٍ

مِنها في القسمِ الأوَّلِ {هل جزاءُ الإحسانِ إلا الإحسانُ} [الرحمن: ۶۰] فإنَّهما معرفتانِ والثاني غيرُ الأوَّلِ {الحُرُّ بالحُرِّ} [البقرة: ۱۷۸] {هل أتى على الإنسانِ حينٌ من الدَّهرِ} [الإنسان: ۱] ثم قالَ {إنا خلقنا الإنسانَ من نطفةٍ أمشاجٍ} [الإنسان: ۲] فإنَّ الأوَّلَ آدمُ والثاني ولدُهُ {وكذلك أنزلنا إليكَ الكتابَ فالذين آتيناهُمُ الكتابَ يُؤمنونَ بهِ} [العنكبوت: ۴۷] فإنَّ الأوَّلَ قرآنٌ والثاني التوراةُ والإنجيلُ

ومنها: في القسمِ الثاني: {وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ} [الزُّخرُف: ۸۴] {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ} [البقرة: ۲۱۷] فَإِنَّ الثَّانِي فِيهِمَا هُوَ الْأَوَّلُ وَهُمَا نَكِرَتَانِ

ومنها في القسمِ الثالث: {أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ} [النِّسَاء: ۱۲۸] {وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ} [هُود: ۳] {وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ} [هُود: ۵۲] {لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ} [الفتح: ۴] {زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فوق العذاب} [النحل: ۸۸] {ومَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا} [يونس: ۳۶] فانَّ الثَّانِيَ فِيهَا غيرُ الاَوَّلِ۔

ترجمہ: یہ تنبیہ ہے کہ شیخ بہاء الدین نے عروس الافراح اور دیگر کتب میں کہا ہے کہ ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ غیر مُحرَّرہ ہے کیونکہ یہ بہت سی آیات سے ٹکراتی ہے۔ ان میں سے پہلے قسم میں {هل جزاء الإحسان إلا الإحسان} [الرحمن: ۶۰] تو یہ دو معرفہ ہیں اور دوسرا پہلے کا غیر ہے {الحُرُّ بالحُرِّ} [البقرة:

[۱۷۸] {هل أتى على الإنسان حين من الدهر} [الإنسان:۱] پھر کہا {إنا خلقنا الإنسان من نطفة أمشاج} [الإنسان:۲] تو پہلی آیت میں "انسان" سے حضرت آدم مراد ہیں اور دوسری میں اُن کی اولاد {وكذلك أنزلنا إليك الكتاب فالذين آتيناهُمُ الكتابَ يُؤمنونَ بِهِ} [العنکبوت:۴۷] تو پہلی "کتاب" سے قرآن مراد ہے اور دوسری سے تورات اور انجیل۔

اس کی دوسری قسم میں: {وَهُوَ الَّذِى فِى السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِى الْأَرْضِ إِلَٰهٌ} [الزخرف:۸۴] {يَسئلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٌ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ} [البقرة:۲۱۷] تو دوسرا ان میں سے پہلا ہی ہے اور یہ دونوں نکرہ ہیں۔

اور اس کی تیسری قسم میں: {أَنْ يُصلِحَ بَيْنَهُمَا صلْحًا وَالصلْحُ خَيْرٌ} [النساء:۱۲۸] {وَيُؤْتِ كلَّ ذِى فَضْلٍ فَضْلَهُ} [هود:۳] {وَيَزِدْكُم قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ} [هود:۵۲] {لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ} [الفتح:۴] {زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فوق العذاب} [النحل:۸۸] {وما يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا} [يونس:۳۶] اور اس میں دوسرا پہلا نہیں ہے۔

سوال نمبر 106: "ال" کا کے استعمال کے قواعد کیا ہیں؟

جواب: قَالَ السُّيُوطِىُّ رحمه الله لا انْتِقَاضَ بِشَىْءٍ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ التَّأَمُّلِ فَإِنَّ "اللَّامَ" فِى "الْإِحْسَانِ" لِلْجِنْسِ فِيمَا يَظْهَرُ وَحِينَئِذٍ يَكُونُ فِى الْمَعْنَى كَالنَّكِرَةِ وَكَذَا آيَةُ النَّفْسِ وَالْحُرِّ بِخِلافِ آيَةِ الْعُسْرِ فَإِنَّ "أَل" فِيها إِمَّا لِلْعَهْدِ أَوْ لِلاسْتِغْرَاقِ كَمَا يُفِيدُهُ الْحَدِيثُ وَكَذَا آيَةُ الظَّنِّ لا نُسَلِّمُ فِيها أَنَّ الثَّانِىَ فِيها غَيْرُ الْأَوَّلِ بَلْ هُوَ عَيْنُهُ قَطْعًا إِذْ لَيْسَ كُلُّ ظَنٍّ مَذْمُومًا كَيْفَ وَالْأَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ ظَنِّيَّةٌ وَكَذَا آيَةُ الصُّلْحِ لا مَانِعَ مِنْ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ مِنْهَا الصُّلْحَ الْمَذْكُورَ وَهُوَ الَّذِى بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ وَاسْتِحْبَابُ الصُّلْحِ فِى سَائِرِ الْأُمُورِ مَأْخُوذٌ مِنَ السُّنَّةِ وَمِنَ الآيَةِ بِطَرِيقِ الْقِيَاسِ بَلْ لا يَجُوزُ الْقَوْلُ بِعُمُومِ الآيَةِ وَأَنَّ كُلَّ صُلْحٍ خَيْرٌ لِأَنَّ مَا أَحَلَّ حَرَامًا مِنَ الصُّلْحِ أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا فَهُوَ مَمْنُوعٌ وَكَذَا آيَةُ الْقِتَالِ لَيْسَ الثَّانِى فِيها عَيْنَ الْأَوَّلِ بِلا شَكٍّ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَوَّلِ الْمَسْئُولُ عَنْهُ الْقِتَالُ الَّذِى وَقَعَ فِى سَرِيَّةِ ابْنِ الْحَضْرَمِىِّ رحمه الله سَنَةَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ لِأَنَّهُ سَبَبُ نُزُولِ الآيَةِ وَالْمُرَادُ بِالثَّانِى جِنْسُ الْقِتَالِ لا ذَاكَ بِعَيْنِهِ۔

وَأَمَّا آيَةُ {وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ} [الزُّخْرُف: ٨٤] فَقَدْ أَجَابَ عَنْهَا الطِّيبِيُّ رحمه الله أَنَّهَا مِنْ بَابِ التَّكْرِيرِ لِإِفَادَةِ أَمْرٍ زَائِدٍ بِدَلِيلِ تَكْرِيرِ ذِكْرِ الرَّبِّ فِيمَا قَبْلَهُ مِنْ قَوْلِهِ {سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ} [الزُّخْرُف: ٨٢] وَوَجْهُهُ الْإِطْنَابُ فِي تَنْزِيهِهِ تَعَالَى عَنْ نِسْبَةِ الْوَلَدِ إِلَيْهِ وَشَرْطُ الْقَاعِدَةِ أَلَّا يُقْصَدَ التَّكْرِيرُ۔

ترجمہ: امام سیوطی رحمه الله نے کہا: غور و فکر کرنے پر ان میں سے کسی بھی چیز کے باطل ہونے کا نتیجہ نہیں نکلتا، کیونکہ "لام" "الإحسان" میں جنس کے لیے ہے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے، اور اس وقت اس کا معنی نکرہ کی طرح ہوگا، اور یہی حال "النفس" اور "الحر" کی آیت کا ہے۔ البتہ "العسر" کی آیت مختلف ہے، کیونکہ "أل" یا تو عہد کے لیے ہے یا استغراق کے لیے، جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

اور یہی حال "الظن" کی آیت کا ہے، ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں دوسرا ظن پہلے ظن سے مختلف ہے، بلکہ وہ یقیناً وہی ہے، کیونکہ ہر ظن مذموم نہیں ہے۔ کیسے، جبکہ شرعی احکام ظنی ہیں۔

اور "الصلح" کی آیت میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ اس سے مراد وہی صلح ہو جو زوجین کے درمیان ہے، اور دیگر امور میں صلح کی استحباب سنت سے اور آیت سے قیاس کے ذریعے ماخوذ ہے۔ بلکہ آیت کے عموم کا قول جائز نہیں ہے کہ ہر صلح خیر ہے، کیونکہ جو صلح حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دے، وہ ممنوع ہے۔

اور "القتال" کی آیت میں دوسرا قتال یقیناً پہلے قتال کے برابر نہیں ہے، کیونکہ پہلے سے مراد وہ قتال ہے جو ابن الحضرمی رضی الله عنه کی سریہ میں سنہ دو ہجری میں ہوا، کیونکہ یہی اس آیت کے نزول کا سبب ہے، اور دوسرے سے مراد جنس القتال ہے، نہ کہ وہی بعینہ۔

اور "وهو الذي في السماء إله وفي الأرض إله" [الزخرف: ٨٤] کی آیت کے بارے میں طیبی رحمه الله نے جواب دیا ہے کہ یہ تکرار کے باب سے ہے تاکہ زائد امر کا افادہ ہو رب کے ذکر کی تقریر کی دلیل کے ساتھ، جیسا کہ اس سے قبل "سبحان رب السماوات والأرض رب العرش" [الزخرف: ٨٢] میں رب کے ذکر کے تکرار سے معلوم ہوتا ہے، اور اس کا مقصد اللہ ﷻ کی پاکیزگی میں اطناب ہے کہ اس کی طرف اولاد کی نسبت نہ ہو۔ اور قاعدے کی شرط یہ ہے کہ تکرار کا ارادہ نہ ہو۔

قاعدة في الأفراد والجمع

سوال نمبر107: افراد و جمع کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب: مِنْ ذَلِكَ "السَّمَاءُ وَالأَرْضُ" حَيْثُ وَقَعَ فِي الْقُرْآنِ ذِكْرُ الأَرْضِ فَإِنَّهَا مُفْرَدَةٌ وَلَمْ تُجْمَعْ بِخِلَافِ السَّمَاوَاتِ لِثِقَلِ جَمْعِهَا وَهُوَ أَرَضُونَ وَلِهَذَا لَمَّا أُرِيدَ ذِكْرُ جَمِيعِ الأَرَضِينَ قَالَ {وَمِنَ الأَرْضِ مِثْلَهُنَّ} [الطَّلَاقِ: ١٢] وَالسَّمَاءُ فَذُكِرَتْ تَارَةً بِصِيغَةِ الْجَمْعِ وَتَارَةً بِصِيغَةِ الإِفْرَادِ لِنُكَتٍ تَلِيقُ بِذَلِكَ الْمَحَلِّ وَلِحَاصِلِ أَنَّهُ حَيْثُ أُرِيدَ الْعَدَدُ أَتَى بِصِيغَةِ الْجَمْعِ الدَّالَّةِ عَلَى سَعَةِ الْعَظَمَةِ وَالْكَثْرَةِ نَحْوَ {سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ} [الْحَدِيدِ: ١] جَمِيعِ سُكَّانِهَا عَلَى كَثْرَتِهِمْ {تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ} [الإِسْرَاءِ: ٤٤] أَيْ كُلُّ وَاحِدَةٍ عَلَى اخْتِلَافِ عَدَدِهَا وَحَيْثُ أُرِيدَ الْجِهَةُ أَتَى بِصِيغَةِ الإِفْرَادِ نَحْوَ {وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ} [الذَّارِيَاتِ: ٢٢] {أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الأَرْضَ} [الْمُلْكِ: ١٦] أَيْ مَنْ فَوْقَكُمْ۔

ترجمہ: افراد اور جمع کے بارے میں قاعدہ

اس میں سے "السماء والأرض" (آسمان اور زمین) ہے، جہاں قرآن میں زمین کا ذکر آیا ہے تو یہ مفرد ہے اور اسے جمع نہیں کیا گیا، بخلاف آسمانوں کے، کیونکہ اس یعنی زمین کی جمع ثقیل ہے، جو "أَرَضُونَ" (زمینیں) ہے۔ اور اسی لیے جب تمام زمینوں کا ذکر کرنا مقصود تھا، تو کہا {وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ} [الطلاق:١٢]۔
آسمان کبھی جمع کے صیغے کے ساتھ اور کبھی مفرد کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس مقام کی مناسبت سے نکتوں کی وجہ سے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب تعداد کا ارادہ ہوتا ہے تو جمع کے صیغے میں آتا ہے، جو عظمت اور کثرت کی وسعت پر دلالت کرتا ہے، جیسے {سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ} [الحدید:١] (تمام آسمانوں اور زمین کی مخلوقات اللہ ﷻ کی تسبیح کرتی ہیں)۔ اور جیسے {تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ} [الإسراء:٤٤] (ہر ایک آسمان اس کی تسبیح کرتا ہے) یعنی ہر ایک اپنی تعداد کے اختلاف کے ساتھ۔

اور جب جہت کا ارادہ ہوتا ہے تو مفرد کے صیغے میں آتا ہے، جیسے {وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ} [الذاریات:۲۲] (آسمان میں تمہارا رزق ہے)، اور {أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ} [الملك:۱۶] (کیا تم اس سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسائے)،یعنی جو تمہارے اوپر ہے۔

وَمِنْ ذَلِكَ "الرِّيحُ" ذُكِرَتْ مُجْمَعَةً وَمُفْرَدَةً، وَحَيْثُ ذُكِرَتْ فِي سِيَاقِ الرَّحْمَةِ جُمِعَتْ أَوْفِي سِيَاقِ العَذَابِ أُفْرِدَتْ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ ﷬ وَغَيْرُهُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ﷺ قَالَ "كُلُّ شَيْءٍ فِي القُرْآنِ مِنَ الرِّيَاحِ فَهُوَ رَحْمَةٌ وَكُلُّ شَيْءٍ فِيهِ مِنَ الرِّيحِ فَهُوَ عَذَابٌ" وَلِهَذَا وُرِدَ فِي الحَدِيثِ "اللهم اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا" وَذُكِرَ فِي حِكْمَةِ ذَلِكَ أَنَّ رِيَاحَ الرَّحْمَةِ مُخْتَلِفَةُ الصِّفَاتِ وَالمَهَابَاتِ وَالمَنَافِعِ وَإِذَا هَاجَتْ مِنْهَا رِيحٌ أُثِيرَ لَهَا مِنْ مُقَابِلِهَا مَا يُكْسِرُ سُورَتَهَا فَيَنْشَأُ مِنْ بَيْنِهَا رِيحٌ لَطِيفَةٌ تَنْفَعُ الحَيَوَانَ وَالنَّبَاتَ فَكَانَتْ فِي الرَّحْمَةِ رِيَاحًا وَأَمَّا فِي العَذَابِ فَإِنَّهَا تَأْتِي مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ وَلَا مُعَارِضَ لَهَا وَلَا دَافِعَ۔

وَقَدْ خَرَجَ عَنْ هَذِهِ القَاعِدَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى فِي سُورَةِ يُونُسَ {وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ} [یونس:۲۲] وَلِذَلِكَ وُجْهَانِ: لَفْظِيٌّ وَهُوَ المُقَابَلَةُ فِي قَوْلِهِ {جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ} [یونس:۲۲] وَرُبَّ شَيْءٍ يَجُوزُ فِي المُقَابَلَةِ وَلَا يَجُوزُ اسْتِقْلَالًا نَحْوَ {وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللهُ} [آل عمران:۵۴] وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ أَنَّ تَمَامَ الرَّحْمَةِ هُنَاكَ إِنَّمَا تَحْصُلُ بِوَحْدَةِ الرِّيحِ لَا بِاخْتِلَافِهَا فَإِنَّ السَّفِينَةَ لَا تَسِيرُ إِلَّا بِرِيحٍ وَاحِدَةٍ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ فَإِنِ اخْتَلَفَتْ عَلَيْهَا الرِّيَاحُ كَانَ سَبَبًا لِلْهَلَاكِ وَالمَطْلُوبُ هُنَا رِيحٌ وَاحِدَةٌ وَلِهَذَا أَكَّدَ هَذَا المَعْنَى بِوَصْفِهَا بِالطَّيِّبِ وَعَلَى ذَلِكَ أَيْضًا جَرَى قَوْلُهُ {إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ} [الشوری: ۳۳] قَالَ المَنِيرُ إِنَّهُ عَلَى القَاعِدَةِ، لِأَنَّ سُكُونَ الرِّيحِ عَذَابٌ وَشِدَّةٌ عَلَى أَصْحَابِ السُّفُنِ۔

ترجمہ: قاعدہ مفرد اور جمع کے بارے میں

اس میں سے "ریح" (یعنی ہوا) ہے جس کا ذکر قرآن میں کبھی جمع اور کبھی مفرد شکل میں آیا ہے۔ جہاں "ریح" کو رحمت کے سیاق میں ذکر کیا گیا ہے، وہاں اسے جمع لایا گیا ہے، اور جہاں عذاب کے سیاق میں ذکر کیا گیا ہے، وہاں اسے مفرد رکھا گیا ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: "قرآن میں ہر جگہ جہاں "ریاح" کا ذکر ہے، وہ رحمت کے لیے ہے، اور ہر جگہ جہاں "ریح" کا ذکر ہے، وہ عذاب کے لیے ہے۔" اسی لیے حدیث میں کہا گیا ہے: "اے اللہ ﷺ، اسے ریاح بنادے، اور اسے ریح نہ بنا۔" اس کی حکمت یہ ہے کہ رحمت کی ہوائیں مختلف صفات اور فوائد رکھتی ہیں، اور اگر ان میں سے کوئی ہوا اٹھتی ہے، تو اس کے مخالف سے ایسی ہوا آتی ہے جو اس کی شدت کو کم کرتی ہے، اور ان کے درمیان نرم ہوا پیدا ہوتی ہے جو حیوانات اور نباتات کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس طرح رحمت کے لیے ہوا جمع آتی ہے۔ لیکن عذاب میں ہوا ایک ہی سمت سے آتی ہے اور اس کا کوئی مخالف یا روکنے والا نہیں ہوتا۔

اس قاعدے سے استثنا ہے اللہ ﷺ کا قول سورۃ یونس میں: {وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ} [یونس: ۲۲]۔ اس کے دو پہلو ہیں:

لفظی پہلو: یعنی قیاس میں، جیسے کہ {جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ} [یونس: ۲۲] میں ہے، بعض چیزیں قیاس میں درست ہوتی ہیں لیکن الگ سے نہیں۔

معنوی پہلو: تمام رحمت یہاں ایک ہی ہوا سے حاصل ہو رہا ہے، مختلف ہواؤں سے نہیں۔ کیونکہ کشتی ایک ہی سمت کی ہوا سے چلتی ہے، اور اگر ہوائیں مختلف سمتوں سے آئیں تو یہ ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ یہاں ایک ہی ہوا مطلوب ہے، اور اس لیے اسے "طیب" کہہ کر وضاحت کی گئی ہے۔ اسی طرح {إِنْ يَسْكُنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ} [الشوری: ۳۳] اس میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ منیر نے کہا ہے کہ یہ قاعدہ پر مبنی ہے، کیونکہ ہوا کا ساکن ہونا عذاب اور کشتی والوں کے لیے سختی ہے۔

وَمِنْ ذَٰلِكَ إِفْرَادُ النُّورِ وَجَمْعُ الظُّلُمَاتِ وَإِفْرَادُ سَبِيلِ الْحَقِّ وَجَمْعُ سُبُلِ الْبَاطِلِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ} [الأنعام: ۱۵۳] لِأَنَّ طَرِيقَ الْحَقِّ وَاحِدَةٌ، وَطَرِيقَ الْبَاطِلِ مُتَشَعِّبَةٌ مُتَعَدِّدَةٌ، وَالظُّلُمَاتُ بِمَنْزِلَةِ طُرُقِ الْبَاطِلِ، وَالنُّورُ بِمَنْزِلَةِ طُرُقِ الْحَقِّ، بَلْ هُمَا هُمَا وَلِهَذَا وَحَّدَ "وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ" وَجَمَعَ "أَوْلِيَاءَ الْكُفَّارِ"

لِتَعَدُّدِهِمْ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {اللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ} [البقرة:۲۵۷].

اور اس میں سے "النور" کا واحد اور "الظلمات" کا جمع آنا، اور "سبیل الحق" کا مفرد ہونا اور "سبل الباطل" کا جمع ہونا ہے اللہ ﷻ کا قول: {اور باطل راہوں کی پیروی نہ کرو ورنہ تمہیں حق کی راہ سے جدا کر دیں گی} [الانعام: ۱۵۳] کیونکہ حق کا راستہ واحد ہے اور باطل کی راہیں مختلف اور متعدد ہیں، اور اندھیریں باطل کی راہوں کی طریق سے ہیں، اور نور حق کی راہ کی طریق سے ہے، بلکہ وہ وہی ہیں۔ اور اسی لیے "مومنوں کے ولی" کو واحد کیا اور "کافروں کے اولیاء" کو جمع کیا کیونکہ ان کے بہت سے ہیں، اللہ ﷻ کے قول میں: {اللہ ﷻ مومنوں کا ولی ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور جو کافر ہیں، ان کے اولیاء شیطان ہیں، وہ انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں} [البقرة:۲۵۷]۔

وَمِنْ ذَٰلِكَ إِفْرَادُ "النَّارِ" حَيْثُ وَقَعَتْ وَ"الْجَنَّةُ" وَقَعَتْ مَجْمُوعَةً وَمُفْرَدَةً لِأَنَّ "الْجِنَانَ" مُخْتَلِفَةُ الْأَنْوَاعِ، فَحَسُنَ جَمْعُهَا وَالنَّارُ مَادَّةٌ وَاحِدَةٌ، وَلِأَنَّ الْجَنَّةَ رَحْمَةٌ وَالنَّارَ عَذَابٌ فَنَاسَبَ جَمْعُ الْأُولَى وَإِفْرَادُ الثَّانِيَةِ عَلَى حَدِّ الرِّيَاحِ وَالرِّيحِ.

وَمِنْ ذَٰلِكَ إِفْرَادُ "الصَّدِيقِ" وَجَمْعُ "الشَّافِعِينَ" فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ۝ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ} [الشعراء]. وَحِكْمَتُهُ كَثْرَةُ الشُّفَعَاءِ فِي الْعَادَةِ وَقِلَّةُ الصَّدِيقِ.

قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ ﷫: أَلَا تَرَى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا امْتُحِنَ بِإِرْهَاقِ ظَالِمٍ نَهَضَتْ جَمَاعَةٌ وَافِرَةٌ مِنْ أَهْلِ بَلَدِهِ لِشَفَاعَتِهِ رَحْمَةً وَلَمْ يَكُنْ لَهُ بِأَكْثَرِهِمْ مَعْرِفَةٌ، وَأَمَّا الصَّدِيقُ فَأَعَزُّ مِنْ بَيْضِ الْأَنُوقِ.

ترجمہ: اور اسی سے "النار" کو واحد استعمال کرنا ہے جہاں بھی ذکر ہو، اور "جنۃ" کو کبھی واحد اور کبھی جمع استعمال کرنا ہے، کیونکہ "باغات" مختلف قسم کے ہیں، اس لئے اس کو جمع لانا بہتر ہے اور آگ ایک ہی مادہ ہے۔ اور اس لئے کہ جنت رحمت ہے اور آگ عذاب، تو جنت کو جمع اور النار کا واحد استعمال مناسب ہے، جیسا کہ الریاح اور الریح کا معاملہ ہے۔

اور اسی طرح "صدیق" کو واحد اور "الشافعین" کو جمع کرنا ہے اللہ ﷻ کے قول میں: {پس ہمارے لئے نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی دوست} [الشعراء]، اور اس کی حکمت یہ ہے کہ سفارشی عام طور پر زیادہ ہوتے ہیں اور دوست کم۔

امام زمخشری رحمہ اللہ نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کسی آدمی کو ظالم کے ظلم سے آزمایا جاتا ہے تو اس کے شہر کے بہت سے لوگ اس کی سفارش کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اگرچہ ان میں سے زیادہ تر کو وہ جانتا بھی نہیں ہوتا، لیکن دوست بہت نایاب ہوتے ہیں، جیسے انوق کے انڈے۔

وَمِنْ ذٰلِكَ إِفْرَادُ "السَّمْعِ" وَجَمْعُ "الْبَصَرِ" لِأَنَّ السَّمْعَ غَلَبَ عَلَيْهِ الْمَصْدَرِيَّةُ فَأُفْرِدَ بِخِلَافِ الْبَصَرِ فَإِنَّهُ اشْتَهَرَ فِي الْجَارِحَةِ وَلِأَنَّ مُتَعَلَّقَ السَّمْعِ الْأَصْوَاتُ وَهِيَ حَقِيقَةٌ وَاحِدَةٌ وَمُتَعَلَّقَ الْبَصَرِ الْأَلْوَانُ وَالْأَكْوَانُ وَهِيَ حَقَائِقُ مُخْتَلِفَةٌ فَأَشَارَ فِي كُلٍّ مِنْهُمَا إِلَى مُتَعَلَّقِهِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى {وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ} [النحل:۷۸]

وَمِنْ ذٰلِكَ مَجِيءُ "الْمَشْرِقِ" وَ"الْمَغْرِبِ" بِالْإِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ، فَحَيْثُ أُفْرِدَا فَاعْتِبَارًا لِلْجِهَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى {رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ} [الشعراء:۲۸] وَحَيْثُ ثُنِّيَا فَاعْتِبَارًا لِمَشْرِقِ الصَّيْفِ وَالشِّتَاءِ وَمَغْرِبِهِمَا كَقَوْلِهِ تَعَالَى {رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ} [الرحمن:۱۷] وَحَيْثُ جُمِعَا فَاعْتِبَارًا لِتَعَدُّدِ الْمَطَالِعِ فِي كُلِّ فَصْلٍ مِنْ فُصُولِ السَّنَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى {فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ} [المعارج:۴۰]

ترجمہ: اس میں سے ایک "سمع" کا مفرد اور "بصر" کا جمع آنا ہے، کیونکہ سمع پر مصدریت کا غلبہ ہوتا ہے، اس لیے اسے مفرد رکھا گیا ہے، برعکس بصر کے، جو کہ عضو کے طور پر مشہور ہے، اور سمع کا تعلق آوازوں سے ہے جو کہ ایک حقیقت ہے، جبکہ بصر کا تعلق رنگوں اور اشیاء سے ہے جو کہ مختلف حقائق ہیں، لہٰذا ہر ایک میں متعلق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس کی وضاحت میں اللہ ﷻ کا قول ہے:

{وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ} [النحل:۷۸]

اسی طرح "مشرق" اور "مغرب" کا مفرد، تثنیہ، اور جمع میں آنا بھی مختلف حالات کے اعتبار سے ہے:
جب ان کو مفرد میں استعمال کیا جاتا ہے تو یہ سمت کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے اللہ ﷻ کا قول ہے: {رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ} [الشعراء:٢٨]؛ جب تثنیہ میں آتا ہے تو یہ الصیف اور الشتاء کے مشرق اور مغرب کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے اللہ ﷻ کا قول ہے: {رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ} [الرحمن:١٧]؛ اور جب جمع میں آتا ہے تو یہ ہر فصل میں متعدد طلوع اور غروب کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے اللہ ﷻ کا قول ہے: {فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ} [المعارج:٤٠]

سوال نمبر 108: سوال وجواب کے بارے میں قاعدہ؟

جواب: **قاعدة في السوال والجواب:**

الأَصْلُ فِي الجَوابِ أَنْ يَكُونَ مُطابِقًا لِلسُّؤالِ إِذا كانَ السُّؤالُ مُتَوَجِّهًا۔
وَقَدْ يُعْدَلُ فِي الجَوابِ عَمّا يَقْتَضِيهِ السُّؤالُ تَنْبِيهًا عَلَى أَنَّهُ كانَ مِنْ حَقِّ السُّؤالِ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ وَيُسَمِّيهِ السَّكاكِيُّ الأُسْلُوبَ الحَكِيمَ وَقَدْ يَجِيءُ الجَوابُ أَعَمَّ مِنَ السُّؤالِ لِلْحاجَةِ إِلَيْهِ فِي السُّؤالِ وَقَدْ يَجِيءُ أَنْقَصَ لِاقْتِضاءِ الحالِ ذَلِكَ- مِثالُ ما عُدِلَ عَنْهُ قَوْلُهُ ﷻ: {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالحَجِّ} [البَقَرَة:١٨٩] سَأَلُوا عَنِ الهِلالِ لِمَ يَبْدو دَقِيقًا مِثْلَ الخَيْطِ ثُمَّ يَتَزايَدُ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى يَمْتَلِئَ ثُمَّ لا يَزالُ يَنْقُصُ حَتَّى يَعُودَ كَما بَدَأَ فَأُجِيبُوا بِبَيانِ حِكْمَةِ ذَلِكَ تَنْبِيهًا عَلَى أَنَّ الأَهَمَّ السُّؤالُ عَنْ ذَلِكَ لا ما سَأَلُوا عَنْهُ، وَهَذا إِذا قُلْنا إِنَّ سُؤالَهُم كانَ كَذَلِكَ، إِذْ يُحْتَمَلُ أَنَّهُم سَأَلُوا عَنِ الحِكْمَةِ، وَحِينَئِذٍ فَالمُطابَقَةُ ظاهِرَةٌ. وَمِثالُ الزِّيادَةِ فِي الجَوابِ قَوْلُهُ ﷻ: {اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ} [الأَنْعَام:٦٤] فِي جَوابِ {مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ البَرِّ وَالبَحْرِ} [الأَنْعَام:٦٣]، وَقَوْلُ مُوسَى ﷺ: {عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي} [طه:١٨] فِي جَوابِ {وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى} [طه:١٧]، زادَ فِي الجَوابِ اسْتِلْذاذًا بِخِطابِ اللَّهِ ﷻ، وَقَوْلُ قَوْمِ إِبْراهِيمَ ﷺ: {نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ} [الشُّعَرَاء:٧١] فِي

جوابِ {مَا تَعْبُدُونَ} [الشُّعَرَاءِ:٧٠]، زَادُوا فی الجَوابِ إِظْهَارًا لِلابْتِهَاجِ بِعِبَادَتِهَا وَالاسْتِمْرَارِ عَلَى مُوَاظَبَتِهَا لِيَزْدَادَ غَيْظُ السَّائِلِ۔

ترجمہ: قاعدہ سوال اور جواب کے بارے میں:

اصل جواب میں یہ ہے کہ اگر سوال متوجھا ہو تو جواب سوال کے مطابق ہو۔

اور کبھی جواب میں اس چیز سے عدول کیا جاتا ہے اس سے جس کا سوال تقاضا کرتا ہے، تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ سوال کا حق یوں ہونا چاہیے تھا، اور سکاکی اسے "اسلوب حکیم" کہتے ہیں۔

اور جواب سوال سے زیادہ جامع ہو سکتا ہے اگر سوال میں اس کی ضرورت ہو، اور جواب مختصر ہو سکتا ہے اگر حالت کا تقاضا ہو۔

اس بات کی مثال جو اسلوب حکیم سے عدول کرتی ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالحَجِّ} [البقرہ:١٨٩]۔ انہوں نے ہلال کے بارے میں پوچھا کہ کیوں وہ باریک نظر آتا ہے جیسے دھاگا، پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے یہاں تک کہ مکمل ہو جاتا ہے، پھر دوبارہ گھٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا شروع میں تھا۔ انہیں جواب میں اس کی حکمت بیان کر دی گئی تاکہ ان کو یہ تنبیہ ہو کہ زیادہ اہم سوال اس بارے میں ہے، نہ کہ جو انہوں نے پوچھا، اور یہ اس صورت میں ہے جب ہم کہیں کہ ان کا سوال اس طرح تھا، کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے حکمت کے بارے میں پوچھا ہو، اور اس صورت میں مطابقت واضح ہوتی ہے۔

اور جواب میں اضافہ کی مثال اللہ ﷻ کا یہ فرمان ہے: {اللهُ يُنَجِّيكُم مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ} [الأنعَام:٦٤] اس آیت کے جواب میں {مَنْ يُنَجِّيكُم مِنْ ظُلُمٰتِ البَرِّ وَالبَحْرِ} [الأنعَام:٦٣]، اور حضرت موسیٰ ؑ کا قول: {عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي} [طه:١٨] اس آیت کے جواب میں {وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسٰى} [طه:١٧]، جواب میں اضافہ کیا کیونکہ اللہ ﷻ کے ساتھ کلام سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

اور حضرت ابراہیم ؑ کی قوم کا قول: {نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ} [الشُّعَرَاءِ:٧١] اس آیت کے جواب میں {مَا تَعْبُدُونَ} [الشُّعَرَاءِ:٧٠]، انہوں نے جواب میں اضافہ کیا تاکہ اپنی عبادت کی خوشی اور اس پر مستقل مزاجی کو ظاہر کریں تاکہ سوال کرنے والے کا غصہ اور بڑھ جائے

فِي مَعْرِفَةِ الوُجُوهِ وَالنَّظَائِرِ

سوال نمبر 109: وجوہ ونظائر کی پہچان کیسے حاصل ہو؟

جواب: فَالوُجُوهُ اللَّفْظُ المُشْتَرَكُ الَّذِي يُسْتَعْمَلُ فِي عِدَّةِ مَعَانٍ كَلَفْظِ الأُمَّةِ- وَالنَّظَائِرُ كَالأَلْفَاظِ المُتَوَاطِئَةِ وَقَدْ جَعَلَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مِنْ أَنْوَاعِ مُعْجِزَاتِ القُرْآنِ، حَيْثُ كَانَتِ الكَلِمَةُ الوَاحِدَةُ تَنْصَرِفُ إِلَى عِشْرِينَ وَجْهًا وَأَكْثَرَ وَأَقَلَّ، وَلَا يُوجَدُ ذَلِكَ فِي كَلَامِ البَشَرِ.

أَخْرَجَ ابنُ سَعْدٍ رحمہ اللہ وَغَيْرُهُ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ مَوْقُوفًا: لَا يَفْقَهُ الرَّجُلُ كُلَّ الفِقْهِ حَتَّى يَرَى لِلقُرْآنِ وُجُوهًا كَثِيرَةً وَأَشَارَ آخَرُونَ إِلَى أَنَّ المُرَادَ بِهِ اسْتِعْمَالُ الإِشَارَاتِ البَاطِنَةِ وَعَدَمُ الاقْتِصَارِ عَلَى التَّفْسِيرِ الظَّاهِرِ.

وَأَخْرَجَ ابنُ سَعْدٍ رحمہ اللہ مِنْ طَرِيقِ عِكْرِمَةَ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَرْسَلَهُ إِلَى الخَوَارِجِ فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَيْهِمْ فَخَاصِمْهُمْ وَلَا تُحَاجَّهُمْ بِالقُرْآنِ، فَإِنَّهُ ذُو وُجُوهٍ، وَلَكِنْ خَاصِمْهُمْ بِالسُّنَّةِ. وَهَذِهِ عُيُونٌ مِنْ أَمْثِلَةِ هَذَا النَّوْعِ: "ذَلِكَ" "الهُدَى" يَأْتِي عَلَى سَبْعَةَ عَشَرَ وَجْهًا:

ترجمہ: وجوہ اور نظائر کو جاننے کے بارے میں

وجوہ وہ مشترک لفظ ہیں جو چند معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسے لفظ "امۃ" اور "نظائر" وہ ہم معانی الفاظ ہیں۔

اور بعض لوگوں نے اسے قرآن کے معجزات کی اقسام میں سے قرار دیا ہے، جہاں ایک ہی کلمہ بیس سے زیادہ معانی میں آتا ہے اور یہ انسانی کلام میں نہیں پایا جاتا۔

ابن سعد رحمہ اللہ اور دیگر نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی ہے: آدمی ہر فقہ کو نہیں سمجھتا جب تک وہ قرآن کے بہت سے وجوہ نہ دیکھے۔

اور دوسروں نے اشارہ دیا ہے کہ اس کا مطلب باطنی اشاروں کا استعمال اور ظاہر تفسیر پر اکتفا نہ کرنا ہے۔

اور ابن سعد نے رحمہ اللہ عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: حضرتِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خارجیوں کے پاس بھیجا اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور ان سے مناظرہ کرو اور قرآن سے ان سے حجت نہ کرو، کیونکہ اس کے بہت سے وجوہ ہیں، بلکہ ان سے سنت کے ذریعے مناظرہ کرو۔

اور یہ اس قسم کی چند مثالیں ہیں اس میں سے "الھُدَی" جو سترہ صورتوں پر مشتمل ہے۔

معنی الثبات:

{اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} [الفاتحة:٦]

"ہمیں سیدھا راستہ دکھا"

معنی البیان:

{أُوْلَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ} [البقرة:٥]

یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں"

معنی الدین:

{إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللّهِ} [آل عمران:٧٣]

"ہدایت تو صرف اللہ ﷻ ہی کی ہدایت ہے"

معنی الإیمان:

{وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى} [مريم:٧٦]

"اور اللہ ﷻ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو بڑھاتا ہے"

معنی الدعاء:

{وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ} [الرعد:٧]

"اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے"

{وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا} [الأنبياء:٧٣]

"اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں"

معنی الرسل والکتب:

{فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى} [البقرة:٣٨]

"پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے"

معنی المعرفة:

{وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ} [النحل:١٦]

"اور لوگ ستاروں سے راستہ پالیتے ہیں "

معنی النبی ﷺ:

{إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى} [البقرة: ١٥٩]

"بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں جو ہم نے نازل کیا ہے، کھلی نشانیاں اور ہدایت"

معنی القرآن:

{وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَى} [النجم:٢٣]

"حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے"

معنی التوراة:

{وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى} [غافر: ٥٣]

"اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رہنمائی عطا فرمائی"

معنی الاسترجاع:

{أُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ} [البقرة: ١٥٧]

"یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"

معنی الحجة:

{وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} [البقرة: ٢٥٨]

"اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا"

التوحید:

{إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ} [القصص: ٥٧]

"اگر ہم تمہارے ساتھ (مل کر) ہدایت کی پیروی کریں "

السنة:

{فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} [الأنعام: ۹۰]

"تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔"

{وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ} [الزخرف: ۲۲]

"اور ہم ان کے نقشِ قدم پر ہی راہ پانے والے ہیں۔"

الإصلاح:

{وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ} [يوسف: ۵۲]

"اور بیشک اللہ خائنوں کی تدبیر کو ہدایت نہیں دیتا"

الإلهام:

{الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ} [طه: ۵۰]

"جس نے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی پھر راہ دکھائی"

التوبة:

{إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ} [الأعراف: ۱۵۶]

"بیشک ہم تیری طرف لوٹے"

الإرشاد:

{أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ} [القصص: ۲۲]

"کہ وہ مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے"

من ذلك "السوء" (اس میں سے سوء بھی ہے):

الشدة:

{يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ} [البقرة: ۴۹]

"وہ تمہیں سخت عذاب دیتے تھے"

العقر:

{وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ} [الأعراف:۷۳]

"اور اس کو برائی کے ساتھ نہ چھونا"

الزنیٰ:

{مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا} [یوسف:۲۵]

"اس کا کیا بدلہ ہے جو تمہارے گھر والوں کے ساتھ برائی چاہتا ہے"

{مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ} [مریم:۲۸]

"تمہارا باپ کوئی برا آدمی نہیں تھا"

البرص:

{بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ} [طه:۲۲]

"بغیر کسی مرض کے خوب سفید"

الشرك:

{مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ} [النحل:۲۸]

"ہم کوئی برائی نہیں کرتے تھے"

القتل والهزيمة:

{لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ} [آل عمران:۱۷۴]

"انہیں کوئی برائی نہیں پہنچی"

العذاب:

{إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ} [النحل:۲۷]

"بیشک آج رسوائی اور برائی کا دن ہے"

ومن ذلك "الصلوة" (اس میں سے لفظِ صلوۃ بھی ہے):

الصلوات الخمس:

{وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ} [البقرۃ: ۳]

"اور وہ نماز قائم کرتے ہیں"

صلاۃ العصر:

{تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ} [المائدۃ: ۱۰۶]

"تم ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو"

صلوۃ الجمعۃ:

{إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ} [الجمعۃ: ۹]

"جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے"

الجنازۃ:

{وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ} [التوبۃ: ۸۴]

"اور ان میں سے کسی پر نماز نہ پڑھنا"

الدعاء:

{وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ} [التوبۃ: ۱۰۳]

"اور ان کے لئے دعا کرو، بیشک تمہاری دعا ان کے لئے سکون ہے"

الدین:

{أَصَلَوَاتُكَ تَأْمُرُكَ} [ھود: ۸۷]

"کیا تمہاری نمازیں تمہیں یہ حکم دیتی ہے"

والقراءۃ:

{وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ} [الاسراء: ۱۱۰]

"اور اپنی نماز میں آواز بلند نہ کرو"

والرحمة والاستغفار:

{إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ} [الاحزاب:٥٦]

"بیشک اللہ ﷻ اور اس کے فرشتے اس غیب بتانے والے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں"

ومن ذلك "الرحمة" وردت على أوجهه:

الإسلام:

{يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ} [البقرة:١٠٥]

"وہ ﷻ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے"

الإيمان:

{وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِ} [هود:٢٨]

"اور اس ﷻ نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی"

الجنة:

{فِي رَحْمَةِ اللهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ} [آل عمران:١٠٧]

"اللہ ﷻ کی رحمت میں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"

المطر:

{بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ} [الأعراف:٥٧]

"اس کی رحمت کے آگے آگے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں"

ومن ذلك "الفتنة" وردت على أوجهه:

الشرك:

{وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ} [البقرة:١٩١]

"اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے"

الضلال:

{ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ} [آل عمران: ۷]

"فتنہ پھیلانے کی غرض سے"

القتل:

{أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا} [النساء: ۱۰۱]

"کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے"

المعذرة:

{ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ} [الأنعام: ۲۳]

"پھر ان کی کوئی معذرت نہ ہوگی"

القضاء:

{إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ} [الأعراف: ۱۵۵]

"یہ تو نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمانا"

المرض:

{يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ} [التوبة: ۱۲۶]

"ہر انہیں ہر سال آزمایا جاتا ہے"

العبرة:

{لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً} [یونس: ۸۵]

"ہمیں آزمائش نہ بنا"

ومن ذلك "الروح" ورد على اوجه:

الأمر:

{وروحٌ منه} [النساء: 171]

"اوراس کی طرف سے ایک روح"

الوحی:

{ينزل الملائكة بالروح} [النحل: ٢]

"فرشتے روح لے کر نازل ہوتے ہیں"

القرآن:

{أوحينا إليك روحاً من أمرنا} [الشوری: ٥٢]

"ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی"

جبریل:

{فأرسلنا إليها روحَنا} [مریم: ١٧]

"تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل علیہ السلام) بھیجا"

روح البدن:

{ويسألونك عن الروح} [الإسراء: ٨٥]

"اور وہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں"

ذكر اللسان:

{فاذكروا الله كذكركم آباءكم} [البقرة: ٢٠٠]

"پس اللہ کو ایسے یاد کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو"

الحفظ:

{واذكروا ما فيه لعلكم تتقون} [البقرة: ٦٣]

"اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

الطاعة والجزاء:

{فاذكروني أذكركم} [البقرة: ١٥٢]

"تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا"

الحدیث:

{اذکرنی عند ربك} [یوسف:۴۲]

"اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا"

القرآن:

{ومن أعرض عن ذکری} [طه:۱۲۴]

"اور جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ پھیرا"

الشرف:

{وإنه لذکرٌ لك} [الزخرف:۴۴]

"اور (اے حبیب ﷺ!) بیشک یہ قرآن تمہارے لئے شرف و بزرگی ہے"

العیب:

{أهذا الذی یذکر آلهتکم} [الأنبیاء:۳۶]

"کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے"

اللوح المحفوظ:

{من بعد الذکر} [الأنبیاء:۱۰۵]

"نصیحت کے بعد"

الثناء:

{واذکروا الله کثیراً} [الأحزاب:۴۱]

"اور اللہ ﷻ کو کثرت سے یاد کرو"

الصلاۃ:

{ولذکر الله أکبر} [العنکبوت:۴۵]

"اور اللہ ﷻ کا ذکر سب سے بڑا ہے"

قال ابنُ فارسٍ فی کتابِ "الأفراد": کُلُّ ما فی القرآنِ من ذکرِ "الأَسف" فمعناہ الحُزنُ إلا {فلمّا آسفونا} الزخرفُ فمعناہ أغضبونا۔

وکُلُّ ما فیہ من ذکرِ "البروج" فھی الکواکبُ إلا {ولو کنتم فی بروجٍ مشیّدۃٍ} النساءُ فھی القصورُ الطوالُ حصینۃً۔

وکُلُّ ما فیہ من ذکرِ "البرِّ والبحرِ" فالمرادُ بالبحرِ الماءُ وبالبرِّ الترابُ الیابسُ إلا {ظھرَ الفسادُ فی البرِّ والبحرِ} فالمرادُ بہ البریّۃُ والعمرانُ۔

وکُلُّ ما فیہ من ذکرِ "البعلِ" فھو الزوجُ إلا {أتدعونَ بعلاً} الصافاتُ فھو الصنمُ.

ترجمہ: ابنِ فارس رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الأفراد" میں کہا: قرآن میں جہاں کہیں بھی "الأَسف" کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب "حزن" یعنی غم ہے، سوائے {فلمّا آسفونا} الزخرف میں، یہاں اس کا مطلب "أغضبونا" یعنی ہمیں غضبناک کیا۔

جہاں کہیں بھی "البروج" کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب "الکواکب" یعنی ستارے ہیں، سوائے {ولو کنتم فی بروجٍ مشیّدۃٍ} النساء میں، یہاں اس کا مطلب "القصور الطوال حصینۃ" یعنی مضبوط قلعے ہیں۔

جہاں کہیں بھی "البرّ والبحرِ" کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب "البحر" یعنی پانی اور "البر" یعنی خشک زمین ہے، سوائے {ظھرَ الفسادُ فی البرّ والبحرِ} میں، یہاں اس کا مطلب "البریّۃ والعمران" یعنی بستی اور آبادی ہے۔

جہاں کہیں بھی "البعلِ" کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب "الزوج" یعنی شوہر ہے، سوائے {أتدعونَ بعلاً} الصافات میں، یہاں اس کا مطلب "الصنم" یعنی بت ہے۔

وَكُلُّ مَافِيهِ مِنَ "الدَّحْضِ" فَالْبَاطِلُ إِلَّا {فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ} [الصَّافَّاتُ:١٤١] فَمَعْنَاهُ مِنَ الْمَقْرُوعِينَ

وَكُلُّ مَا فِيهِ مِنَ "الرَّجْمِ" فَهُوَ الْقَتْلُ إِلَّا {لَأَرْجُمَنَّكَ} [مَرْيَمُ:٤٦] فَمَعْنَاهُ لَأَشْتُمَنَّكَ۔

وَ {وَرَجْمًا بِالْغَيْبِ} [الْكَهْفُ:٢٢] أَيْ ظَنًّا

وَكُلُّ "شَهِيدٍ" فِيهِ غَيْرُ الْقَتْلَى فَمَنْ يَشْهَدُ فِي أُمُورِ النَّاسِ إِلَّا {وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ} [الْبَقَرَةُ ٢٣] فَهُوَ شُرَكَاءَكُمْ۔

وَكُلُّ مَا فِيهِ مِنْ "أَصْحَابِ النَّارِ" فَأَهْلُهَا إِلَّا {وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً} [الْمُدَّثِّرُ:٣١] فَالْمُرَادُ خَزَنَتُهَا

ترجمہ: اور ہر جگہ جہاں "الدحض" (جھٹلانے) کا ذکر ہے تو اس کا مطلب باطل ہے سوائے {فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ} [الصَّافَّات:١٤١] تو اس کا مطلب ہے دھتکارے جانے والوں میں سے۔

اور ہر جگہ جہاں "الرَّجْم" (پتھر مارنے) کا ذکر ہے تو اس کا مطلب قتل ہے سوائے {لَأَرْجُمَنَّكَ} [مَرْيَم:٤٦] تو اس کا مطلب ہے تجھے گالیاں دوں گا، اور {وَرَجْمًا بِالْغَيْبِ} [الْكَهْف:٢٢] تو اس کا مطلب ہے ظن۔

اور ہر جگہ جہاں "شَهِيد" (گواہ) کا ذکر ہے اور وہ قتل نہ ہوئے ہوں تو اس کا مطلب ہے جو لوگوں کے معاملات میں گواہ ہیں سوائے {وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ} [الْبَقَرَة:٢٣] تو اس کا مطلب ہے تمہارے شریک۔

اور ہر جگہ جہاں "أَصْحَابُ النَّارِ" (آگ والے) کا ذکر ہے تو اس کا مطلب اہل جہنم ہے سوائے {وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً} [الْمُدَّثِّر:٣١] تو اس کا مطلب ہے جہنم کے داروغے۔

وَكُلُّ "نَبَإٍ" فَهُوَ خَبَرٌ إِلَّا {فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ} [الْقَصَصُ:٦٦] فَهِيَ الْحُجَجُ

وَقَالَ ابْنُ خَالَوَيْه رحمه الله: لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ "بَعْدُ" بِمَعْنَى "قَبْلَ" إِلَّا حَرْفٌ وَاحِدٌ {وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ} [الْأَنْبِيَاءِ:١٠٥]

وَقَالَ مُغْلَطَاي فِي كِتَابِ "الْمَيْسَرِ": قَدْ وَجَدْنَا حَرْفًا آخَرَ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: {وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا} [النَّازِعَات:٣٠]

قَالَ أَبُو مُوسَى رحمه الله فِي كِتَابِ "الْمُغِيثِ" مَعْنَاهَا هُنَا "قَبْلَ" لِأَنَّهُ تَعَالَى خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَعَلَى هَذَا خَلْقُ الْأَرْضِ قَبْلَ خَلْقِ السَّمَاءِ انتهى۔

وَقَدْ تَعَرَّضَ النَّبِيُّ وَالصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ ﷺ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا النَّوْعِ فَأَخْرَجَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ ﷺ فِي مُسْنَدِهِ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ ﷺ وَغَيْرُهُمَا مِنْ طَرِيقِ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ ﷺ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ﷺ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ:

((كُلُّ حَرْفٍ فِي الْقُرْآنِ يُذْكَرُ فِيهِ الْقُنُوتُ فَهُوَ الطَّاعَةُ)) هَذَا إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ وَابْنُ حِبَّانَ ﷺ يُصَحِّحُهُ،

وَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ ﷺ مِنْ طَرِيقِ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ "أَلِيمٌ" فَهُوَ الْمُوجِعُ

ترجمہ: اور ہر "نبأ" کا مطلب خبر ہے سوائے {فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ} [القصص:٦٦] یہاں اس کا مطلب دلائل ہیں۔

ابن خالویہ ﷺ نے کہا: قرآن میں "بعد" بمعنی "قبل" نہیں آتا سوائے ایک جگہ {وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ} [الأنبياء:١٠٥]

مغلطائی ﷺ نے اپنی کتاب "المیسر" میں کہا: ہم نے ایک اور جگہ پائی، اللہ ﷺ کا فرمان: {وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا} [النَّازِعَات:٣٠]

ابو موسیٰ ﷺ نے اپنی کتاب "المغیث" میں کہا: یہاں "بعد" کا مطلب "قبل" ہے کیونکہ اللہ ﷺ نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، تو اس پر یہ مطلب بنتا ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی،

اور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام اور تابعین ﷺ نے بھی اس قسم کے معانی بیان کیے ہیں، امام احمد ﷺ نے اپنی مسند میں اور ابن ابی حاتم ﷺ وغیرہ نے دراج کے ذریعے ابوالہیثم ﷺ سے، وہ ابو سعید خدری ﷺ سے، اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: "قرآن میں جہاں بھی قنوت کا ذکر ہے، اس کا مطلب اطاعت ہے"، اس کی سند صحیح ہے اور ابن حبان ﷺ نے اسے صحیح قرار دیا ہے

ابن ابی حاتم ﷺ نے عکرمہ کے ذریعے ابن عباس ﷺ سے روایت کی ہے کہ: قرآن میں جہاں بھی "ألیم" کا ذکر ہے، اس کا مطلب دردناک ہے۔

واخْرَجَ مِنْ طَرِيقِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ﷺ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ "قُتِلَ" فَهُوَ لُعِنَ۔

واخْرَجَ مِنْ طَرِيقِ الضَّحَّاكِ ﷺ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي كِتَابِ اللهِ مِنَ "الرِّجْزِ" يَعْنِي بِهِ الْعَذَابَ.

وَقَالَ الفِرْيَابِيُّ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ عَمَّارِ الدُّهْنِيِّ رحمہ اللہ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كُلُّ "تَسْبِيحٍ" فِي القُرْآنِ صَلَاةٌ وَكُلُّ "سُلْطَانٍ" فِي القُرْآنِ حُجَّةٌ.

واخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ رحمہ اللہ مِنْ طَرِيقِ عِكْرِمَةَ رحمہ اللہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي القُرْآنِ "الدِّينِ" فَهُوَ الحِسَابُ.

واخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ رحمہ اللہ وَغَيْرُهُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي القُرْآنِ مِنَ "الرِّيَاحِ" فَهِيَ رَحْمَةٌ وَكُلُّ شَيْءٍ فِيهِ مِنَ "الرِّيحِ" فَهُوَ عَذَابٌ.

واخْرَجَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ رحمہ اللہ قَالَ: "وَرَاءَ" فِي القُرْآنِ "أَمَامُ" كُلُّهُ غَيْرَ حَرْفَيْنِ {فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ} [المؤمنون:٧] يَعْنِي سِوَى ذَلِكَ، {وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ} [النساء:٢٤] يَعْنِي سِوَى ذَلِكُمْ.

واخْرَجَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ رحمہ اللہ قَالَ: مَا كَانَ "كِسْفًا" فَهُوَ عَذَابٌ وَمَا كَانَ "كِسَفًا" فَهُوَ قِطَعُ السَّحَابِ.

واخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ رحمہ اللہ عَنْ أَبِي رَوْقٍ رحمہ اللہ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي القُرْآنِ "جَعَلَ" فَهُوَ خَلَقَ.

وفِي صَحِيحِ البُخَارِيِّ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ رحمہ اللہ: مَا سَمَّى اللهُ المَطَرَ فِي القُرْآنِ إِلَّا عَذَابًا وَتُسَمِّيهِ العَرَبُ الغَيْثَ، قَالَ السُّيُوطِيُّ رحمہ اللہ اسْتَثْنَى مِنْ ذَلِكَ {إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ} [النساء:١٠٢] فَإِنَّ المُرَادَ بِهِ الغَيْثُ قَطْعًا.

وَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ رحمہ اللہ: إِذَا كَانَ فِي العَذَابِ فَهُوَ "أُمْطِرَتْ" وَإِذَا كَانَ فِي الرَّحْمَةِ فَهُوَ مُطِرَتْ.

واخْرَجَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ رحمہ اللہ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ فِي القُرْآنِ "وَمَا يُدْرِيكَ" فَلَمْ يُخْبِرْ، "وَمَا أَدْرَاكَ" فَقَدْ أَخْبَرَهُ۔

قُلْتُ: وَأَكْثَرُ هَذِهِ المَسَائِلِ الَّتِي ذَكَرَهَا هَؤُلَاءِ بِقَوْلِهِمْ "كُلُّ شَيْءٍ فِي القُرْآنِ كَذَا فَهُوَ كَذَا" إِنَّمَا خَرَجَ مَخْرَجَ الغَالِبِ وَإِلَّا فَإِنَّ هُنَاكَ أُمُورًا مِنْهَا تَحْتَاجُ إِلَى اسْتِثْنَاءٍ.

ترجمہ: علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: قرآن میں ہر "قتل" العنت ہے۔
ضحاک رحمہ اللہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: اللہ ﷻ کی کتاب میں ہر "رجز" عذاب ہے۔
فریابی رحمہ اللہ نے کہا: قیس نے عمار دہنی رحمہ اللہ سے، انہوں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ: قرآن میں ہر "تسبیح" نماز ہے اور ہر "سلطان" دلیل ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ: قرآن میں ہر "دین" حساب ہے۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اور دیگر نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: قرآن میں ہر "ریاح" رحمت ہے اور ہر "ریح" عذاب ہے۔

ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کی گئی کہ: قرآن میں "وَرَاءَ" ہمیشہ "اَمَامُ" ہے سوائے دو آیات کے: {فمن ابتغى وراء ذلك} [المؤمنون:٧] جس کا مطلب ہے "اس کے علاوہ"، {وأحل لكم ما وراء ذلكم} [النساء:٢٤] جس کا مطلب ہے "اس کے علاوہ"۔

ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: جب لفظ "كِسْفًا" ہو تو وہ عذاب ہے اور جب "كِسَفًا" ہو تو وہ بادل کا ٹکڑا ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے ابوروق رحمہ اللہ سے روایت کی کہ: قرآن میں ہر "جعل" کا مطلب ہے "خلق کیا"۔

صحیح بخاری میں سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: قرآن میں اللہ ﷻ نے بارش کو صرف عذاب کے طور پر ذکر کیا ہے اور عرب اسے "غیث" کہتے ہیں۔

سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے مستثنیٰ {ان كان بكم أذًى من مطر} [النساء:١٠٢] ہے کیونکہ اس کا مطلب یقینی طور پر "غیث" ہے۔

ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے کہا: اگر عذاب کی بات ہو تو "اَمطرت" اور اگر رحمت کی بات ہو تو "مطرت"۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: قرآن میں ہر "ومایدریک" کے بارے میں نہیں بتایا گیا اور "وما اُدراک" کے بارے میں بتایا گیا۔

میں نے کہا: اور ان مسائل میں سے زیادہ تر، جن کا ذکر ان حضرات نے کیا ہے، "قرآن میں ہر فلاں چیز فلاں چیز ہے" کہہ کر، غالب طور پر ہیں، اور اس کے علاوہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں استثنیٰ کی ضرورت ہے۔

معرفة اعرابہ

سوال نمبر110: قرآنِ پاک کے اصول سیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اخرجَ ابو عبیدٍ رحمہ اللہ فی فضائلِہِ عن عمرَ بنِ الخطابِ رضی اللہ عنہ قالَ: (تعلموا اللحنَ والفرائضَ والسنَنَ کما تعلمون القرآنَ)۔

واخرجَ عن یحیی بنِ عتیقٍ رحمہ اللہ قال: قلتُ للحسنِ رحمہ اللہ: یا ابا سعیدَ رحمہ اللہ! الرجلُ یتعلمُ العربیةَ یلتمسُ بھا حسنَ المنطقِ ویقیمُ بھا قراءته، قال حسنٌ رحمہ اللہ یا ابنَ أخی فتعلَّمھا فإِنَّ الرجلَ یقرأُ الآیةَ فیعی بوجھھا فیھلكُ فیھا۔

وعلی الناظرِ فی کتابِ اللہِ ﷻ ۔الکاشفِ عن أسرارِہِ۔ النظرَفی الکلمةِ وصیغتِھا ومحلِّھا ککونِھا مبتدأً أو خبراً أو فاعلاً أو مفعولاً أوفی مبادئِ الکلامِ أوفی جوابٍ إلی غیرِ ذلك۔

ترجمہ: ابو عبید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فضائل میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ: "عربی زبان (کے اصول)، فرائض اور سنتیں اسی طرح سیکھو جیسے قرآن کو سیکھتے ہو۔"

اور انہوں نے یحییٰ بن عتیق رحمہ اللہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا: "اے ابو سعید رحمہ اللہ! ایک آدمی عربی زبان سیکھتا ہے تاکہ اس کے ذریعے اچھی گفتگو کر سکے اور اپنی قراءت کو درست کر سکے،" حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: "اے میرے بھتیجے! اسے سیکھو کیونکہ آدمی قرآن کی ایک آیت کو غلط سمجھ سکتا ہے اور اس میں ہلاک ہو سکتا ہے۔"

اور اللہ ﷻ کی کتاب، جو اس کے اسرار کو ظاہر کرتی ہے، پر غور کرنے والے کو چاہیے کہ وہ ہر لفظ اور اس کے صیغے اور اس کے محل کو دیکھے، جیسے کہ وہ مبتدا، خبر، فاعل، مفعول، یا جملے کے آغاز میں یا جواب میں وغیرہ میں ہو۔

ویجبُ علیہِ مراعاةُ أمورٍ:

أحدُها: وهو أولُ واجبٍ عليهِ أن يفهمَ معنى ما يريدُ أن يعربَهُ مفرداً أو مركباً قبلَ الإعرابِ، فإنه فرعُ المعنى ولهذا لا يجوزُ إعرابُ فواتحِ السورِ إذا قلنا بأنها من المتشابِهِ الذى استأثرَ اللهُ بعلمِهِ۔ قالَ ابنُ هشامٍ رحمه الله وقد زلَّت أقدامُ كثيرٍ من المعربينَ راعوا فى الإعرابِ ظاهرَ اللفظِ ولم ينظروا فى موجبِ المعنى، من ذلك قولُهُ تعالى {يٰشعيبُ أصلوٰتُك تأمُرُكَ أن نَتْرُكَ ما يَعْبُدُ آباؤُنا أو أن نَفْعَلَ فى أموالِنا ما نَشَاءُ} [هود:٨٧]، فإنه يتبادرُ إلى الذهنِ عطفُ "أن نَفْعَلَ" على "أن نَتْرُكَ" وذلك باطلٌ لأنه لم يأمرْهم أن يفعلوا فى أموالِهم ما يشاؤون، وإنما هو عطفٌ على "ما" فهو معمولٌ للتركِ، والمعنى أن نَتْرُكَ أن نَفْعَلَ. وموجبُ الوهمِ المذكورِ أن المعربَ يرى "أن" والفعلَ مرتين وبينهما حرفُ العطفِ.

ترجمہ: اور اس پر واجب ہے کہ وہ چند امور کا خیال رکھے:

ان میں سے پہلا یہ ہے کہ سب سے پہلے اس پر یہ ضروری ہے کہ وہ جس مفرد یا مرکب کو اعراب دینا چاہتا ہے اعراب سے قبل اسکا معنی سمجھ لے۔ کیونکہ اعراب معنی کا تابع ہے۔ لہذا، فواتح سورتوں کو اعراب دینا جائز نہیں، اگر ہم کہیں کہ وہ متشابہات میں سے ہیں جن کا علم اللہ ﷻ نے پوشیدہ رکھا ہے۔

ابن ہشام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بہت سے معربین کی غلطیاں اس وجہ سے ہوئی ہیں کہ انہوں نے اعراب دیتے وقت لفظ کے ظاہر کو دیکھا اور معنی کی ضرورت پر توجہ نہیں دی۔ مثال کے طور پر، اللہ ﷻ کا قول: {يٰشعيبُ أَصَلوٰتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ} ترجمہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق عمل نہ کریں [هود:٨٧]، اس میں ذہن اس بات کو سمجھنے می جلدی کرتا ہے کہ "أن نفعلَ" کو "أن نترك" پر عطف کیا گیا ہے، لیکن یہ باطل ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے ان سے یہ نہیں کہا کہ وہ اپنے مال میں جو چاہیں کریں، بلکہ یہ "ما" کے ساتھ عطف ہے، جو کہ ترک کے لیے معمول ہے، اور معنی یہ ہے کہ ہم یہ چھوڑ دیں کہ ہم کریں (اپنے اموال میں جو چاہیں)۔ اس غلط فہمی کا سبب یہ

ہے کہ اعرابلگانے والا "أن" اور فعل کو دو بار دیکھتا ہے اور دونوں کے درمیان حرف عطف موجود ہوتا ہے۔

الثَّانِي: أَنْ يُرَاعِيَ مَا تَقْتَضِيهِ الصِّنَاعَةُ، فَرُبَّمَا رَاعَى الْمُعَرِّبُ وَجْهًا صَحِيحًا، وَلَا يَنْظُرُ فِي صِحَّتِهِ فِي الصِّنَاعَةِ فَيُخْطِئُ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُ بَعْضِهِمْ فِي {وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَى} [النَّجم:٥١] إِنَّ ثَمُودَ مَفْعُولٌ مُقَدَّمٌ وَهَـٰذَا مُمْتَنِعٌ لِأَنَّ لِـ "مَا" النَّافِيَةِ الصَّدْرَ فَلَا يَعْمَلُ مَا بَعْدَهَا فِيمَا قَبْلَهَا، بَلْ هُوَ مُعْطَفٌ عَلَى "عَادٍ" مِنْ قَوْلِهِ "أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى" [النَّجم:٥٠] أَوْ عَلَى تَقْدِيرِ: وَأَهْلَكَ ثَمُودَ. وَكَذَا قَوْلُ غَيْرِهِ فِي {مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا} [الأحزاب:٦١] إِنَّهُ حَالٌ مِنْ مَعْمُولِ {ثُقِفُوا} أَوْ {أُخِذُوا} بَاطِلٌ؛ لِأَنَّ الشَّرْطَ لَهُ الصَّدْرُ، بَلْ هُوَ مَنْصُوبٌ عَلَى الذَّمِّ۔

ترجمہ: یہ دوسرا نکتہ ہے کہ صناعت کے تقاضے کا خیال رکھا جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ معرّب نے ایک درست پہلو پر توجہ دی ہو لیکن صناعت میں اس کی صحت کو نہ دیکھا ہو، تو وہ خطا کر گئے جیسے {وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَى} [النَّجم:٥١] میں کہ "ثَمُودَ" مفعول مقدّم ہے، جو کہ ناممکن ہے کیونکہ "ما" نفیۃ کا صدر ہے اور اس کے بعد کی چیز اس سے پہلے پر عمل نہیں کرتی۔ بلکہ یہ "عاد" کے ساتھ معطوف ہے، یعنی کہ "أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى" [النَّجم:٥٠] پر یا تقدیری طور پر "وَأَهْلَكَ ثَمُودَ" کے ساتھ۔ اسی طرح کسی دوسرے کا قول کہ {مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا} [الأحزاب:٦١] کہ یہ حال ہے {ثُقِفُوا} یا {أُخِذُوا} کے معمول سے، یہ بھی باطل ہے؛ کیونکہ شرطیہ جملے کے لیے صدر ضروری ہے، بلکہ یہ مذمت کے لیے منصوب ہے۔

الثالثُ: أن يَتَجَنَّبَ الأُمُورَ البَعِيدَةَ والأَوْجهَ الضَّعِيفَةَ واللُّغَاتِ الشَّاذَّةَ ويُخَرِّجَ عَلَى القَرِيبِ والقَوِيّ والفَصِيحِ، فَإِنْ لَمْ يَظْهَرْ فِيهِ إِلَّا الوَجْهُ البَعِيدُ فَلَهُ عُذْرٌ، وَإِنْ ذَكَرَ الجَمِيعَ لِقَصْدِ الإِغْرَابِ والتَّكْثِيرِ فَصَعْبٌ شَدِيدٌ، أَوْ لِبَيَانِ المُحْتَمَلِ وتَدْرِيبِ الطَّالِبِ فَحَسَنٌ فِي غَيْرِ أَلْفَاظِ القُرْآنِ، أَمَّا التَّنْزِيلُ فَلَا

يَجُوزُ أَنْ يُخَرَّجَ إِلَّا عَلَى مَا يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ إِرَادَتُهُ، فَإِنْ لَمْ يَغْلِبْ شَيْءٌ فَلْيَذْكُرِ الْأَوْجُهَ الْمُحْتَمَلَةَ مِنْ غَيْرِ تَعَسُّفٍ، وَمِنْ ثَمَّ خُطِّئَ مَنْ قَالَ فِي {فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا} [البَقَرَة:١٥٨] إِنَّ الْوَقْفَ عَلَى "جُنَاحٍ" وَ "عَلَيْهِ" إِغْرَاءٌ لِأَنَّ إِغْرَاءَ الْغَائِبِ ضَعِيفٌ، وَمَنْ قَالَ فِي {تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ} [الأَنْعَام:١٥٤] بِالرَّفْعِ إِنَّ أَصْلَهُ "أَحْسَنُوا" فَحُذِفَتِ الْوَاوُ اجْتِزَاءً عَنْهَا بِالضَّمَّةِ لِأَنَّ بَابَ ذَلِكَ الشِّعْرُ، وَالصَّوَابُ التَّقْدِيرُ مُبْتَدَأً أَيْ هُوَ أَحْسَنُ.

وَمَنْ قَالَ فِي {لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ} [الأَحْزَاب:٣٣] إِنَّهُ مَنْصُوبٌ عَلَى الِاخْتِصَاصِ لِضَعْفِهِ بَعْدَ ضَمِيرِ الْمُخَاطَبِ، وَالصَّوَابُ أَنَّهُ مُنَادًى.

ترجمہ: تیسرا اصول یہ ہے کہ دور کی باتوں، کمزور وجوہات، اور غیر معروف لغات سے بچنا چاہیے اور قریبی، قوی اور فصیح پر زور دینا چاہیے۔

اگر صرف دور کا امکان ہو تو اس کی معذرت قابل قبول ہے۔ اگر سب کو ذکر کیا جائے بغرضِ عجیب بات باقیان کرنے یا تعداد بڑھانے کے لیے، تو یہ مشکل اور سخت ہے۔ البتہ، ممکنہ معانی کی وضاحت اور طالب علم کی تربیت کے لیے قرآن کے الفاظ کے علاوہ اس کا ذکر مناسب ہے۔

قرآن کے الفاظ کے بارے میں، یہ جائز نہیں کہ اسے کسی ایسے معنی پر بیان کیا جائے جس پر غالب گمان نہ ہو۔ اگر کوئی معنی غالب نہ ہو تو بغیر تعسف کے ممکنہ وجوہات بیان کرنی چاہئیں۔ اسی وجہ سے، اس شخص کو غلط کہا گیا جس نے کہا {فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا} [البَقَرَة:١٥٨] میں "جناح" اور "علیه" پر وقف اغراء ہے، کیونکہ اغراء الغائب ضعیف ہے۔

اور جس نے کہا {تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ} [الأَنْعَام:١٥٤] میں رفع کے ساتھ کہ اصل میں "أَحْسَنُوا" تھا، واو حذف ہو گئی، ضمہ تو و کی جگہ کافی سمجھتے ہوئے کیونکہ شعر میں یہ جائز ہے۔ صحیح تقدیر یہ ہے کہ مبتداء ہے، یعنی "هو أحسن".

اور جس نے کہا {لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ البَيْتِ} [الأحزاب:٣٣] میں کہ یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ ضمیر مخاطب کے بعد کمزور ہے،اور صحیح یہ ہے کہ یہ منادی ہے۔

الرَّابِعُ: أَنْ يَسْتَوْفِيَ جَمِيعَ مَا يَحْتَمِلُهُ اللَّفْظُ مِنَ الْأَوْجُهِ الظَّاهِرَةِ، فَتَقُولَ فِي نَحْوِ {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} [الأعلى:١] يَجُوزُ كَوْنُ "الأَعْلَى" صِفَةً لِلرَّبِّ وَصِفَةً لِلِاسْمِ، وَفِي نَحْوِ {هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ} [البقرة:٢-٣] يَجُوزُ كَوْنُ "الَّذِينَ" تَابِعًا وَمَقْطُوعًا إِلَى النَّصْبِ بِإِضْمَارِ "أَعْنِي" أَوْ "أَمْدَحُ" وَإِلَى الرَّفْعِ بِإِضْمَارِ "هُمْ".

ترجمہ: چوتھا اصول یہ ہے کہ الفاظ سے ظاہر ہونے والے تمام احتمالات کو پورا کیا جائے۔
مثلاً {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى} [الأعلى:١] میں "الأَعْلَى" رب کی صفت بھی ہو سکتی ہے اور اسم کی صفت بھی۔اور {هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ} [البقرة:٢-٣] میں "الَّذِينَ" تابع بھی ہو سکتا ہے اور مقتوع ہوگا نصب کے ساتھ "أَعْنِي" یا "أَمْدَحُ" کی وجہ سے بھی آ سکتا ہے، اور رفع کی حالت میں "هُمْ" کی وجہ سے بھی آ سکتا ہے۔

الخَامِسُ: أَنْ يُرَاعِيَ الرَّسْمُ، وَمِنْ ثَمَّ خُطِّئَ مَنْ قَالَ فِي {سَلْسَبِيلًا} [الدهر:١٨] إِنَّهَا جُمْلَةٌ أَمْرِيَّةٌ أَيْ سَلْ طَرِيقًا مُوصِلًا إِلَيْهَا لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ كَذَلِكَ لَكُتِبَتْ مُفَصَّلَةً، وَمَنْ قَالَ فِي {إِنْ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ} [طه:٦٣] إِنَّهَا وَاسْمُهَا أَيْ إِنَّ الْقِصَّةَ وَ"ذَانِ" مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ "لَسَاحِرَانِ" وَالْجُمْلَةُ خَبَرُ "إِنَّ" وَهُوَ بَاطِلٌ بِرَسْمِ "إِنْ" مُنْفَصِلَةً وَ"هَذَانِ" مُتَّصِلَةً، وَمَنْ قَالَ فِي {أَيُّهُمْ أَشَدُّ} [مريم:٦٩] إِنَّ "هُمْ أَشَدُّ" مُبْتَدَأٌ وَخَبَرٌ وَ"أَيُّ" مَقْطُوعَةٌ عَنِ الْإِضَافَةِ وَهُوَ بَاطِلٌ بِرَسْمِ "أَيُّهُمْ" مُتَّصِلَةً، وَمَنْ قَالَ فِي {وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ} [المطففين:٣] إِنَّ "هُمْ" ضَمِيرُ رَفْعٍ مُؤَكِّدٌ لِلْوَاوِ وَهُوَ بَاطِلٌ بِرَسْمِ الْوَاوِ فِيهِمَا بِلَا أَلِفٍ بَعْدَهَا وَالصَّوَابُ أَنَّهُ مَفْعُولٌ.

ترجمہ: پانچواں اصول یہ ہے کہ رسمِ خط (قرآنی متن کی کتابت) کاخیال رکھاجائے۔اسی لیے غلط کہاگیاجس نے {سَلۡسَبِيلًا} [الدَّهر:١٨] کے بارے میں کہا کہ یہ جملہ امر یہ ہے، یعنی "سل طريقاً موصلاً إليها" (اس کے راستے کو پوچھو)، کیونکہ اگرایساہوتاتویہ الگ لکھاجاتا۔

اور جس نے {إِنۡ هَٰذَانِ لَسَٰحِرَانِ} [طه:٦٣] کے بارے میں کہاکہ یہ اوراس کااسم یعنی "القصة" اور "ذانِ" مبتداءہے، جس کی خبر "لسٰحران" ہے، اور جملہ "إنَّ" کی خبر ہے، یہ باطل ہے کیونکہ "إِنۡ" الگ لکھاگیا ہےاور "هَٰذَانِ" جڑاہواہے۔

اور جس نے {أَيُّهُمۡ أَشَدُّ} [مَرۡيَم:٦٩] کے بارے میں کہاکہ "هم أشد" مبتداءاور خبر ہےاور "أي" مقطوع عن الاضافت ہے، یہ باطل ہے کیونکہ "أَيُّهُمۡ" جڑاہوالکھاگیاہے۔

اور جس نے {وَإِذَا كَالُوهُمۡ أَو وَّزَنُوهُمۡ يُخۡسِرُونَ} [المطففين:٣] کے بارے میں کہاکہ "هُمۡ" ضمیر رفع ہے جو واو کو مؤکد کرتی ہے، یہ باطل ہے کیونکہ دونوں جگہ واو کے بعد الف کے بغیر لکھاگیاہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مفعول ہے۔

السَّادِسُ: أَنۡ يَجتَنِبَ إِطۡلَاقَ لَفۡظِ "الزَّائِدِ" فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى، فَإِنَّ الزَّائِدَ قَدۡ يُفۡهَمُ مِنۡهُ أَنَّهُ لَا مَعۡنَى لَهُ وَكِتَابُ اللهِ مُنَزَّهٌ عَنۡ ذَلِكَ، وَلِذَا فَرَّ بَعۡضُهُمۡ إِلَى التَّعۡبِيرِ بَدَلَهِ بِالتَّأۡكِيدِ وَالصِّلَةِ وَالمُقۡحَمِ۔

وَقَالَ ابۡنُ الخَشَّابِ رحمه الله: اخۡتُلَفَ فِي جَوَازِ إِطۡلَاقِ اللَّفۡظِ الزَّائِدِ فِي القُرۡآنِ، فَالأَكۡثَرُونَ عَلَى جَوَازِهِ نَظَرًا إِلَى أَنَّهُ نَزَلَ بِلِسَانِ القَوۡمِ وَمُتَعَارَفِهِمۡ، وَلِأَنَّ الزِّيَادَةَ بِإِزَاءِ الحَذۡفِ، هَذَا لِلِاخۡتِصَارِ وَالتَّخۡفِيفِ وَهَذَا لِلتَّوۡكِيدِ وَالتَّوۡطِئَةِ. وَمِنۡهُمۡ مَنۡ أَبَى بِذَلِكَ وَقَالَ: هَذِهِ الأَلۡفَاظُ المَحۡمُولَةُ عَلَى الزِّيَادَةِ جَاءَتۡ لِفَوَائِدَ وَمَعَانٍ تَخُصُّهَا، فَلَا أَقۡضِي عَلَيۡهَا بِالزِّيَادَةِ۔

قَالَ: وَالتَّحۡقِيقُ أَنَّهُ إِنۡ أُرِيدَ بِالزِّيَادَةِ إِثۡبَاتُ مَعۡنًى لَا حَاجَةَ إِلَيۡهِ فَبَاطِلٌ لِأَنَّهُ عَبَثٌ، فَتَعَيَّنَ أَنَّ لَنَا بِهِ حَاجَةٌ وَلَكِنَّ الحَاجَةَ إِلَى الأَشۡيَاءِ قَدۡ تَخۡتَلِفُ بِحَسَبِ المَقَاصِدِ، فَلَيۡسَتِ الحَاجَةُ إِلَى اللَّفۡظِ الَّذِي عَدَّهُ هَؤُلَاءِ زِيَادَةً كَالحَاجَةِ إِلَى اللَّفۡظِ المَزِيدِ عَلَيۡهِ. انتهى۔

قَالَ السُّيُوطِيّ ؒ: بَلِ الحَاجَةُ إِلَى الأَوَّلِ كَالحَاجَةِ إِلَى الثَّانِي سَوَاءً بِنَظَرٍ إِلَى مُقْتَضَى الفَصَاحَةِ وَالبَلَاغَةِ.

ترجمہ: چھٹا اصول یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی کتاب میں "زائد" لفظ کے اطلاق سے بچنا چاہیے، کیونکہ زائد سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کا کوئی معنی نہیں ہے اور اللہ ﷻ کی کتاب اس سے پاک ہے۔ اسی لیے کچھ لوگوں نے اس کے بدلے میں "تاکید"، "صلة" اور "مقحم" جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

ابن خشاب ؒ نے کہا: قرآن میں زائد لفظ کے اطلاق کے جواز میں اختلاف ہے، زیادہ تر لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ قرآن قوم کی زبان اور ان کی عرف کے مطابق نازل ہوا ہے، اور کیونکہ زیادتی، حذف کے بالمقابل ہوتی ہے، حذف اختصار اور تخفیف کے لیے ہے اور زائد تاکید اور تیاری کے لیے۔ کچھ لوگوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ یہ الفاظ جو زائد مانے جاتے ہیں، وہ فوائد اور مخصوص معانی کے ساتھ آئے ہیں، اس لیے انہیں زائد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

انہوں نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ اگر زیادتی سے مراد وہ معنی ہیں جن کی ضرورت نہیں ہے، تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ فضول ہے۔ اس لیے یہ لازمی ہے کہ ہمیں ان کی ضرورت ہے، لیکن اشیاء کی ضرورت مقاصد کے مطابق مختلف ہو سکتی ہے۔ جس لفظ کو انہوں نے زائد قرار دیا ہے، اس کی ضرورت اس لفظ کی ضرورت جیسی نہیں جس پر لفظ کو زائد کیا گیا۔

امام سیوطی ؒ نے کہا: بلکہ پہلی کی ضرورت دوسرے کی ضرورت کی طرح ہے، چاہے فصاحت اور بلاغت کے مقتضی کے لحاظ سے ہو۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ ؒ فِي "فَضَائِلِ الْقُرْآنِ" حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى {وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ} [النِّسَاءِ:١٦٢] وَعَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ} [المَائِدَةِ:٦٩] فَقَالَتْ: «يَا ابْنَ أَخِي هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ أَخْطَؤُوا فِي الْكِتَابَةِ» هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ؒ۔

ترجمہ: تنبیہ: ابو عبید ؒ نے "فضائل قرآن" میں کہا کہ ابو معاویہ نے ہشام بن عروہ سے، اور انہوں نے اپنے والد ؓ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے قرآن کے لحن (غلطیوں) کے بارے میں سوال کیا، اللہ ﷻ کے اس قول کے بارے میں: {وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ} [النِّسَاءِ:١٦٢]

اور اس آیت کے بارے میں: {إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ} [المائدة:٦٩]۔ تو انہوں نے کہا: "اے بھتیجے، یہ کتابت کرنے والوں کا عمل ہے، انہوں نے لکھنے میں خطا کی ہے۔" یہ سند صحیح ہے اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ہے۔

وَقَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ هَارُونَ بْنِ مُوسَى أَخْبَرَنِي الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ عِكْرِمَةَ رحمه الله قَالَ: لَمَّا كُتِبَتِ الْمَصَاحِفُ عُرِضَتْ عَلَى عُثْمَانَ رضي الله عنه فَوَجَدَ فِيهَا حُرُوفًا مِنَ اللَّحْنِ فَقَالَ: لَا تُغَيِّرُوهَا فَإِنَّ الْعَرَبَ سَتُغَيِّرُهَا أَوْ قَالَ سَتُعْرِبُهَا بِأَلْسِنَتِهَا.

ترجمہ: اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سے حجاج نے حدیث نقل کی، انہوں نے ہارون بن موسیٰ سے، اور انہوں نے الزبیر بن الخریت رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے عکرمہ سے نقل کیا کہ جب مصاحف لکھے گئے تو انہیں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس میں کچھ لحن (غلطیاں) تھیں، تو انہوں نے فرمایا: انہیں نہ بدلو، کیونکہ عرب اپنی زبانوں سے اعراب لگا لینگے ۔"

أَخْرَجَهُ ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ رحمه الله فِي كِتَابِ "الرَّدِّ عَلَى مَنْ خَالَفَ مُصْحَفَ عُثْمَانَ رضي الله عنه" وَابْنُ أشته فِي كِتَابِ "الْمَصَاحِفِ" ثُمَّ أَخْرَجَ ابْنُ الْأَنْبَارِيِّ رحمه الله نَحْوَهُ فِي طَرِيقِ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ وَابْنُ أشته نَحْوَهُ مِنْ طَرِيقِ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرٍ وَأَخْرَجَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ رحمه الله أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ {وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ} [النساء:١٦٢] وَيَقُولُ هُوَ لَحْنٌ مِنَ الْكَاتِبِ.

ترجمہ: "ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب 'الرد علی من خالف مصحف عثمان رضی اللہ عنہ' میں اور ابن أشتہ نے کتاب 'المصاحف' میں اسے بیان کیا۔ پھر ابن الانباری نے عبد الأعلی بن عبد اللہ بن عامر رحمہ اللہ کے طریقے سے۔
اور ابن أشتہ نے یحیی بن یعمر رحمہ اللہ کے طریقے سے اسی طرح بیان کیا۔
اور ابو بشر کے طریقے سے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ وہ {وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَوٰةَ} [النساء:١٦٢] پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لحن (غلطی) لکھنے والے کی ہے۔"

وَهٰذِهِ الآثَارُ مُشْكِلَةٌ جِدًّا، وَكَيْفَ يُظَنُّ بِالصَّحَابَةِ ﷺ أَوَّلًا أَنَّهُمْ يَلْحَنُونَ فِي الْكَلَامِ فَضْلًا عَنِ الْقُرْآنِ وَهُمُ الْفُصَحَاءُ؟ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ۔

ثَانِيًا: فِي الْقُرْآنِ الَّذِي تَلَقَّوْهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا أُنْزِلَ وَحَفِظُوهُ وَضَبَطُوهُ وَاتْقَنُوهُ؟ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ۔

ثَالِثًا: اجْتِمَاعُهُمْ كُلُّهُمْ عَلَى الْخَطَأِ وَكِتَابَتِهِ؟ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ۔

رَابِعًا: عَدَمُ تَنَبُّهِهِمْ وَرُجُوعُهُمْ عَنْهُ؟ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِعُثْمَانَ ﷺ أَنَّهُ يَنْهَى عَنْ تَغْيِيرِهِ؟ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ أَنَّ الْقِرَاءَةَ اسْتَمَرَّتْ عَلَى مُقْتَضَى ذٰلِكَ الْخَطَإِ وَهُوَ مَرْوِيٌّ بِالتَّوَاتُرِ خَلَفًا عَنِ السَّلَفِ؟ هٰذَا مَا يُسْتَحِيلُ عَقْلًا وَشَرْعًا وَعَادَةً۔

ترجمہ: "اور یہ آثار بہت مشکل ہیں۔اولاً، یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کلام میں غلطیوں میں مبتلا ہوں، خاص طور پر قرآن میں، حالانکہ وہ فصیح تھے؟

ثانیاً۔ پھر، یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ وہ قرآن میں غلطیاں کریں، حالانکہ انہوں نے اسے نبی ﷺ سے اسی طرح سنا تھا جیسے نازل ہوا تھا، اور اسے حفظ، ضبط، اور مکمل طور پر سیکھا تھا؟

ثالثاً: پھر، یہ کیسے ممکن ہے کہ سب صحابہ ﷺ ایک ہی غلطی پر متفق ہوں اور اسے لکھیں؟

رابعاً: اس کے بعد، یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس غلطی پر توجہ نہ دی اور اسے رجوع نہ کیا؟ پھر، یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عثمان ﷺ نے اس کی تبدیلی سے منع کیا؟

آخر میں، یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ یہ غلطی قائم رہی جبکہ قرآن کی قرأت تواتر کے ساتھ نسل در نسل نقل کی گئی ہے؟ یہ سب عقلاً، شرعاً، اور عادۃً ناممکن ہے۔"

وَقَدْ أَجَابَ الْعُلَمَاءُ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ بِأَجْوِبَةٍ:

مِنْهَا: أَنَّ ذٰلِكَ لَا يَصِحُّ عَنْ عُثْمَانَ ﷺ فَإِنَّ إِسْنَادَهُ ضَعِيفٌ مُضْطَرِبٌ مُنْقَطِعٌ وَلِأَنَّ عُثْمَانَ ﷺ جَعَلَ لِلنَّاسِ إِمَامًا يَقْتَدُونَ بِهِ فَكَيْفَ يَرَى فِيهِ لَحْنٌ وَيُتْرَكُ لِيُقِيمَهُ الْعَرَبُ بِأَلْسِنَتِهَا فَإِذَا كَانَ الَّذِينَ تَوَلَّوْا

جَمْعَهُ وَكِتَابَتَهُ لَمْ يُقِيمُوا ذٰلِكَ وَهُمُ الْخِيَارُ، فَكَيْفَ يُقِيمُهُ غَيْرُهُمْ؟ وَأَيْضًا فَإِنَّهُ لَمْ يَكْتُبْ مُصْحَفًا وَاحِدًا، بَلْ كَتَبَ عَدَّةَ مُصْحَفَاتٍ فَإِنْ قِيلَ: إِنَّ اللَّحْنَ وَقَعَ فِي جَمِيعِهَا، فَبَعِيدٌ اتِّفَاقُهَا عَلَى ذٰلِكَ أَوْ فِي بَعْضِهَا فَهُوَ اعْتِرَافٌ بِصِحَّةِ الْبَعْضِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَنَّ اللَّحْنَ كَانَ فِي مُصْحَفٍ دُونَ مُصْحَفٍ وَلَمْ تَأْتِ الْمُصْحَفَاتُ قَدْ مُخْتَلِفَةً إِلَّا فِيمَا هُوَ مِنْ وُجُوهِ الْقِرَاءَةِ وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِاللَّحْنِ.

ترجمہ: "علماء رحمہم اللہ نے اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف، مضطرب، اور منقطع ہے۔ اور چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے ایک امام مقرر کیا تھا جس کی پیروی کی جاتی تھی، تو کیسے ممکن ہے کہ اس میں کوئی غلطی دیکھے اور عرب اپنی زبانوں سے اسے درست کریں؟ اگر اس وقت اس کا جمع اور لکھائی کرنے والوں نے اس کی اصلاح نہیں کی، حالانکہ وہ بہترین لوگ تھے، تو دوسروں سے اس کی اصلاح کی امید کیسے کی جاسکتی ہے؟ اور اس کے علاوہ، حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہی مصحف نہیں لکھا بلکہ متعدد مصحف لکھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ غلطی تمام مصحفوں میں ہوئی، تو ان سب کا اس پر متفق ہونا بعید ہے۔

اور اگر کچھ مصحفوں میں غلطی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض مصحف صحیح ہیں۔ لوگوں نے کبھی بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ غلطی ایک مصحف میں تھی اور دوسرے میں نہیں، اور مصحف مختلف ہونے کی صورت میں صرف قراءت کے مختلف طریقے سامنے آئے، نہ کہ کوئی غلطی۔"

وَأَحْسَنُ الْأَجْوِبَةِ: أَنَّ تِلْكَ الْآثَارَ عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فِيهَا تَحْرِيفٌ وَالَّذِي بَيْنَ ذٰلِكَ۔

مَا خَرَجَهُ ابْنُ أَشْتَهٍ رحمہ اللہ عَنْ سُوَّارِ بْنِ شَبِيبٍ رحمہ اللہ قَالَ: قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ: قَامَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ رضی اللہ عنہ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اخْتَلَفُوا فِي الْقُرْآنِ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ هَمَّ أَنْ يَجْمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى قِرَاءَةٍ وَاحِدَةٍ فَتَعَنَّتِهِ الَّتِي مَاتَ بِهَا فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَذَكَرَ لَهُ فَجَمَعَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ الْمَصَاحِفَ ثُمَّ بَعَثَنِي إِلَى عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَجِئْتُ بِالصُّحُفِ فَعَرَضْنَاهَا عَلَيْهَا حَتَّى قَوَّمْنَاهَا ثُمَّ أَمَرَ

بِسَائِرِهَا فَشُقَّتْ۔ وَأَخْرَجَ ابْنُ أَشْتَهِ رحمہ اللہ بِسَنَدِهِ عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا فَرَغَ مِنَ الْمُصْحَفِ أُتِيَ بِهِ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ فَنَظَرَ فِيهِ فَقَالَ: أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ أَرَى شَيْئًا سَنُقِيمُهُ بِأَلْسِنَتِنَا۔

ترجمہ: "سب سے بہترین جواب یہ ہے کہ وہ آثار جو حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں، ان میں تحریف موجود ہے، اور اس کی وضاحت ابن اشتہ رحمہ اللہ کے ذریعہ سوار بن شبیب رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ سوار بن شبیب رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک شخص نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا: 'اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ، لوگ قرآن میں اختلاف کر رہے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی قراءت پر قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن وہ اپنے اسی اختلاف کی حالت میں فوت ہو گئے۔' جب عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا، تو وہی شخص حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اسے بتایا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کی مصاحف کو جمع کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، میں صحیفے لے کر ان کے پاس پہنچا، اور ہم نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کیا یہاں تک کہ ہم نے انہیں درست کر لیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقی تمام مصاحف کو پھاڑ دینے کا حکم دیا۔

ابن اشتہ رحمہ اللہ نے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: 'جب ہم نے مصحف کو مکمل کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں نے اس کا جائزہ لیا اور کہا: آپ لوگوں نے بہت اچھا اور خوبصورت کام کیا، میں کچھ چیزوں کو اپنی زبانوں کے ذریعے درست کروں گا۔'"

فَائِدَةٌ: فِيمَا قُرِئَ بِثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: الإِعْرَابِ أَوِ الْبِنَاءِ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ، وَفِي ذٰلِكَ تَأْلِيفٌ لِ- "أَحْمَدَ بْنِ يُوسُفَ بْنِ مَالِكٍ الرَّعِينِيِّ رحمہ اللہ" سَمَّاهُ "تُحْفَةُ الْأَقْرَانِ فِيمَا قُرِئَ بِالتَّثْلِيثِ مِنْ حُرُوفِ الْقُرْآنِ"

وَمِنْ أَمْثِلَةِ ذٰلِكَ: {الْحَمْدُ لِلّٰهِ} [الفاتحة:١] قُرِئَ بِالرَّفْعِ عَلَى الْابْتِدَاءِ وَالنَّصْبِ عَلَى الْمَصْدَرِ وَالْكَسْرِ عَلَى اتِّبَاعِ "الدَّالِ" فِي حَرَكَتِهَا لِ- "اللَّامِ" مِنَ اللهِ.

{رَبِّ الْعَالَمِينَ} قُرِئَ بِالْجَرِّ عَلَى أَنَّهُ نَعْتٌ وَبِالرَّفْعِ عَلَى الْقَطْعِ بِإِضْمَارِ مُبْتَدَإٍ وَبِالنَّصْبِ عَلَيْهِ بِإِضْمَارِ فِعْلٍ أَوْ عَلَى النِّدَاءِ. {الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ} [الفاتحة:٢] قُرِئَ بِثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ

{أَثْنَتَیْ عَشَرَةَ عَیْنًا} [البَقَرة:٦٠] قُرِئَ بِالسُّکُونِ عَلَى الشِّینِ وَهِیَ لُغَةُ تَمِیمٍ وَکَسْرِهَا وَهِیَ لُغَةُ الْحَجَازِ وَفَتْحِهَا وَهِیَ لُغَةُ بَلِیٍّ

{بَیْنَ الْمَرْءِ} [البَقَرة:١٠٢] قُرِئَ بِتَثْلِیثِ الْمِیمِ لُغَاتٍ فِیْهِ {ذُرِّیَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ} [آلِ عِمرَان:٣٤] قُرِئَ بِتَثْلِیثِ "الذَّالِ"

{وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِی تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ} [النِّسَاء:١] قُرِئَ "وَالْأَرْحَامَ" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى لَفْظِ الْجَلَالَةِ وَبِالْجَرِّ عَطْفًا عَلَى ضَمِیرِهِ وَبِالرَّفْعِ عَلَى الْابْتِدَاءِ وَالْخَبَرِ مَحْذُوفٌ أَیْ وَالْأَرْحَامَ مِمَّا یُجِبُ أَنْ تَتَّقُوهُ وَأَنْ تَحْتَاطُوا لِأَنْفُسِکُمْ فِیهِ۔ {لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ غَیْرُ أُولِی الضَّرَرِ} [النِّسَاء:٩٥] قُرِئَ "غَیْرُ" بِالرَّفْعِ صِفَةً لِ-"قَاعِدُونَ" وَبِالْجَرِّ صِفَةً لِ-"مُؤْمِنُونَ" وَبِالنَّصْبِ عَلَى الْاسْتِثْنَاءِ۔

{وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِکُمْ وَأَرْجُلِکُمْ} [المَائِدَة:٦] قُرِئَ "وَأَرْجُلِکُمْ" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى أَیْدِی وَبِالْجَرِّ عَلَى الْجِوَارِ أَوْ غَیْرِهِ وَبِالرَّفْعِ عَلَى الْابْتِدَاءِ وَالْخَبَرِ مَحْذُوفٌ دَلَّ عَلَیْهِ مَا قَبْلَهُ۔

ترجمہ: **فَائِدَۃ**: قرآن کی کچھ آیات کو تین مختلف طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے، جیسے کہ اعراب، بناء، یا اس طرح کی دوسری حالتوں میں۔ اس موضوع پر احمد بن یوسف بن مالک الرعینی رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جسے "تحفۃ الأقران فیما قرئ بالتثلیث من حروف القرآن" کہا جاتا ہے۔ اس کتاب میں مختلف قراءات کی مثالیں دی گئی ہیں، مثلاً:

{الحمدللہ} [الفَاتِحَة]: اس آیت کو تین طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے: رفع کے ساتھ (مبتدأ کے طور پر)، نصب کے ساتھ (مصدری حالت میں) اور کسر کے ساتھ (دال کے ہمراہ اسم جلالت اللہ ﷻ کے لام کے مطابق)۔

{رب العالمین} اس آیت کو بھی تین طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے: جر کے ساتھ (نعت کے طور پر)، رفع کے ساتھ (مبتدأ کے طور پر)، اور نصب کے ساتھ (اضمار فعل یا نداء کے طریقے سے)۔

{الرحمن الرحیم} [الفَاتِحَة:٢]: اس آیت کو تین مختلف طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔

{اثنتا عشرۃ عینًا} [البقرۃ:٦٠]: اس آیت میں "شین" کی تین مختلف قراءات ہیں: سکون کے ساتھ (زبان تمیم)، کسر کے ساتھ (زبان حجاز)، اور فتح کے ساتھ (زبان بلی)۔

{بین المرء} [البقرۃ:١٠٢]: "میم" کی تین مختلف قراءات ہیں۔

{ذریۃ بعضھا من بعض} [آل عمران:٣٤]: یہاں "ذال" کی تین مختلف قراءات ہیں۔

{واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والأرحام} [النساء:١]: اس آیت میں "والأرحام" کو تین طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے: نصب کے ساتھ (لفظ الجلالۃ کے ساتھ عطف)، جر کے ساتھ (ضمیر کے ساتھ عطف)، اور رفع کے ساتھ (ابتداء کے طور پر، خبر محذوف ہے)۔

{لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر أولی الضرر} [النساء:٩٥]: "غیر" کی تین مختلف قراءات ہیں:

(١) رفع کے ساتھ (قَاعدُونَ کی صفت کے طور پر)،

(٢) جر کے ساتھ (مؤمنون کی صفت کے طور پر)،

(٣) اور نصب کے ساتھ (استثناء کے طریقے سے)۔

{وامسحوا برؤوسکم وأرجلکم} [المائدۃ:٦]: "وأرجلکم" کو تین طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے:

(١) نصب کے ساتھ (أیدي کے ساتھ عطف)،

(٢) جر کے ساتھ (جوار یا اس کے غیر کے مطابق کے مطابق)،

(٣) اور رفع کے ساتھ (ابتداء کے طور پر، خبر محذوف ہے)۔

فرمانِ آخری نبی ﷺ ہے:

مَنِ اسْتَغْفَرَ اللہَ غَفَرَ لَہ "یعنی جو کوئی اللہ ﷻ سے استغفار (مغفرت طلب) کرے گا اللہ ﷻ اسے بخش دے گا"۔

المُحكَمُ وَالمُتَشَابِہ

سوال نمبر 111: قرآنِ پاک کے اصول سیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قَالَ تَعَالَى {هُوَ الَّذِى أَنزَلَ عَلَيْكَ الكِتٰبَ مِنْهُ ءَايٰتٌ مُحكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ} [آلِ عِمرَان:۷]

وَقَدحَكَى ابنُ حَبِيبٍ نَيسَابُورِيّ ﷫ فِي المَسأَلَةِ، ثَلاثَةَ أَقوَالٍ:

أَحَدُهَا: أَنَّ القُرآنَ كُلَّهُ مُحكَمٌ لِقَولِهِ تَعَالَى {كِتٰبٌ أُحكِمَتْ ءَايٰتُهُ} [هُود:۱]۔

الثَّانِى: كُلُّهُ مُتَشَابِهٌ، لِقَولِهِ تَعَالَى {كِتٰبًا مُّتَشٰبِهًا مَّثَانِىَ} [الزُّمَر:۲۳]۔

الثَّالِثُ: وَهُوَ الصَّحِيحُ اِنقِسَامُهُ إِلَى مُحكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ لِلآيَةِ المُصدَّرِ بِهَا وَالوُجُوبِ عَنِ الآيَتَينِ أَنَّ المُرَادَ بِإِحكَامِهِ: إِيقَانُهُ وَعَدَمُ تَطَرُّقِ النَّقصِ وَالاختِلَافِ إِلَيهِ وَبِتَشَابُهِهِ كَونُهُ يُشبِهُ بَعضُهُ بَعضًا فِي الحَقِّ وَالصِّدقِ وَالإِعجَازِ۔

اللہ ﷻ نے فرمایا {وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنیٰ رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اِشتباہ ہے} [آلِ عِمرَان:۷]

ابن حبیب نیشاپوری ﷫ نے اس مسئلے میں تین اقوال نقل کیے ہیں:

پہلا یہ کہ قرآن تمام کا تمام محکم ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے {یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں} [هُود:۱]

دوسرا یہ کہ قرآن تمام کا تمام متشابہ ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے {ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے} [الزُّمَر:۲۳]

تیسرا اور صحیح یہ ہے کہ قرآن محکم اور متشابہ پر مشتمل ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں آیا ہے اور ان دونوں آیات سے مراد یہ ہے کہ محکم کا مطلب یہ ہے کہ اس میں یقین ہے اور اس میں کوئی نقص اور اختلاف نہیں ہے اور متشابہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بعض آیات دیگر سے ملتی جلتی ہیں حق اور صداقت اور عاجز کرنے میں۔

سوال نمبر112: محکم و متشابہ کی پہچان اوراس بارے میں اقوال؟

جواب: وَقَدِ اختُلِفَ فِي تَعيِينِ المُحكَمِ وَالمُتَشَابِهِ عَلَى أَقْوَالٍ:

فَقِيلَ: المُحكَمُ مَا عُرِفَ المَرَادُ مِنهُ إِمَّا بِالظُّهُورِ وَإِمَّا بِالتَّأْوِيلِ وَالمُتَشَابِهُ مَا اسْتَأْثَرَ اللهُ بِعِلمِهِ كَقِيَامِ السَّاعَةِ وَخُرُوجِ الدَّجَّالِ وَالحُرُوفِ المُقَطَّعَةِ فِي أَوَائِلِ السُّوَرِ۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ مَا وَضَحَ مَعنَاهُ وَالمُتَشَابِهُ نَقِيضُهُ۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ مَا لَا يَحتَمِلُ مِنَ التَّأْوِيلِ إِلَّا وَجهًا وَاحِدًا وَالمُتَشَابِهُ مَا احْتَمَلَ أَوْجُهًا۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ مَا كَانَ مَعْقُولَ المَعنَى وَالمُتَشَابِهُ بِخِلَافِهِ كَأَعدَادِ الصَّلَوَاتِ وَالِاختِصَاصِ الصِّيَامِ بِرَمَضَانَ دُونَ شَعبَانَ قَالَهُ المَاوَردِيُّ۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ مَا استَقَلَّ بِنَفسِهِ وَالمُتَشَابِهُ مَا لَا يَستَقِلُّ بِنَفسِهِ إِلَّا بِرَدِّهِ إِلَى غَيرِهِ۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ مَا تَأْوِيلُهُ تَنزِيلُهُ وَالمُتَشَابِهُ مَا لَا يُدرَى إِلَّا بِتَأْوِيلٍ۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ مَا لَم تَتَكَرَّر أَلفَاظُهُ وَمُقَابِلُهُ المُتَشَابِهُ۔

وَقِيلَ: المُحكَمُ الفَرَائِضُ وَالوَعدُ وَالوَعِيدُ وَالمُتَشَابِهُ القَصَصُ وَالأَمثَالُ۔

ترجمہ: اور محکم اور متشابہ کی تعیین میں اختلاف ہے:

کہا گیا: محکم وہ ہے جس کی مراد معلوم ہو یا تو ظاہر سے یا تاویل سے،
اور متشابہ وہ ہے جس کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے جیسے قیامت کا قیام، دجال کا خروج، اور سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات۔

کہا گیا: محکم وہ ہے جس کا معنی واضح ہو اور متشابہ اس کی نقیض ہے۔

کہا گیا: محکم وہ ہے جس کی تاویل ایک ہی ہو اور متشابہ وہ ہے جس میں کئی جہتوں کے احتمال ہوں۔

کہا گیا: محکم وہ ہے جس کا معنی عقل سے سمجھ میں آتا ہو اور متشابہ اس کے برعکس ہے جیسے نمازوں کی تعداد، اور روزے کے لیے رمضان المبارک کی خصوصیت نہ کہ شعبان۔

کہا گیا: محکم وہ ہے جو اپنے آپ میں مستقل ہو اور متشابہ وہ ہے جو اپنے آپ میں مستقل نہ ہو بلکہ دوسرے کی طرف رجوع کرے۔

کہا گیا: محکم وہ ہے جس کی تاویل اس کا نازل ہونا ہو، اور متشابہ وہ ہے جو تاویل کے بغیر معلوم نہ ہو۔

کہا گیا: محکم وہ ہے جس کے الفاظ نہ دہرائے جائیں اور اس کے مقابل متشابہ ہے۔

کہا گیا: محکم فرائض، وعدہ اور وعید ہے، اور متشابہ قصے اور مثالیں ہیں۔

أَخرَجَ اِبنُ أَبِي حَاتِمٍ رحمہ اللہ مِن طَرِيقِ عَلِيّ ابنِ أَبِي طَلحَةَ رحمہ اللہ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: المُحكَمَاتُ نَاسِخُهُ وَحَلَالُهُ وَحَرَامُهُ وَحُدُودُهُ وَفَرَائِضُهُ وَمَا يُؤمَنُ بِهِ وَيُعمَلُ بِهِ۔ وَالمُتَشَابِهَاتُ مَنسُوخُهُ وَمُقَدَّمُهُ وَمُؤَخَّرُهُ وَأَمثَالُهُ وَأَقسَامُهُ وَمَا يُؤمَنُ بِهِ وَلَا يُعمَلُ بِهِ۔

وَأَخرَجَ عَبدُ ابنُ حُمَيدٍ رحمہ اللہ عَنِ الضَّحَّاكِ رحمہ اللہ قَالَ: المُحكَمَاتُ مَا لَم يُنسَخ مِنهُ ; وَالمُتَشَابِهَاتُ مَا قَد نُسِخَ۔

وَأَخرَجَ اِبنُ أَبِي حَاتِمٍ رحمہ اللہ عَن مُقَاتِلِ ابنِ حَيَّانَ رحمہ اللہ قَالَ: المُتَشَابِهَاتُ فِيمَا بَلَغَنَا: {الٓمٓ} وَ {الٓمٓصٓ} وَ {الٓمٓرٰ} وَ {الٓرٰ}

وَقَالَ اِبنُ أَبِي حَاتِمٍ رحمہ اللہ وَقَد رُوِيَ عَن عِكرِمَةَ وَقَتَادَةَ رحمہما اللہ وَغَيرِهِمَا أَنَّ المُحكَمَ الَّذِي يُعمَلُ بِهِ وَالمُتَشَابِهَ الَّذِي يُؤمَنُ بِهِ وَلَا يُعمَلُ بِهِ۔

ترجمہ: ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے علی ابن ابی طلحہ رحمہ اللہ کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہیں، حلال ہیں، حرام ہیں، حدود ہیں، فرائض ہیں، اور وہ جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور متشابہات وہ ہیں جو منسوخ ہیں، مقدم ہیں، مؤخر ہیں، مثالیں ہیں، اقسام ہیں، اور وہ جن پر ایمان لایا جاتا ہے لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔

عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ: محکمات وہ ہیں جو منسوخ نہیں ہوئیں۔ اور متشابہات وہ ہیں جو منسوخ ہو چکیں ہیں۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مقاتل بن حیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ: متشابہات میں ہمارے علم کے مطابق یہ ہیں:

{الم}، {المص}، {المر}، {الر}۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا اور عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی روایت کیا گیا ہے کہ محکم وہ ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے اور متشابہ وہ ہے جس پر ایمان لایا جاتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

فصل:

اختُلِفَ هَلِ المُتَشَابِهُ مِمَّا يُمكِنُ الاِطِّلَاعُ عَلَى عِلمِهِ أَو لَا يَعلَمُهُ إِلَّا اللهُ عزوجل عَلَى قَولَينِ: مَنشَؤُهُمَا الاِختِلَافُ فِي قَولِهِ {وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ} [آلِ عِمرَان:٧] هَل هُوَ مَعطُوفٌ وَ {يَقُولُونَ} حَالٌ أَو مُبتَدَأٌ خَبَرُهُ {يَقُولُونَ} وَالوَاوُ لِلاستِئنَافِ رحمہ اللہ وَعَلَى الأَوَّلِ طَائِفَةٌ يَسِيرَةٌ مِنهُم مُجَاهِدٌ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ ، فَأَخرَجَ ابنُ المُنذِرِ مِن طَرِيقِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ فِي قَولِهِ {وَمَا يَعلَمُ تَأوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ} [آلِ عِمرَان:٧] قَالَ أَنَا مِمَّن يَعلَمُ تَأوِيلَهُ۔

ترجمہ: اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا متشابہ وہ ہے جس کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے یا اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے؟

اس میں دو قول ہیں: ان دونوں کا منشأ اللہ عزوجل کے فرمان {وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ} [آلِ عِمرَان:٧] میں اختلاف ہے کہ آیا یہ معطوف ہے اور {يَقُولُونَ} حال ہے یا مبتدا ہے اور اس کی خبر {يَقُولُونَ} ہے اور واو استیناف کے لیے ہے؟ پہلے قول پر ایک قلیل جماعت ہے، جن میں مجاہد بھی شامل ہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ ابن المنذر رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان {وَمَا يَعلَمُ تَأوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ} [آلِ عِمرَان:٧] کے بارے میں کہا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کی تأویل جانتے ہیں۔

وَأَمَّا الأَكثَرُونَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ رضی اللہ عنہم وَأَتبَاعِهِم وَمَن بَعدَهُم خُصُوصًا أَهلَ السُّنَّةِ فَذَهَبُوا إِلَى الثَّانِي وَهُوَ أَصَحُّ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ الحَافِظُ السُّيُوطِيُّ رحمہ اللہ وَيَدُلُّ لِصِحَّةِ مَذهَبِ الأَكثَرِينَ۔

مَا أَخرَجَهُ عَبدُ الرَّزَّاقِ رحمہ اللہ فِي تَفسِيرِهِ وَالحَاكِمُ رحمہ اللہ فِي مُستَدرَكِهِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ كَانَ يَقرَأُ "وَمَا يَعلَمُ تَأوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَيَقُولُ الرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ آمَنَّا بِهِ"، فَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الوَاوَ لِلاستِئنَافِ؛ لِأَنَّ

هَذِهِ الرِّوَايَةَ وَإِن لَم تَثبُت بِهَا القِرَاءَةُ فَأَقلُّ دَرَجَاتِهَا أَن تَكُونَ خَبَرًا بِإِسنَادٍ صَحِيحٍ إِلَى تَرجُمَانِ القُرآنِ، فَيُقَدَّمُ كَلَامُهُ فِي ذَلِكَ عَلَى مَن دُونَهُ ۔ وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّ الآيَةَ دَلَّت عَلَى ذَمِّ مُتَّبِعِي المُتَشَابِهِ وَوَصفِهِم بِالزَّيغِ وَابتِغَاءِ الفِتنَةِ وَعَلَى مَدحِ الَّذِينَ فَوَّضُوا العِلمَ إِلَى اللهِ وَسَلَّمُوا إِلَيهِ كَمَا مَدَحَ اللهُ المُؤمِنِينَ بِالغَيبِ وَحَكَى الفَرَّاءُ رحمہ اللہ أَنَّ فِي قِرَاءَةِ أُبَيِّ بنِ كَعبٍ رضی اللہ عنہ أَيضًا "وَيَقُولُ الرَّاسِخُونَ"

ترجمہ: اور اکثر صحابہ، تابعین رضی اللہ عنہم، ان کے پیروکاروں اور ان کے بعد کے لوگوں خصوصاً اہل سنت نے دوسرے قول کو اختیار کیا اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اکثرین کے قول کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں۔ اور حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کی تلاوت اس طرح کرتے تھے: {وَمَا يَعلَمُ تَأوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَيَقُولُ الرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ آمَنَّا بِهِ}۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ واو استیناف کے لیے ہے؛ اگرچہ یہ قراءت ثابت نہیں ہے، کم از کم اس کا درجہ یہ ہے کہ یہ ایک صحیح سند کے ساتھ ترجمان القرآن کی طرف، لہذا اس کے قول کو دوسروں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ آیت متشابہ کی پیروی کرنے والوں کی مذمت کرتی ہے اور انہیں کجی اور فتنہ جوئی کا مرتکب قرار دیتی ہے، اور ان لوگوں کی تعریف کرتی ہے جنہوں نے علم کو اللہ ﷻ کے حوالے کر دیا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا، جیسے اللہ ﷻ نے غیب پر ایمان لانے والوں کی تعریف کی۔ فرا نے بھی بیان کیا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بھی {وَيَقُولُ الرَّاسِخُونَ} ہے۔

سوال نمبر 113: متشابہ کے معنی کی تلاش کرنا کیسا؟

جواب: وَأَخرَجَ ابنُ أَبِي دَاوُدَ رحمہ اللہ فِي المَصَاحِفِ مِن طَرِيقِ الأَعمَشِ رحمہ اللہ قَالَ فِي قِرَاءَةِ ابنِ مَسعُودٍ رضی اللہ عنہ ((وَإِنْ تَأوِيلُهُ إِلَّا عِندَ اللهِ وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ))

وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانِ ﷫ وَغَيْرُهُمَا عَنْ عَائِشَةَ ﷝ قَالَتْ ﷝ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَذِهِ الآيَةُ {هُوَ الَّذِی أَنزَلَ عَلَيْكَ الكِتَابَ} إِلَى قَوْلِهِ {أُولُوا الأَلْبَابِ} [آل عمران:۷] قَالَتْ ﷝ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللهُ فَاحْذَرُهُم۔

وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ ﷫ فِی الكَبِيرِ عَنْ أَبِی مَالِكٍ الأَشْعَرِیِّ ﷛ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِی إِلَّا ثَلَاثَ خِصَالٍ أَنْ يُكْثَرَ لَهُمُ المَالُ فَيَتَحَاسَدُوا فَيَقْتَتِلُوا وَأَنْ يُفْتَحَ لَهُمُ الكِتَابُ فَيَأْخُذَهُ المُؤْمِنُ يَبْتَغِی تَأْوِيلَهُ {وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ} الحَدِيث

ترجمہ: ابن ابی داود﷫ نے المصاحف میں الاعمش کے ذریعے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود﷛ کی قراءت میں یہ ہے {وَإِنْ تَأَوُّلُهُ إِلَّا عِنْدَ اللهِ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ}۔

شیخین﷫ اور دیگر نے امی عائشہ صدیقہ﷝ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی : "یہ آیت {هُوَ الَّذِی أَنزَلَ عَلَيْكَ الكِتَابَ} سے لے کر {أُولُوا الأَلْبَابِ} [آل عمران:۷] تک، فرمایا: "جب تم دیکھو کہ لوگ متشابہات کی پیروی کر رہے ہیں، تو وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ ﷻ نے کیا ہے، لہٰذا ان سے بچو۔"

اور امام طبرانی﷫ نے الکبیر میں ابو مالک اشعری﷛ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "میں اپنی امت پر صرف تین چیزوں کا خوف کرتا ہوں: ایک یہ کہ ان کے مال کثیر ہو جائیں اور وہ حسد کریں اور لڑائی جھگڑے کریں، دوسرا یہ کہ ان کے لیے کتاب کھول دی جائے اور مؤمن اسے لے کر اس کی تاویل تلاش کرے، حالانکہ {وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ}۔

وأخرَجَ ابنُ أَبِی حاتِمٍ ﷫ أيضًا عن عائِشةَ ﷝ قالتْ كانَ رُسوخُهُم فِی العِلمِ أنْ آمَنوا بمتشابِهِ ولا يَعلَمونَهُ.

وأخرَجَ الدارِمِیُّ ﷫ فی مُسندِهِ عن سُلَيْمانَ بنِ يَسارٍ ﷫ أنَّهُ رَجلًا يُقالُ لهُ صَبيغٌ قَدِمَ المدينةَ فجعلَ يسألُ عن مُتشابِهِ القرآنِ، فأرسلَ إليهِ عُمَرُ ﷛ وقد أعَدَّ لهُ عراجينَ النخلِ، فقالَ: من أنتَ؟

قال: أنا عبدُ اللهِ بنُ صَبيغٍ، فأخَذَ عُمَرُ ﷺ عُرجونًا من تِلْك العراجينِ فضَرَبَهُ حتى دَمِيَ رأسُهُ، وفي روايةٍ عندَهُ فضَرَبَهُ بالجريدِ حتى ترَكَ ظهرَهُ دَبِرَةً، ثم ترَكَهُ حتى بَرِأ، ثم عادَ لهُ، ثم ترَكَهُ حتى بَرِأَ، فدعا بهِ ليعودَهُ فقالَ: إن كنتَ تُريدُ قَتْلي فاقتُلْني قَتْلًا جميلًا، فأذِنَ لهُ إلى أرضِهِ، وكتبَ إلى أبي موسى الأشعريِّ ﷺ ألا يُجالِسَهُ أحدٌ من المسلمينَ، فهذه الأحاديثُ والآثارُ تَدُلُّ على أنَّ المتشابِهَ مما لا يَعلَمُهُ إلا اللهُ، وأنَّ الخَوْضَ فيهِ مَذْمومٌ.

ترجمہ: ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ان (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) کا علم میں رسوخ یہ تھا کہ وہ متشابہ پر ایمان لاتے تھے اور اسے نہیں جانتے تھے۔

اور دارمی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جس کا نام صبیغ تھا، مدینہ آیا اور قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور کھجور کی شاخیں تیار کر رکھی تھیں۔ انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا: میں عبداللہ بن صبیغ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شاخ اٹھائی اور اس کے سر پر مارنے لگے یہاں تک کہ اس کا سر زخمی ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اس کی پیٹھ پر اتنا مارا کہ اس پر نشانات پڑ گئے، پھر اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر دوبارہ مارا اور پھر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اسے دوبارہ بلایا، تو اس نے کہا: اگر آپ مجھے مار کر قتل کرنا چاہتے ہیں تو خوبصورت طریقے سے قتل کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی زمین کی طرف جانے کی اجازت دی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کوئی مسلمان اس کے ساتھ نہ بیٹھے۔

یہ احادیث اور آثار اس بات کی دلیل ہیں کہ متشابہات کا علم صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے اور اس میں بحث کرنا مذموم ہے۔

وقد أشارَ بعضُهم إلی حِکمةِ وجودِ المُتشابِہِ فی القرآنِ معَ العجزِعن معرفتِہِ فقالَ: العقلُ مُبتَلی باعتِقادِ حقیقةِ المُتشابِہِ کابتِلاءِ البَدَنِ بأداءِ العبادةِ کالحکیمِ إذا صنَّفَ کتابًا أجمَلَ فی أحیانٍ لیکونَ موضعَ خُضوعِ المتعلِّمِ لأستاذِہِ وکالملكِ یتَّخذُ علامةً یمتازُ بھا مَن یُطلِعُهُ علی السِّرِّہِ.

وقیلَ لو لم یُبتَلَ العقلُ الذی ھو أشرفُ البَدَنِ لاستمرَّ العالمُ فی أُبَّھَةِ العلمِ علی التمرُّدِ، فبذلكَ یَستأنِسُ إلی التذلُّلِ بعزِّ العبودیَّةِ، والمُتشابِہُ ھو موضعُ خُضوعِ العقلِ لبَارئِھا استسلامًا واعترافًا بقُصورِھا. وفی ختمِ الآیةِ قولُهُ تعالی {وما یذکَّرُ إلا أولو الألبابِ} [آل‌عمران:۷]۔ تعریضٌ بالزائغینَ ومَدْحٌ للراسخینَ۔

یعنی من لم یتذکَّرْ ویَتَّعظْ ویخالفْ ھواهُ فلیسَ من أُولی العقلِ، ومِن ثَمَّ قالَ الراسخونَ {رَبَّنا لا تُزِغْ قلوبَنا} [آل‌عمران:۸] إلی آخرِ الآیةِ، فخضعوا لبارئِھم لاستنزالِ العلمِ اللَّدُنِّیِّ بعد أن استعاذوا بهِ من الزیغِ النفسانِیِّ. وإذا علمتَ أنَّ الخوضَ فی المُتشابِہِ مذمومٌ فلابدَّ من تحدیدِ المُتشابِہِ، وھذا ھو الأولی لیُعلَمَ المذمومُ فیُجتنَبَ. ولذلكَ قالَ الخطابِیُّ: المُتشابِہُ علی ضربینِ:

أحدُھما: ما إذا رُدَّ إلی المُحکَمِ واعتُبِرَ بهِ عُرِفَ معناهُ.

والآخرُ: ما لا سبیلَ إلی الوقوفِ علی حقیقتِہِ، وھو الذی یَتَّبِعُهُ أھلُ الزَّیغِ فیطلُبونَ تأویلَهُ ولا یَبلُغونَ کُنْھَهُ، فیَرتابونَ فیہِ فیَفتَتِنونَ.

ترجمہ: بعض لوگوں نے قرآن میں تشابہات کی موجودگی کی حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے، حالانکہ ان کی حقیقت کو جاننے سے قاصر ہیں۔

انہوں نے کہا کہ عقل کو تشابہات کی حقیقت کو ماننے میں اسی طرح آزمائش میں ڈالا گیا ہے جیسے بدن کو عبادت کی ادائیگی میں۔ جیسے ایک حکیم (عالم) جب کتاب لکھتا ہے تو بعض باتوں کو مجمل (مختصر) رکھتا ہے تاکہ شاگرد اپنے استاد کے سامنے عاجزی دکھائے، اور جیسے بادشاہ ایک علامت اختیار کرتا ہے تاکہ اس کے راز کو سمجھنے والا ممتاز ہو سکے۔

اور کہا گیا کہ اگر عقل، جو بدن کا سب سے معزز حصہ ہے، آزمائش میں نہ ڈالی جاتی تو دنیا علم کی عظمت میں سرکشی پر قائم رہتی۔اس طرح، عقل عزت کی عبادت کی طرف مائل ہو جاتی ہے،

اور متشابہ عقل کا اپنے خالق کے سامنے عاجزی اور اپنی کمزوری کا اعتراف ہے۔آیت کے اختتام پر اللہ ﷻ کا فرمان ہے {وما يذكّر إلا أولو الألباب} [آل عمران:۷] جو گمراہ لوگوں کی طرف اشارہ اور راسخ العلم لوگوں کی تعریف ہے۔ یعنی جو نصیحت حاصل نہیں کرتا، عبرت نہیں لیتا اور اپنی خواہشات کی پیروی نہیں چھوڑتا وہ عقل والوں میں سے نہیں ہے۔

اسی لیے راسخ العلم لوگوں نے کہا {ربنا لا تزغ قلوبنا} الی اخر الایۃ [آل عمران:۸]، انہوں نے اپنے خالق کے سامنے عاجزی دکھائی تاکہ علم الٰہی سے حاصل کر سکیں اور نفسانی گمراہی سے بچ سکیں۔

جب آپ جان لیں کہ متشابہات میں بحث کرنا مذموم ہے تو ضروری ہے کہ متشابہات کی تعریف کی جائے، اور یہی مناسب ہے تاکہ مذموم کو معلوم کیا جا سکے اور اس سے اجتناب کیا جا سکے۔اسی لیے امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا: متشابہات دو قسم کے ہیں:

ایک وہ: جو محکمات کی طرف لوٹایا جائے اور اس کی تشریح سے اس کا معنی معلوم ہو جائے۔

دوسرا وہ: جس کی حقیقت کو جاننے کا کوئی راستہ نہ ہو، اور یہی وہ ہے جس کا پیچھا گمراہ لوگ کرتے ہیں، اس کی تاویل کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے، پھر اس میں شک کرتے ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

فصل:

من المُتشابِهِ آياتُ الصفاتِ ولابنِ اللبَّانِ فيها تَصنيفٌ مُفرَدٌ نحوَ: {الرحمنُ على العرشِ استوى} [طه:۵]. {كلُّ شيءٍ هالِكٌ إلَّا وجهَهُ} [القصص:۸۸]. {ويَبقى وجهُ ربِّك} [الرحمن:۲۷]. {ولتُصنَعَ على عيني} [طه:۳۹]. {يدُ اللهِ فوقَ أيديهم} [الفتح:۱۰]. {والسماواتُ مطويَّاتٌ بيمينه} [الزمر:۶۷]

وجمهورُ أهلِ العلمِ منهم السلفُ وأهلُ الحديثِ على الإيمانِ بها وتفويضِ معناها المرادِ منها إلى اللهِ تعالى ولا نُفَسِّرُهَا مع تنزيهِنا له عن حقيقتِها المُتبادِرةِ إلى الذهنِ المعروفةِ من ظاهرِ اللفظِ. طائفةٌ من أهلِ السُّنةِ إلى

أنتاتُؤوِّلهاعلى مايليقُ بجلالِهِ تعالى وهذا مذهبُ الخلفِ وكان۔ وذهبت إمامُ الحرمينِ يذهبُ إليهِ ثمَّ رجعَ عنهُ فقالَ فى "الرسالةِ النظاميَّةِ" الذى نرتضيهِ دينًا وندينُ اللهَ بهِ عقدًا اتِّباعُ سلفِ الأمَّةِ فإنَّهم دَرَجُوا على تركِ التعرُّضِ لِمَعَانِيْها.

وقالَ ابنُ الصلاحِ رحمه الله على هذهِ الطريقةِ مَطَى صَدْرُ الأمَّةِ وساداتُها وإيَّاها اختارَ أئمَّةُ الفقهاءِ وقاداتُها وإليها دَعَا أئمَّةُ الحديثِ وأعلامُهُ ولا أحدَ من المتكلِّمينَ من أصحابِنا يُصدِقُ عنها ويأباها.

ترجمہ: متشابہات میں سے صفات کی آیات ہیں، اور ابن اللبان رحمه الله نے ان کے بارے میں ایک مخصوص تصنیف کی ہے، جیسے: {الرحمن على العرش استوى} [طه:٥]، {كل شيء هالك إلا وجهه} [القصص:٨٨]، {ويبقى وجه ربك} [الرحمن:٢٧]، {ولتصنع على عيني} [طه: ٣٩]، {يد الله فوق أيديهم} [الفتح:١٠]، {والسموت مطويات بيمينه} [الزمر:٦٧]۔

اکثر علماء، جن میں سلف اور اہل حدیث شامل ہیں، ان آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے معانی کو اللہ ﷻ کی طرف سونپ دیتے ہیں، اوران کی تفسیر نہیں کرتے، جبکہ اللہ کی تنزیہ کرتے ہیں کہ ان کا ظاہر جو ذہن میں آتا ہے، وہ حقیقت نہیں ہے۔

اور اہل سنت کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ ہم ان کی تاویل کرتے ہیں جو اللہ کے جلال کے لائق ہو، اور یہ خلف کا مذہب ہے۔

امام الحرمین بھی اسی رائے پر تھے، پھر انہوں نے اس سے رجوع کیا اور "الرسالة النظامية" میں کہا: جو ہم دین کے طور پر قبول کرتے ہیں اور جس پر ہمارا عقیدہ ہے، وہ سلف امت کی پیروی ہے کیونکہ انہوں نے ان آیات کے معانی میں غور و فکر سے پرہیز کیا۔

ابن الصلاح ﷫ نے کہا: اس طریقے پر امت کے بہترین اور معزز لوگ عمل کرتے رہے، اور اس کو فقہاء کے اماموں اور قائدوں نے اختیار کیا، اور اس کی طرف حدیث کے اماموں اور علمبر داروں نے دعوت دی۔ اور ہمارے اصحاب میں سے کوئی بھی متکلمین اس سے انکار نہیں کرتا اور اسے رد نہیں کرتا۔

وَتَوَسَّطَ إِبْنُ الدَّقِيقِ الْعَيْدِ﷫ فَقَالَ: إِذَا كَانَ التَّأْوِيلُ قَرِيبًا مِنْ لِسَانِ الْعَرَبِ لَمْ يُنْكِرْ أَوْ بَعِيدًا تَوَقَّفْنَا عَنْهُ وَآمَنَّا بِمَعْنَاهُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي أُرِيدَ بِهِ مَعَ التَّنْزِيهِ. قَالَ: وَمَا كَانَ مَعْنَاهُ مِنْ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ ظَاهِرًا مَفْهُومًا مِنْ تَخَاطُبِ الْعَرَبِ قُلْنَا بِهِ مِنْ غَيْرِ تَوْقِيفٍ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللّٰهِ} [الزمر:٥٦] فَنَحْمِلُهُ عَلَى حَقِّ اللهِ وَمَا يَجِبُ لَهُ.

وَمِنَ الْمُتَشَابِهِ: أَوَائِلُ السُّوَرِ وَالْمُخْتَارُ فِيهَا أَيْضًا أَنَّهَا مِنَ الْأَسْرَارِ الَّتِي لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ تَعَالَى. أَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ﷫ وَغَيْرُهُ عَنِ الشَّعْبِيِّ﷫ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ فَوَاتِحِ السُّوَرِ فَقَالَ: إِنَّ لِكُلِّ كِتَابٍ سِرًّا، وَإِنَّ سِرَّ هَذَا الْقُرْآنِ فَوَاتِحُ السُّوَرِ. وَخَاضَ فِي مَعْنَاهُ آخَرُونَ، فَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ﷫ وَغَيْرُهُ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الضُّحَى﷫ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ﷞ فِي قَوْلِهِ {الٓمٓ} [البقرة:١] قَالَ: أَنَا اللهُ أَعْلَمُ، وَفِي قَوْلِهِ {الٓمٓصٓ} [الأعراف:١] قَالَ: أَنَا اللهُ أَفْصِلُ، وَفِي قَوْلِهِ {الٓرٰ} [هود:١] أَنَا اللهُ أَرَى.

ترجمہ: ابنُ الدَّقیق العید﷫ نے وسطیت اختیار کی اور کہا: اگر تاویل عربی زبان سے قریب ہو تو اسے انکار نہیں کیا جائے گا، اور اگر دور ہو تو ہم اس سے رک جائیں گے اور اس کے معنی پر ایمان لائیں گے، لیکن اللہ ﷻ کی تنزیہ کے ساتھ۔ کہا: اور جو معنی ان الفاظ کا ظاہر ہے اور عربوں کے مابین سمجھا جاتا ہے، ہم اس پر عمل کریں گے بغیر کسی توقف کے،

جیسے اللہ ﷻ کے فرمان {يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللّٰهِ} [الزمر:٥٦] میں ہے، تو ہم اسے اللہ ﷻ کے حق اور جو چیزیں اس کے لائق ہیں، پر محمول کریں گے۔

اور تشابہات میں سے سورۃ کی ابتدائی آیات بھی ہیں،اوران کے بارے میں مختار یہ ہے کہ یہ ایسے راز ہیں جنہیں صرف اللہﷻ ہی جانتا ہے۔

ابن المنذرؒ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے کہ شعبیؒ سے سورۃ کی ابتدائی حروف کے بارے میں سوال کیا گیا توانہوں نے کہا: ہر کتاب کا ایک راز ہوتا ہے،اوراس قرآن کا راز ابتدائی حروف ہیں۔اوراس کے معنی میں دیگر لوگ بھی غوض میں آئے۔

ابن ابی حاتمؒ اور دیگر محدثین نے ابوالضحیٰؒ کے طریقے سے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ {الٓمٓ} [البقرۃ:۱] کا مطلب ہے: میں اللہ ہوں،سب سے زیادہ جاننے والا،

اور {الٓمٓصٓ} [الأعراف:۱] کا مطلب ہے: میں اللہﷻ ہوں، فیصلہ کرنے والا، اور {الٓرٰ} [هود:۱] کا مطلب ہے: میں اللہﷻ ہوں، دیکھنے والا۔

حدیثِ قدسی میں ہے:

اللہ پاک فرماتا ہے: اے میرے بندو تم سب گناہگار ہو سوائے اسکے جسے میں سلامتی عطا کروں تو تم میں سے جو جان لے کہ میں بخشنے پر قادر ہوں، پھر اس نے مجھ سے معافی مانگی تو میں اسے بخش دوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح،ج۲ ص۴۳۹ حدیث،۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت

فِي مُقَدَّمِهِ وَمُؤَخَّرِهِ

سوال نمبر114: کلام تقدیم وتاخیر سے کیا مراد ہے؟

جواب: وَهُوَ قِسْمَانِ: اَلْأَوَّلُ مَا أَشْكَلَ مَعْنَاهُ بِحَسَبِ الظَّاهِرِ فَلَمَّا عُرِفَ أَنَّهُ مِنْ بَابِ التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ اتَّضَحَ وَهُوَ جَدِيرٌ أَنْ يُفْرَدَ بِالتَّصْنِيفِ وَقَدْ تَعَرَّضَ السَّلَفُ لِذَلِكَ فِي آيَاتٍ:

فَأَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ رحمه الله عَنْ قَتَادَةَ رضي الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {لَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا} [التَّوْبَة:٨٥] قَالَ هَذَا مِنْ تَقَادِيمِ الْكَلَامِ يَقُولُ {لَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا} أَيْ فِي الْآخِرَةِ وَأَخْرَجَ عَنْهُ أَيْضًا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى} [طه:١٢٩] قَالَ هَذَا مِنْ تَقَادِيمِ الْكَلَامِ يَقُولُ {لَوْلَا كَلِمَةٌ وَأَجَلٌ مُسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا}۔

وَأَخْرَجَ عَنْ مُجَاهِدٍ رحمه الله فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا} [الْكَهْف:١] قَالَ هَذَا مِنَ التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ {أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ قَيِّمًا وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا}۔

ترجمہ: اسکی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم یہ ہے کہ بظاہر اس کا معنی مشکل (مبہم) ہو، لیکن جب یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تقدیم وتاخیر کے باب سے ہے تو واضح ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو کہ تصنیف کا مستحق ہے۔ سلف صالحین نے اس پر آیات میں بحث کی ہے:

ابن ابی حاتم رحمه الله نے قتادہ رضي الله عنه سے نقل کیا ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان {لَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا} [التَّوْبَة:٨٥] کے بارے میں کہا کہ یہ تقادیم کلام سے ہے، یعنی {لَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا} یعنی آخرت میں۔

اسی طرح انہوں نے اللہ ﷻ کے فرمان {وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى} [طٰهٰ:۱۲۹] کے بارے میں بھی کہا کہ یہ تقادیم کلام سے ہے، یعنی {لَوْلَا كَلِمَةٌ وَأَجَلٌ مُسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا}۔

بن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے اللہ ﷻ کے فرمان {أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا} [الْكَهْف:۱] کے بارے میں نقل کیا کہ یہ تقدیم و تاخیر کے باب سے ہے، یعنی {أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ قَيِّمًا وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا}۔

أَخْرَجَ عَنْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ} [آلِ عِمْرَان:۵۵] قَالَ هَذَا مِنَ الْمُقَدَّمِ وَالْمُؤَخَّرِ أَيْ رَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُتَوَفِّيكَ، وَأَخْرَجَ عَنْ عِكْرِمَةَ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ} [ص:۲۶] قَالَ هَذَا مِنَ التَّقْدِيمِ وَالتَّأْخِيرِ يَقُولُ لَهُمْ يَوْمَ الْحِسَابِ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ رحمہ اللہ عَنِ ابْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا} [النِّسَاءِ:۸۳] قَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ مُقَدَّمَةٌ وَمُؤَخَّرَةٌ إِنَّمَا هِيَ ((أَذَاعُوا بِهِ)) إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَمْ يَنْجُ قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا۔

وَأَخْرَجَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِي قَوْلِهِ تَعَالَى {فَقَالُوا أَرِنَا اللهَ جَهْرَةً} [النِّسَاء:۱۵۳] قَالَ إِنَّهُمْ إِذَا رَأَوُا اللهَ فَقَدْ رَأَوْهُ إِنَّمَا ((قَالُوا جَهْرَةً أَرِنَا اللهَ)) قَالَ هُوَ مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ رحمہ اللہ يَعْنِي إِنَّ سُؤَالَهُمْ كَانَ جَهْرَةً۔

ترجمہ: حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ سے اللہ ﷻ کے فرمان {إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ} [آلِ عِمْرَان:۵۵] کے بارے میں روایت ہے کہ یہ مقدم اور مؤخر میں سے ہے، یعنی ((رَافِعُكَ إِلَيَّ)) و ((مُتَوَفِّيكَ))

اور عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اللہ ﷻ کے فرمان {لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ} [ص 26] کے بارے میں روایت ہے کہ یہ تقدیم و تاخیر میں سے ہے، یعنی {لَهُمْ يَوْمَ الْحِسَابِ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا}

ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن زید رحمہ اللہ سے اللہ ﷻ کے فرمان {وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا} [النِّسَاءِ:٨٣] کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت مقدم اور مؤخر ہیں، اصل میں یہ ہے کہ ((أَذَاعُوا بِهِ)) إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَمْ يَنْجُ قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ ﷻ کے فرمان {فَقَالُوا أَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً} [النِّسَاءِ:٨٣] کے بارے میں روایت ہے کہ جب انہوں نے اللہ کو دیکھا تو در حقیقت انہوں نے اسے دیکھا، اصل میں یہ ہے کہ ((قَالُوا جَهْرَةً أَرِنَا اللّٰهَ))، یعنی یہ مقدم اور مؤخر ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کا سوال جہراً تھا۔

وَمِنْهُ {أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ} [الفُرْقَان:٤٣] وَالْأَصْلُ ((هَوَاهُ إِلَٰهَهُ)) لِأَنَّ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ غَيْرُ مَذْمُومٍ فَقُدِّمَ الْمَفْعُولُ الثَّانِي لِعِنَايَةٍ بِهِ۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى {وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ} [الأَعْلَىٰ:٤-٥] فَـ"غُثَاءً" مَعْنَاهُ: جَافًا هَشِيمًا وَ"أَحْوَىٰ" يُطْلَقُ عَلَى الْأَخْضَرِ الَّذِي يَضْرِبُ إِلَى السَّوَادِ وَهُوَ لَا يَكُونُ جَافًا هَشِيمًا إِلَّا بَعْدَ كَوْنِهِ أَخْضَرَ فَحِينَئِذٍ يَكُونُ السِّيَاقُ هَكَذَا "أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ أَحْوَىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً" أَيْ أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ أَخْضَرَ شَدِيدَ الْخُضْرَةِ فَجَعَلَهُ جَافًا هَشِيمًا وَقُدِّمَ غُثَاءً وَأُخِّرَ أَحْوَىٰ رِعَايَةً لِلْفَاصِلَةِ۔

وَقَوْلُهُ {وَغَرَابِيبُ سُودٌ} [فَاطِر:٢٧] وَالْأَصْلُ "سُودٌ غَرَابِيبُ" لِأَنَّ الْغَرَابِيبَ الشَّدِيدَ السَّوَادِ۔

وَقَوْلُهُ {فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا} [هُود:٧١] أَيْ فَبَشَّرْنَاهَا فَضَحِكَتْ وَقَوْلُهُ {وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ} [يُوسُف:٢٤] أَيْ لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ لَهَمَّ بِهَا وَعَلَىٰ هَذَا فَالْهَمُّ مَنْفِيٌّ عَنْهُ۔

الثَّانِي مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ قَدْ أَلَّفَ فِيهِ الْعَلَّامَةُ شَمْسُ الدِّينِ بْنُ الصَّائِغِ كِتَابَهُ "الْمُقَدِّمَةَ فِي سِرِّ الْأَلْفَاظِ الْمُقَدَّمَةِ" قَالَ فِيهِ الْحِكْمَةَ الشَّائِعَةَ الذَّائِعَةَ فِي ذٰلِكَ الِاهْتِمَامَ كَمَا قَالَ سِيبَوَيْهِ فِي كِتَابِهِ كَأَنَّهُمْ يُقَدِّمُونَ الَّذِي بَيَانُهُ أَهَمُّ بَيَانُهُ أَعْنَى۔

ترجمہ: اور اس میں سے اللہ ﷻ کا فرمان {أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ} [الفرقان:۴۳] ہے۔ اصل ترتیب ((هَوَاهُ إِلَٰهَهُ)) ہے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے (یہ ترجمہ مذموم نہیں ہو گا)، اس لیے دوسرے مفعول کو اس کی اہمیت کے پیش نظر مقدم کیا گیا ہے۔

اور اللہ ﷻ کا فرمان {وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ} [الأعلى:۴-۵]۔ "غُثَاءً" کا مطلب ہے: خشک اور بکھرا ہوا، اور "أَحْوَىٰ" سبز رنگ کو کہتے ہیں جو سیاہی مائل ہوتا ہے۔ یہ اس وقت تک خشک اور بکھرا ہوا نہیں ہوتا جب تک یہ سبز نہ ہو۔ پس، صحیح ترتیب یوں ہونی چاہیے کہ "أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ أَحْوَىٰ فَجَعَلَهُ غُثَاءً"، یعنی اللہ ﷻ نے سبز چراگاہ کو نکالا اور اسے خشک اور بکھرا ہوا بنا دیا۔ "غُثَاءً" کو مقدم اور "أَحْوَىٰ" کو مؤخر کرنے کا مقصد فاصلے کی رعایت کرنا ہے۔

اور اللہ ﷻ کا فرمان {وَغَرَابِيبُ سُودٌ} [فاطر:۲۷] ہے۔ اصل ترتیب "سُودٌ غَرَابِيبُ" ہے کیونکہ "غَرَابِيبُ" کا مطلب ہے بہت زیادہ سیاہ۔

اور اللہ ﷻ کا فرمان {فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا} [هود:۷۱]۔ اس کا مطلب ہے: ہم نے اسے بشارت دی تو وہ ہنس پڑی۔

اور اللہ ﷻ کا فرمان {وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ} [يوسف:۲۴]۔ اس کا مطلب ہے: اگر اس نے اپنے رب ﷻ کی نشانی نہ دیکھی ہوتی تو وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرتا۔ اس سے یہ پتا چلا کہ (سیدنا یوسف علیہ السلام) نے اس عمل کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔

دوسری قسم: وہ ہے جو اس طرح نہیں ہے۔ تحقیق علامہ شمس الدین بن الصائغ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المقدمة في سر الألفاظ المقدمة" میں تالیف کیا ہے۔ انہوں نے اس میں کہا کہ اس کی مشہور اور عام حکمت یہی ہے کہ اس میں اہمیت ہے، جیسا کہ سیبویہ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ جیسے وہ اس چیز کو مقدم کرتے ہیں جس کا بیان زیادہ اہم ہوتا ہے۔

سوال نمبر 115: کلام کی تقدیم کے کیا اسباب ہیں؟

جواب: قَالَ هَذِهِ الْحِكْمَةُ إِجْمَالِيَّةٌ وَأَمَّا تَفَاصِيلُ أَسْبَابِ التَّقْدِيمِ وَأَسْرَارِهِ فَقَدْ ظَهَرَلِي مِنْهَا فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِعَشَرَةُ أَنْوَاعٍ مِنْهَا۔

الأول: التَّبَرُّكُ، كَتَقْدِيمِ اسْمِ اللهِ تَعَالَى فِي الْأُمُورِ ذَاتِ الشَّأْنِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى {شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ} [آلِ عِمْرَان:١٨] وَقَوْلُهُ تَعَالَى {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ} [الْأَنْفَال:٤١]۔

الثَّانِي: التَّعْظِيمُ، كَقَوْلِهِ {وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ} [النِّسَاءِ:٦٩] {إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ} [الْأَحْزَاب:٥٦] {وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ} [التَّوْبَة:٦٢]۔

الثَّالِثُ: التَّشْرِيفُ، كَتَقْدِيمِ الذَّكَرِ عَلَى الْأُنْثَى نَحْوَ: {إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ} [الْأَحْزَاب:٣٥] وَالْحُرِّ فِي قَوْلِهِ {الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى} [الْبَقَرَة:١٧٨] وَالْحَيِّ فِي قَوْلِهِ {يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ} [الْأَنْعَام:٩٥] وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ} [فَاطِر:٢٢] وَالْخَيْلِ فِي قَوْلِهِ {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا} [النَّحْل:٨] وَالسَّمْعِ فِي قَوْلِهِ {وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ} [الْبَقَرَة:٧] وَقَوْلِهِ {إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ} [الْإِسْرَاء:٣٦] وَقَوْلِهِ {إِنْ أَخَذَ اللهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ} [الْأَنْعَام:٤٦]۔

حَكَى ابْنُ عَطِيَّةَ عَنِ النَّقَّاشِ أَنَّهُ اسْتَدَلَّ بِهَا عَلَى تَفْضِيلِ السَّمْعِ عَلَى الْبَصَرِ وَلِذَا وَقَعَ فِي وَصْفِهِ تَعَالَى {سَمِيعٌ بَصِيرٌ} [الْحَجّ:٦١] بِتَقْدِيمِ السَّمِيعِ۔

وَمِنْ ذَٰلِكَ تَقْدِيمُهُ ﷺ عَلَى نُوحٍ عليه السلام وَمَنْ مَعَهُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ {وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ} [الْأَحْزَاب:٧]۔

وَتَقْدِيمُ الرَّسُولِ فِي قَوْلِهِ {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ} [الْحَجّ:٥٢]۔

وَتَقْدِيمُ الْمُهَاجِرِينَ فِي قَوْلِهِ {وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ} [التَّوْبَة:١٠٠]۔

وَتَقْدِيمُ الْإِنْسِ عَلَى الْجِنِّ حَيْثُ ذُكِرَا فِي الْقُرْآنِ وَتَقْدِيمُ النَّبِيِّينَ ثُمَّ الصِّدِّيقِينَ ثُمَّ الشُّهَدَاءِ ثُمَّ الصَّالِحِينَ فِي آيَةِ النِّسَاءِ، وَتَقْدِيمُ إِسْمَاعِيلَ عَلَى إِسْحَاقَ ﷺ لِأَنَّهُ أَشْرَفُ بِكَوْنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ وَلَدِهِ وَتَقْدِيمُ جِبْرِيلَ عَلَى مِيكَائِيلَ ﷺ فِي آيَةِ الْبَقَرَةِ لِأَنَّهُ أَفْضَلُ وَتَقْدِيمُ الْعَاقِلِ عَلَى غَيْرِهِ فِي قَوْلِهِ {مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ} [النَّازِعَاتِ:٣٣] {يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ} [النُّورِ:٤١]۔

ترجمہ: علامہ شمس الدین بن الصائغ ﷫ نے کہا کہ یہ حکمت اجمالی ہے، اور تقدیم کے اسباب اور اس کے رازوں کی تفصیلات کے بارے میں قرآن مجید میں مجھے دس قسمیں نظر آئی ہیں۔

پہلا: تبرک، جیسے ایسے امور میں اللہ ﷻ کے نام کو مقدم کرنا جو شان والے ہوں۔ اس کی مثال اللہ ﷻ کا یہ قول ہے: {شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ} [آلِ عِمْرَان:١٨] اور اللہ ﷻ کا یہ فرمان: {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ} [الْأَنْفَالِ:٤١]۔

دوسرا: تعظیم، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ} [النِّسَاءِ:٦٩] {إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ} [الْأَحْزَابِ:٥٦] {وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ} [التَّوْبَةِ:٦٢]۔

تیسرا: تشریف، جیسے مذکر کو مؤنث پر مقدم کرنا، مثال کے طور پر: {إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ} [الْأَحْزَابِ:٣٥] اور آزاد کو غلام پر مقدم کرنا، مثال کے طور پر: {الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى} [البقرہ:١٧٨] اور جیتے ہوئے کو مردے پر مقدم کرنا، مثال کے طور پر: {يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ} [الأنعام:٩٥] {وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ} [الأفاطر:٢٢] اور گھوڑے کو خچر اور گدھے پر مقدم کرنا، مثال کے طور پر: {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا} [النحل:٨] اور سننے کو دیکھنے پر مقدم کرنا، مثال کے طور پر: {وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ} [البقرہ:٧] {إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ} [الاسراء:٣٦] {إِنْ أَخَذَ اللهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ} [الانعام:٤٦]۔

ابن عطیہؒ نے النقاشؒ سے نقل کیا کہ انہوں نے سمع کو بصر پر فضیلت دینے کے لیے ان آیات سے استدلال کیا، اور اسی لیے اللہﷻ کے وصف میں {سَمِيعٌ بَصِيرٌ} [الحج:٦١] میں سمع کو بصر پر مقدم کیا گیا۔

اور اس کی مثالوں میں نبی کریمﷺ کو نوحؑ اور ان کے ساتھیوں پر مقدم کرنا ہے، جیسا کہ اللہﷻ کا فرمان: {وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ} [الاحزاب:٧]۔

اور اللہﷻ کا فرمان: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ} [الحج:٥٢] میں رسول کو مقدم کرنا ہے

اور مہاجرین کو انصار پر مقدم کرنا، جیسا کہ اللہﷻ کا فرمان: {وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ} [التوبہ:١٠٠]۔

اور قرآن میں انسانوں کو جنات پر مقدم کرنا اور آیت النساء میں نبیوں، پھر صدیقین، پھر شہداء، پھر صالحین کا ذکر مقدم کرنا۔

اور اسماعیل کو اسحاقؑ پر مقدم کرنا کیونکہ اسماعیلؑ ہمارے نبی کریم کے آباء میں ہونے کی وجہ سے اشرف ہیں۔

اور آیت البقرۃ میں جبرائیل کو میکائیلؑ پر مقدم کرنا کیونکہ جبرائیل افضل ہیں۔

اور عقلمند کو غیر عقلمند پر مقدم کرنا، جیسا کہ اللہﷻ کا فرمان: {مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ} [النازعات:٣٣] {يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ} [النور:٤١]

الرابعُ: المُناسبةُ، وهيَ إمّا مناسبةُ المُتَقدّمِ لِسياقِ الكلامِ كقولهِ {وَلَكُم فيها جَمالٌ حينَ تُريحونَ وَحينَ تَسرَحونَ} [النحل:٦] فإنَّ الجَمالَ بالجِمالِ وإن كانَ ثابتاً حالتي السَّراحِ والإراحةِ إلا أنَّها حالةَ إراحتِها وهوَ مَجيئُها منَ المَرعى آخرَ النَّهارِ يكونُ الجَمالُ بها أفخَرَ إذ هيَ فيهِ بِطانٌ وحالةَ سراحِها للمرعى أولَ النَّهارِ يكونُ الجَمالُ بها دونَ الأوَّلِ إذ هيَ فيهِ خِماصٌ ونَظيرُهُ قولُهُ {وَالذينَ إذا أنفَقوا لم

يُسرِفوا ولم يَقتُروا} [الفرقان:٦٧] قدّم نَفيَ الإسرافِ لأنَّ الشَّرَفَ في الإنفاقِ وقولُهُ {هوَ الذي يُريكمُ البَرقَ خوفاً وطَمَعاً} [الرعد:١٢] لأنَّ الصَّواعقَ تقعُ معَ أولِ برقةٍ ولا يَحصُلُ المَطرُ إلا بعدَ توالي البرقاتِ.

الخامس: "الحَثُّ عَلَيهِ وَالحَضُّ" عَلَى القِيَامِ بِهِ حَذَرًا مِن التَّهَاوُنِ بِهِ كَتَقْدِيمِ الوصِيَّةِ عَلَى الدَّينِ فِي قَوْلِهِ {مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ} [النساء:١١] مَعَ أَنَّ الدَّينَ مُقَدَّمٌ عَلَيْهَا شَرْعًا.

السادس: "السَّبْقُ" وَهُوَ إِمَّا فِي الزَّمَانِ بِاعتِبَارِ الإِيجَادِ بِتَقْدِيمِ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ، وَالظُّلُمَاتِ عَلَى النُّورِ، وَآدَمَ عَلَى نُوحٍ ﷺ، وَنُوحٍ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ﷺ، وَإِبْرَاهِيمَ عَلَى مُوسَى ﷺ، وَمُوسَى عَلَى هُودٍ ﷺ، وَدَاوُدَ عَلَى سُلَيْمَانَ ﷺ، وَمَلَائِكَةٍ عَلَى البَشَرِ، فِي قَوْلِهِ {اللهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ} [الحج:٧٥]، وَعَادٍ عَلَى ثَمُودَ، وَالأَزْوَاجِ عَلَى الذُّرِّيَّةِ فِي قَوْلِهِ {قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ} [الأحزاب:٥٩]، وَالسِّنَةُ عَلَى النَّوْمِ فِي قَوْلِهِ {لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ} [البقرة:٢٥٥]، أَوْ بِاعتِبَارِ الإِنزَالِ كَقَوْلِهِ {صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى} [الأعلى:١٩] {وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ مِن قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ} [آل عمران:٣-٤]، أَوْ بِاعتِبَارِ الوُجُوهِ وَالتَّكْلِيفِ نَحْوَ {وَارْكَعُوا وَاسْجُدُوا} [الحج:٧٧]، {فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ} [المائدة:٦]، {إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللهِ} [البقرة:١٥٨]، وَلِهَذَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ»، أَوْ بِالذَّاتِ نَحْوُ {مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ} [النساء:٣].

ترجمہ: **چوتھا:** مناسبت، یعنی متعلقہ چیز کا سیاق کے مطابق ہونا، جیسے کہ آیت {وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ} [النحل:٦] میں جمال کی بات ہے۔ جمال دونوں حالتوں میں، یعنی آرام اور چرانے کے وقت میں ثابت ہے، مگر شام کے وقت آرام کرنے کی حالت میں جمال زیادہ نمایاں ہوتا ہے کیونکہ وہ تروتازہ اور چمکدار ہوتی ہے، جبکہ صبح کے وقت چرانے کی حالت میں جمال کم ہوتا ہے کیونکہ وہ خالی پیٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح {وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا} [الفرقان:٦٧] میں اسراف کی نفی پہلے کی گئی ہے کیونکہ انفاق میں عزت و شرف ہے۔ اور {هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا} [الرعد:١٢]

میں، برق کے ساتھ خوف اور امید کی بات ہے کیونکہ بجلی کی پہلی چمک کے ساتھ ہی آسمانی بجلی گر جاتی ہے، جبکہ بارش تو برقات کے بعد ہی ہوتی ہے۔"

پانچویں: قسم ترغیب دلانے اور ابھارنے کے لئے ہے تاکہ سستی اور کاہلی سے بچا جائے جیسے کہ وصیت کو مقدم کرنا قرض پر اللہ ﷻ کے اس قول میں {مِن بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوۡ دَيۡنٍ} [النساء:۱۱] حالانکہ شرعی اعتبار سے قرض وصیت پر مقدم ہے۔

چھٹا: "سبقت" جو کہ وقت میں ہوتا ہے یا تو ایجاد کے اعتبار سے، جیسے رات کو دن پر، اور ظلمتوں کو روشنی پر، اور آدم کو نوح پر، نوح کو ابراہیم ؑ پر، ابراہیم کو موسیٰ ؑ پر، ھود کو عیسیٰ ؑ پر، اور داود کو سلیمان ؑ پر مقدم کرنا، اور فرشتوں کو انسانوں پر، جیسے کہ قرآن میں ہے: {اللّٰهُ يَصۡطَفِي مِنَ الۡمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ} [الحج:۷۵]۔ یا عاد کو ثمود پر، اور بیویوں کو اولاد پر، جیسے کہ قرآن میں ہے: {قُلۡ لِأَزۡوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ} [الأحزاب:۵۹]۔ یا اونگھ کو نیند پر مقدم کرنا جیسا کہ قرآن میں ہے: {لَا تَأۡخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوۡمٌ} [البقرۃ:۲۵۵]۔

یا نزول کے اعتبار سے، جیسے کہ {صُحُفِ إِبۡرَاهِيمَ وَمُوسَى} [الاعلیٰ:۱۹] اور {وَأَنزَلَ التَّوۡرَاةَ وَالۡإِنجِيلَ مِن قَبۡلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنزَلَ الۡفُرۡقَانَ} [آل عمران:۳-۴]۔

یا وجوب اور تکلیف کے اعتبار سے، جیسے کہ {وَارۡكَعُوا وَاسۡجُدُوا} [الحج:۷۷]، {فَاغۡسِلُوا وُجُوهَكُمۡ وَأَيۡدِيَكُمۡ} [المائدۃ:۶]، {إِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ} [البقرۃ:۱۵۸]۔ اسی لیے رسول ﷺ نے فرمایا: "ہم اس بات سے شروع کریں گے جس سے اللہ ﷻ نے شروع کیا"۔ یا بذات خود، جیسے کہ {مَثۡنَى وَثُلَٰثَ وَرُبَاعَ} [النساء:۳]۔

السَّابِعُ: "السَّبَبِيَّةُ" كَتَقۡدِيمِ الۡعَزِيزِ عَلَى الۡحَكِيمِ، لِأَنَّهُ عَزَّ فَحَكَمَ وَالۡعَلِيمُ عَلَيۡهِ لِأَنَّ الۡإِحۡكَامَ وَالۡإِتۡقَانَ نَاشِئٌ عَلَى الۡعِلۡمِ. وَأَمَّا تَقۡدِيمُ الۡحَكِيمِ عَلَيۡهِ فِي سُورَةِ الۡأَنۡعَامِ فَلِأَنَّهُ مَقَامُ تَشۡرِيعِ الۡأَحۡكَامِ. وَمِنۡهُ تَقۡدِيمُ

الْعِبَادَةِ عَلَى الاستعَانَةِ فِي سُورَةِ الْفَاتِحَةِ لِأَنَّهَا سَبَبُ حُصُولِ الإِعَانَةِ وَكَذَا قَوْلُهُ: {يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ} [البَقَرَة:٢٢٢] لِأَنَّ التَّوْبَةَ سَبَبُ الطَّهَارَةِ {لِكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ} [الْجَاثِيَةِ:٧] لِأَنَّ الْإِفْكَ سَبَبُ الْإِثْمِ. {يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ} [النُّورِ:٣٠] لِأَنَّ الْبَصَرَ دَاعِيَةٌ إِلَى الْفَرْجِ۔

ترجمہ: **ساتویں قسم**: سبب ہے جیسے عزیز کو حکیم پر مقدم کرنا کیونکہ اللہ ﷻ کی صفت عزت وغلبہ؛ حکم پر مقدم ہے۔اور علیم کو حکیم پر مقدم کرنا،اس کا سبب یہ ہے کہ احکام اور اتقان یعنی مضبوط کرنا اور مستحکم کرنا یہ علم سے پیدا ہوتا ہے لہذا علم پہلے ہوا۔اور سورۃ الانعام میں حکیم کو علیم پر مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ مقام ہی احکام کو بیان کرنے کا ہے۔(اس لئے اس جگہ حکیم کو مقدم کیا)

اسی طرح سورۃ الفاتحہ میں عبادت کو استعانت پر مقدم کرنا ہے کیونکہ عبادت اعانت کے حصول کا سبب ہے۔ اسی اسی طرح اللہ ﷻ نے فرمایا {يحب التوابين ويحب المتطهرين} [البَقَرَة:٢٢٢] کیونکہ توبہ طہارت کا سبب ہے۔ {لكل أفاك أثيم} [الْجَاثِيَةِ:٧] کیونکہ افک گناہ کا سبب ہے۔ {يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم} [النُّورِ:٣٠] کیونکہ نظر کرنا فحش کے ارتکاب کی طرف مائل کرتا ہے۔

الثَّامِنُ: "الكَثْرَةُ" كَقَوْلِهِ: {فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ} [التَّغَابُنِ:٢] لِأَنَّ الكُفَّارَ أَكْثَرُ. {فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ} [فَاطِرٍ:٣٢] قَدَّمَ الظَّالِمَ لِكَثْرَتِهِ ثُمَّ الْمُقْتَصِدَ ثُمَّ السَّابِقَ. وَلِهَذَا قَدَّمَ السَّارِقَ عَلَى السَّارِقَةِ لِأَنَّ السَّرِقَةَ فِي الذُّكُورِ أَكْثَرُ، وَالزَّانِيَةَ عَلَى الزَّانِي لِأَنَّ الزِّنَى فِيهِنَّ أَكْثَرُ. وَمِنْهُ تَقْدِيمُ الرَّحْمَةِ عَلَى العَذَابِ حَيْثُ وَقَعَ فِي القُرْآنِ غَالِبًا، وَلِهَذَا وَرَدَ: "إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي".

ترجمہ: **آٹھواں**: کثرت ہے جیسے کہ اللہ ﷻ کا قول ہے: {فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ} [التَّغَابُنِ:٢] کیونکہ کافر زیادہ ہیں اور اللہ ﷻ کے اس فرمان {فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ} [فَاطِرٍ:٣٢] میں ظالم کو ان کی کثرت کی وجہ سے مقدم کیا ہے، پھر مقتصد کو، پھر سابق کو۔اسی وجہ سے چور کو چورنی پر مقدم کیا ہے کیونکہ مردوں میں چوری زیادہ ہوتی ہے،اور زانیہ کو زانی پر مقدم کیا ہے کیونکہ ان میں زنا زیادہ ہوتا ہے۔

اسی طرح قرآن میں اکثر رحمت کو عذاب پر مقدم کیا گیا ہے، اور اسی لیے فرمایا گیا ہے: "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔"

التَّاسِعُ: "التَّرَقِّيْ مِنَ الأَدْنَى إِلَى الأَعْلَى" كَقَوْلِهِ: {أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا} [الأَعْرَافِ:١٩٥] بَدَأَ بِالأَدْنَى لِغَرَضِ التَّرَقِّيْ لِأَنَّ اليَدَ أَشْرَفُ مِنَ الرِّجْلِ, وَالعَيْنُ أَشْرَفُ مِنَ اليَدِ, وَالسَّمْعُ أَشْرَفُ مِنَ البَصَرِ.. وَمِنْ هَذَا النَّوْعِ تَأْخِيرُ الأَبْلَغِ، وَقَدْ خَرَجَ عَنْهُ تَقْدِيمُ "الرَّحْمَنِ" عَلَى "الرَّحِيمِ" وَ"الرَّؤُوفِ" عَلَى "الرَّحِيمِ" وَ"الرَّسُولِ" عَلَى "النَّبِيِّ" فِي قَوْلِهِ: {وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا} [مَرْيَمَ:٥٤] وَذُكِرَ لِذَلِكَ نُكَتٌ أَشْهَرُهَا مُرَاعَاةُ الفَاصِلَةِ.

العَاشِرُ: "التَّدَلِّي مِنَ الأَعْلَى إِلَى الأَدْنَى" وَخَرَجَ عَنْهُ {لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ} [البَقَرَةِ:٢٥٥] {لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً} [الكَهْفِ:٤٩].

ترجمہ: **نواں:** "ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہے" جیسے کہ اللہ ﷻ کا قول ہے {أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا} [الأعراف:١٩٥] یہاں ترقی کی غرض کی وجہ سے ادنی سے شروع کیا گیا ہے، کیونکہ ہاتھ پاؤں سے زیادہ معزز ہیں، آنکھ ہاتھ سے زیادہ معزز ہے، اور سماعت بصارت سے زیادہ معزز ہے۔

اسی نوع سے ابلغ (یعنی جو زیادہ بلیغ ہو، اس) کو موخر کرنا بھی ہے جس کی مثال وہ آیت جس میں رحمن کو رحیم پر اور رروف کو رحیم پر اور رسول کو نبی پر مقدم کیا ہے۔ جیسے {وکان رسولا نبیا} [مَرْيَمَ:٥٤]۔

اس آخری مثال کی نسبت اور بھی نکات ہیں جس میں زیادہ مشہور رعایت فاصلہ ہے۔ (یعنی آیات کے آخر حرف کا ہم وزن، ہونا ہے)

دسواں: "اعلی سے ادنی کی طرف تنزلی" جیسے کہ اللہ ﷻ کا قول {لا تأخذہ سنة ولا نوم} [البقرة:٢٥٥] اور {لا یغادر صغیرة ولا کبیرة} [الکھف:٤٩] اس میں شامل ہے

فی عَامَۃِ و خاصَۃِ

سوال نمبر116: کلام میں لفظ کا عام و خاص ہونے سے یا مراد ہے؟

اَلْعَامُ: لفظٌ يَسْتَغْرِقُ الصَّالِحَ لَهُ مِنْ غَيْرِ حَصْرٍ وصِيغَتُهُ "كُلٌّ" مُبْتَدَأَةٌ نَحْوَ {كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ} [الرحمن:٢٦] أَوْ تَابِعَةٌ نَحْوَ {فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ} [الحجر:١٥] وَ "الَّذِى" وَ "الَّتِى" وَ تَثْنِيَتُهُمَا وَ جَمْعُهُمَا نَحْوَ {وَالَّذِى قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف:١٧] فَإِنَّ الْمُرَادَ بِهِ كُلُّ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ هَذَا الْقَوْلُ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ بَعْدَ {أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ} [الأحقاف:١٠] {وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ} [البقرة:٨٢] {لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ} [يونس:٢٦] {لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ} [آل‌عمران:١٣٣] {وَاللَّائِى يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ} [الطلاق:4] {وَالَّتِى يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا} [النساء:١٥] {وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا} [النساء:١٦]

ترجمہ: عام و خاص کا بیان

عام: ایک لفظ ہے جو غیر محدود طور پر اُس کو شامل ہوتا ہے جس کے لئے یہ لفظ استعمال ہو۔ اس کا صیغہ "کل" جو کہ کبھی مبتداء میں آتا ہے، جیسے: {كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٌ} [الرحمن:٢٦] یا کبھی تابع ہو کر استعمال ہوتا ہے {فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ} [الحجر:١٥]۔

اور "الَّذِى" اور "الَّتِى" اور ان کی تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی شامل ہوتے ہیں، جیسے: {وَالَّذِى قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا} [الأحقاف:١٧]۔ تو بیشک اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہر وہ شخص جس نے یہ بات دلیل سے کہی ہو، جیسا کہ اس کے بعد کے الفاظ میں ذکر ہے: {أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ} [الأحقاف:١٠]۔

اسی طرح: {وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ} [البقرة:٨٢]، {لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَةَ وَزِيَادَةٌ} [يونس:٢٦]، {لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ} [آل‌عمران:١٣٣]. {وَاللَّائِى يَئِسْنَ مِنَ

الْمَحِيضِ} [الطلاق:۴]. {وَالَّتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاشْهَدُوا} [النساء:۱۵]، {وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا} [النساء:۱۶]۔

سوال نمبر117: اَيٌّ، مَا،اور مَنْ کس کس طرح آتا ہے؟

جواب: وَ "أَيٌّ" وَ "مَا" وَ "مَنْ" شَرْطًا وَإِسْتِفْهَامًا وَمَوْصُولًا نَحْوَ {أَيًّا مَا تَدْعُونَ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى} [الإسراء:۱۱۰]، {إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ} [الأنبياء:۹۸]، {مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَبِهِ} [النساء:۱۲۳]، {يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ} [النساء:۱۱]، {قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ} [المؤمنون:۱]، {فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ} [التوبة:۵]، {فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ} [النور:۶۳]، {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ} [البقرة:۲۷۵]، {إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ} [العصر:۲]، {إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا} [العصر:۳]۔

ترجمہ: "أَيٌّ"(اے) "مَا" (کیا) اور "مَنْ" (جو) شرطاً (شرط کے طور پر)، استفہاماً (سوال کے طور پر)، اور موصولاً استعمال ہوتے ہیں، جیسے:

"أَيًّامَّاتَدْعُوافَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى" [الإسراء:۱۱۰] (تم جو کہکر پکارو سب اُسی کے اچھے نام ہیں)

"إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" [الأنبياء:۹۸] (یقیناً تم اور تمہارے وہ معبود جنھیں تم اللہ ﷻ کے سوا پکارتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں)

"مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَبِهِ" [النساء:۱۲۳] (جو کوئی برائی کرے گا، اُسے اُس کا بدلہ دیا جائے گا)

اور ایسی جمع جو مضاف ہوتی ہے کی مثال :

"يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ" [النساء:۱۱] (اللہ ﷻ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے)

اور معرف بالام کی مثال:

"قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ" [المؤمنون:۱] (تحقیق مومن کامیاب ہوگئے)

"فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ" [التوبة:۵] (پس مشرکوں کو قتل کرو)

اور اس اسم جنس کی مثال جو مضاف ہوتا ہے:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ" [النور:۶۳] (تو چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں)

اور معرف بالام (یعنی تعریف الجنس مفردا) کی مثال:

"وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ" [البقرة:۲۷۵] (اور اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے)

"إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ" [العصر:۲] (بیشک انسان خسارے میں ہے)

"إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا" [العصر:۳] (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں)

سوال نمبر 118: نکرہ سیاقِ نفی ونہی، سیاقِ شرط، اور سیاقِ امتنان میں کب استعمال ہوگا؟

جواب: اَلنَّكِرَةُ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ وَالنَّهْيِ نَحْو {فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ} [الاسراء:۲۳] {وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ} [الحجر:۲۱] {ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ} [البقرہ:۲] {فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ} [البقرہ:۱۹۷] وَفِي سِيَاقِ الشَّرْطِ نَحْو {وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللهِ} [التوبہ:۶] وَفِي سِيَاقِ الامْتِنَانِ نَحْو {وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا} [الفرقان:۴۸]

وَالْعَامُّ الْمخصوصُ أَمْثِلَتُهُ فِي الْقُرْآنِ كَثِيرَةٌ جِدًّا وَهُوَ أَكْثَرُ مِنَ الْمَنْسُوخِ إِذْ مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا وَقَدْ خُصَّ إِلَّا آيَاتٌ قَلِيلَةٌ مِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَىٰ {وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ} [البقرہ:۲۸۲]

وَمِنْهَا {هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ} [الاعراف:۱۸۹] وَمِنْهَا {وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ} [النساء:۲۳]

ترجمہ: نکرہ کا نفی اور نہی کے سیاق میں:

جیسے کہ {فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ} [الاسراء:٢٣]

اور {وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ} [الحجر:٢١]

نکرہ سیاقِ شرط میں:

جیسے کہ {وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ} [التوبہ:٦]

نکرہ سیاقِ امتنان میں:

جیسے کہ {وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا} [الفرقان:٤٨]

عام کے مخصوص ہونے کی مثالیں قرآن میں بہت زیادہ ہیں اور یہ منسوخ ہونے سے زیادہ ہیں، کیونکہ کوئی بھی عام نہیں ہے مگر وہ مخصوص ہو چکا ہے، سوائے چند آیات کے، مثلاً:

{وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ} [البقرة:٢٨٢]،

اور {هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ} [الاعراف:١٨٩]،

اور {وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ} [النساء:٢٣]،

وَمِنْ أَمْثِلَةِ مَا خُصَّ بِالْقُرْآنِ قَوْلُهُ ﷻ: {وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ} [البقرة:٢٢٨]، خُصَّ بِقَوْلِهِ ﷻ: {إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ} [الأحزاب:٤٩]، وبقوله ﷻ: {وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ} [الطلاق:٤]، وقوله ﷻ: {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ} [المائدة:٣]، خُصَّ من الميتة السمك بقوله ﷻ: {أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ} [المائدة:٩٦]، ومن الدم الجامد بقوله ﷻ: {دَمًا مَسْفُوحًا} [الأنعام:١٤٥]، وقوله ﷻ: {وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا} [النساء: 20]، خُصَّ بقوله ﷻ: {فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ} [البقرة:٢٢٩]، وقوله ﷻ: {الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ

جَلْدَةٍ} [النور:٢]، خُصَّ بقوله ﷻ: {فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ} [النساء:٢٥]، وقوله ﷻ: {فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ} [النساء:٣]، خُصَّ بقوله ﷻ: {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ} [النساء:23].

ومن أمثلة ما خُصَّ بالحديث قوله ﷻ: {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ} [البقرة:٢٧٥]، خُصَّ منه البيوع الفاسدة وهى كثيرة بالسنة، {وَحَرَّمَ الرِّبَا} [البقرة:٢٧٦]، خُصَّ منه العرايا بالسنة، وآيات المواريث خُصَّ منها القاتل والمخالف فى الدين بالسنة، وقوله: {وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا} [المائدة:٣٨]، خُصَّ منه من سرق دون ربع دينار بالسنة.

ومن أمثلة ما خُصَّ بالقياس، آية الزنا: {فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ} [النور:٢] خُصَّ منها العبد بالقياس على الأمة المنصوصة فى قوله: {فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ} [النساء:٢٥] المخصص لعموم الآية ذكره مكى أيضا،

ترجمہ: قرآن میں تخصیص کی مثالوں میں شامل ہے، اللہ ﷻ کا قول: {وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ} [البقرة:٢٢٨]، جو کہ ان آیات سے مخصوص ہے: {إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ} [الأحزاب:٤٩]، اور [الطلاق:٤]، اور {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ} [المائدة:٣]، جس سے مخصوص ہے مچھلی کے میتہ ہونے کی وجہ سے، {أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ} [المائدة:٩٦]، اور خون جامد کے بارے میں {دَمًا مَّسْفُوحًا} [الأنعام:١٤٥]، اور یہ آیت {وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا} [النساء:٢٠]، جو کہ یہ والی آیت {فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ} [البقرة:٢٢٩] سے مخصوص ہے،

اور یہ آیت {الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ} [النور:٢]، جو کہ یہ والی آیت {فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ} [النساء:٢٥] سے مخصوص ہے،

اور یہ آیت {فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ} [النساء:۳]، جو کہ یہ والی آیت {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ} [النساء:۲۳] سے مخصوص ہے۔

احادیث کی روشنی میں تخصیص کی مثالیں ہیں، اللہﷻ کا قول: {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ} [البقرۃ:۲۷۵]. جو کہ بہت ساری باطل بیوع سے مخصوص ہے، {وَحَرَّمَ الرِّبَا} [البقرۃ:۲۷۶]. جو کہ عرایا سے مخصوص ہے، اور میراث کی آیات جو کہ القاتل والمخالف فی الدین سے مخصوص ہیں، اور {وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا} [المائدۃ:۳۸]. جو کہ ربع دینار سے کم چوری کرنے والوں سے مخصوص ہے۔

تخصیص کی مثالوں میں اجماع بھی ہے۔یعنی کبھی اجماع کے ذریعے بھی عام حکم کی تخصیص کی جاتی ہے جیسے آیت میراث میں حکم عام تھا۔اس سے بالاجماع غلام کو خاص کیا لہذا غلام اس حکم عام میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے وارث نہیں ہوگا۔

تخصیص کی مثالوں میں قیاس بھی ہے۔یعنی بعض اوقات قیاس کے ذریعے بھی تخصیص ہوتی ہے جیسے {فاجلدوا کل واحد منهما مئة جلدة} اس آیت سے غلاموں کو کنیزوں پر قیاس کرتے ہوئے خاص کیا ہے اور کنیزوں کے بارے میں نص صریح منصوص علیہ موجود ہے (فعلیھن۔۔۔ الایہ)

فَصْلٌ مِنْ خَاصِّ الْقُرْآنِ مَا كَانَ مُخَصِّصًا لِعُمُومِ سُنَّةٍ وَهُوَ عَزِيزٌ، وَمِنْ أَمْثِلَتِهِ قَوْلُهُ ﷻ: {حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ} [التوبة:۲۹]، خَصَّ عُمُومَ قَوْلِهِ ﷺ: [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ]، وَقَوْلُهُ ﷻ: {حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} [البقرة:۲۳۸]، خَصَّ عُمُومَ نَهْيِهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوهَةِ بِإِخْرَاجِ الْفَرَائِضِ، وَقَوْلُهُ ﷻ: {وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا} [النحل:۸۰]، خَصَّ عُمُومَ قَوْلِهِ ﷺ: [مَا أُبِينَ مِنْ حَيٍّ فَهُوَ مَيِّتٌ]، وَقَوْلُهُ ﷻ: {وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ} [التوبة:۶۰]، خَصَّ عُمُومَ قَوْلِهِ ﷺ: [لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ]، وَقَوْلُهُ ﷻ: {فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي} [الحجرات:۹]، خَصَّ عُمُومَ قَوْلِهِ ﷺ: [إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ].

ترجمہ: قرآن کی مخصوص آیات جنہوں نے سنت کے عمومی احکامات کو مخصوص کیا اور یہ نادر ہیں۔

اس کی مثالوں میں شامل ہے: اللہ ﷻ کا فرمان: {حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ} [التوبة۲۹]۔ اس آیت نے نبی کریم ﷺ کے عمومی فرمان [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ] کو مخصوص کیا

اسی طرح اللہ ﷻ کے اِس فرمان: {حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ} [البقرة: ۲۳۸]۔نے نبی کریم ﷺ کے عمومی منع [عنِ الصَّلَاةِ فِي الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوهَةِ] کو فرض نمازوں کے اخراج کے ساتھ مخصوص کیا

اسی طرح اللہ ﷻ کے اِس فرمان: {وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا} [النحل:۸۰]۔نے نبی کریم ﷺ کے عمومی فرمان [مَا أُبِينَ مِنْ حَيٍّ فَهُوَ مَيْتٌ] کو مخصوص کیا

اسی طرح اللہ ﷻ کے اِس فرمان: {وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ} [التوبہ:۶۰]۔نے نبی کریم ﷺ کے عمومی فرمان [لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ] کو مخصوص کیا

اسی طرح اللہ ﷻ کے اِس فرمان: {فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي} [الحجرات:۹]۔ نے نبی ﷺ کے عمومی فرمان [إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ] کو مخصوص کیا۔

سوال نمبر 119: کیا عام وخاص ہمیشہ عام خاص ہو کر ہی استعمال ہونگے؟

فُرُوعٌ مُنْثُورَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالْعُمُومِ وَالْخُصُوصِ:

الْأَوَّلُ: إِذَا سِيقَ الْعَامُّ لِلْمَدْحِ أَوِ الذَّمِّ فَهَلْ هُوَ بَاقٍ عَلَى عُمُومِهِ؟ فِيهِ مَذَاهِبُ:

أَحَدُهَا: نَعَمْ، إِذْ لَا صَارِفَ عَنْهُ وَلَا تَنَافِي بَيْنَ الْعُمُومِ وَبَيْنَ الْمَدْحِ أَوِ الذَّمِّ.

وَالثَّانِي لَا، لِأَنَّهُ لَمْ يُسَقْ لِلتَّعْمِيمِ بَلْ لِلْمَدْحِ أَوِ الذَّمِّ.

وَالثَّالِثُ: هُوَ الأَصَحُّ، التَّفْصِيلُ فَيَعُمُّ إِنْ لَمْ يُعَارِضْهُ عَامٌّ آخَرُ لَمْ يُسَقْ لِذَلِكَ وَلَا يَعُمُّ إِنْ عَارَضَهُ ذَلِكَ، جَمْعًا بَيْنَهُمَا.

مِثَالُهُ: قَوْلُهُ ﷻ {إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۞ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ} [الإنفطار].

وَمَعَ الْمُعَارِضِ قَوْلُهُ ﷻ {وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ} [المؤمنون ٥-٦]. فَإِنَّهُ سِيقَ لِلْمَدْحِ وَظَاهِرُهُ يَعُمُّ الأُخْتَيْنِ بِمِلْكِ الْيَمِينِ جَمْعًا، وَعَارَضَهُ فِي ذَلِكَ {وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ} [النساء:٢٣]، فَإِنَّهُ شَامِلٌ لِجَمْعِهِمَا بِمِلْكِ الْيَمِينِ وَلَمْ يُسَقْ لِلْمَدْحِ فَحُمِلَ الأَوَّلُ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ بِأَنْ لَمْ يُرِدْ تَنَاوُلَهُ لَهُ.

وَمِثَالُهُ فِي الذَّمِّ: {وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ} [التوبة: ٣٤]، فَإِنَّهُ سِيقَ لِلذَّمِّ وَظَاهِرُهُ يَعُمُّ الْحُلِيَّ الْمُبَاحَ، وَعَارَضَهُ فِي ذَلِكَ حَدِيثُ جَابِرٍ رضي الله عنه [لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَوٰةٌ]، فَحُمِلَ الأَوَّلُ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ.

ترجمہ: فروعِ منثورہ جو عموم اور خصوص سے متعلق ہیں:

پہلا: جب عام کو مدح یا ذم کے لئے ذکر کیا جائے تو کیا وہ اپنی عمومیت پر قائم رہتا ہے؟ اس میں مختلف آراء ہیں:

پہلا: نعم، کیونکہ اس سے منحرف کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور عموم اور مدح یا ذم کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔

دوسرا: لا، کیونکہ یہ عام نہیں ہے بلکہ مدح یا ذم کے لئے ہے۔

تیسرا: یہ صحیح ہے، تفصیل یہ ہے کہ وہ عمومیت رکھتا ہے اگر اس کا کوئی دوسرا عام معارض نہ ہو جو اس مقصد کے لئے نہ ہو، اور اگر کوئی معارض ہو تو عمومیت نہیں رکھتا، تاکہ دونوں کے درمیان توازن برقرار رہے۔

مثال: اللہ ﷻ کا قول {إن الأبرار لفی نعیم وإن الفجار لفی جحیم} [الانفطار]۔

معارض کے ساتھ: اللہ ﷻ کا قول {والذین هم لفروجهم حافظون إلا علی أزواجهم أو ما ملکت أیمانهم} [المؤمنون:٦٣]، کیونکہ یہ مدح کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مملوکات الیمین

(غلاموں) کے ساتھ بہنوں کو بھی شامل کرتا ہے، مگر اس کے ساتھ {وأن تجمعوا بين الأختين} [النساء:٢٣] ہے، جو مملوکات الیمین کے ساتھ بہنوں کے جمع ہونے کو شامل کرتا ہے اور مدح کے لئے نہیں ہے، لہٰذا پہلے کو کسی اور طریقے سے سمجھا گیا، کہ اس کا مقصدا نہیں شامل کرنا نہیں تھا۔

ذم کی مثال: {والذين يكنزون الذهب والفضة} [التوبة:٣٤]، کیونکہ یہ ذم کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مباح زیورات کو بھی شامل کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ جابر بن عبداللہ ﷛ کی حدیث {ليس في الحلي زكاة} ہے، توپہلے کو کسی اور طریقے سے سمجھا گیا۔

الثَّانِي: أُخْتُلِفَ فِي الْخِطَابِ الْخَاصِّ بِهِ ﷺ نَحْوَ {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ}، {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ}، هَلْ يَشْمَلُ الأُمَّةَ؟ فَقِيلَ: نَعَمْ، لِأَنَّ أَمْرَ الْقُدْوَةِ أَمْرٌ لِاتِّبَاعِهِ مَعَهُ عُرْفًا، وَالأَصَحُّ فِي الأُصُولِ: الْمَنْعُ لِاخْتِصَاصِ الصِّيغَةِ بِهِ.

الثَّالِثُ: اختلف فِي الخِطَابِ بـ {يَا أَيُّهَا النَّاسُ}، هَلْ يَشْمَلُ الرَّسُولَ عَلَى مَذَاهِبٍ؟ أَصَحُّهَا وَعَلَيْهِ الأَكْثَرُونَ: نَعَمْ؛ لِعُمُومِ الصِّيغَةِ لَهُ. أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ ﷫ قَالَ: إِذَا قَالَ اللهُ ﷻ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا افْعَلُوا} فَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْهُمْ.

وَالثَّانِي: لَا؛ لِأَنَّهُ وَرَدَ عَلَى لِسَانِهِ لِتَبْلِيغِ غَيْرِهِ وَلِمَا لَهُ مِنَ الخصَائِصِ.

وَالثَّالِثُ: إِنِ اقْتَرَنَ بِـ "قُلْ" لَمْ يَشْمَلْهُ لِظُهُورِهِ فِي التَّبْلِيغِ، وَذَلِكَ قَرِينَةُ عَدَمِ شُمُولِهِ، وَإِلَّا فَيَشْمَلُهُ.

الرَّابِعُ: الأَصَحُّ فِي الأُصُولِ أَنَّ الخِطَابَ بِـ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" يَشْمَلُ الكَافِرَ وَالعَبْدَ لِعُمُومِ اللَّفْظِ. وَقِيلَ لَا يَعُمُّ الكَافِرَ بِنَاءً عَلَى عَدَمِ تَكْلِيفِهِ بِالْفُرُوعِ وَلَا العَبْدَ لِصَرْفِ مَنَافِعِهِ إِلَى سَيِّدِهِ شَرْعًا.

الخامس: اختلف فِي "مِنْ" هَلْ تَنَاوَلَ الأُنْثَى؟ فَالأَصَحُّ: نَعَمْ، خِلَافًا لِلْحَنَفِيَّةِ، لَنَا قَوْلُهُ ﷻ {وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى} [النساء: ١٢٤]، فَالتَّفْسِيرُ بِهِمَا دَالٌّ عَلَى تَنَاوُلِ "مِنْ" لَهُمَا، وَقَوْلُهُ ﷻ {وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ} [الأحزاب:٣١].

واختلف في جمع المذكر السالم هل يتناولها؟

فَالأَصَحُّ: لَا، وَإِنَّمَا يَدْخُلْنَ فِيهِ بِقَرِينَةٍ أَمَّا الْمُكَسَّرُ فَلَا خِلَافَ فِي دُخُولِهِنَّ فِيهِ.

ترجمہ: دوسری فرع: اختلاف کیا گیا ہے {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ} ، {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ} ، کہ زریعے خطاب خاص نبی اکرم ﷺ سے ہے؟ کیا یہ خطاب امت کو بھی شامل کرتا ہے؟

کہا گیا: ہاں، کیونکہ قائد کا حکم اس کی اتباع کرنے والوں کے لئے بھی ہوتا ہے، اور اصولوں میں صحیح بات یہ ہے کہ منع کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ صیغہ خاص حضور ﷺ کے لئے ہے۔

تیسری فرع: اختلاف کیا گیا ہے کہ خطاب {يَا أَيُّهَا النَّاسُ} کیا نبی کریم ﷺ کو بھی شامل کرتا ہے؟

صحیح ترین قول اور اکثر علماء کے مطابق: ہاں؛ کیونکہ صیغہ عام ہے۔ ابن ابی حاتم نے امام زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا افْعَلُوا} تو نبی ﷺ بھی اس میں شامل ہیں۔

دوسرا مذھب: نہیں؛ کیونکہ یہ حضور ﷺ کے ذریعے دوسروں کو پہنچانے کے لیے آیا ہے حضور کی مخصوص خصوصیات کی وجہ سے۔

تیسرا مذھب: اگر یہ "قل" کے ساتھ آیا خطاب نبی ﷺ کو شامل کرتا ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ اگر "قل" کے ساتھ ہے تو شامل نہیں ہوتا کیونکہ یہ تبلیغ کے لیے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ اس کے شامل نہ ہونے کا قرینہ ہے، ورنہ شامل ہوتا ہے۔

چوتھی فرع: زیادہ صحیح اصولی طور پر، "یا ایھا الناس" کے خطاب میں کافر اور غلام دونوں شامل ہیں کیونکہ لفظی طور پر یہ عام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ کافر کو شامل نہیں کرتا کیونکہ کافر پر فروعی احکام کا مکلف نہیں ہے، اور غلام کو بھی شامل نہیں کرتا کیونکہ اس کی منفعتیں شرعاً اپنے مالک کے لیے مختص ہیں۔

پانچویں فرع: اختلاف کیا گیا ہے کہ "من" کیا عورتوں کو بھی شامل کرتی ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ ہاں، حنفیوں کے موقف کے برعکس، اس کے حق میں اللہ ﷻ کا قول {وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى} [النساء: ١٢٤] ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "من" دونوں کو شامل کرتا ہے، اور اللہ ﷻ کا قول {وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ} [الأحزاب: ٣٥]۔

اور اختلاف کیا گیا جمع مذکر سالم میں کہ یہ عورتوں کو بھی شامل کرتا ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ نہیں، اور وہ قرینے کے ذریعے شامل ہوتی ہیں، لیکن مکسر جمع میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ شامل ہوتی ہیں

اَلسَّادِسُ: اُخْتُلِفَ فِي الخِطابِ بـ "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ" هَلْ يَشْمِلُ الْمُؤْمِنِينَ؟

فالأَصَحُّ لَا؛ لِأَنَّ اللَّفْظَ قَاصِرٌ عَلَىٰ مَنْ ذُكِرَ. وقِيلَ: إنْ شَارَكُوهُمْ فِي المعنى شَمَلَهُمْ، وإلا فلا.

واختلف في الخطاب "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" هل يَشْمِلُ أَهْلَ الكتاب؟ فَقِيلَ: لا بِنَاءً عَلَىٰ أَنَّه غَيْرُ مُخَاطَبِينَ بِالفُرُوعِ.

وقِيلَ: نعم، وَاخْتَارَهُ ابْنُ السَّمْعَانِيِّ قَالَ: وقَوْلُه "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" [البقرة: ١٠٤] خِطَابُ تَشْرِيفٍ لَا تَخْصِيصٍ.

ترجمہ: چھٹی فرع: "يأهل الكتاب" کے خطاب پر اختلاف ہے کہ آیا یہ مومنین کو بھی شامل کرتا ہے؟

صحیح یہ ہے کہ نہیں؛ کیونکہ لفظ صرف انہی لوگوں تک محدود ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

کہا گیا کہ اگر انہوں نے معنی میں شریک کیا تو انہیں شامل کیا جائے گا، ورنہ نہیں۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" کے خطاب پر بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اہلِ کتاب کو شامل کرتا ہے؟

کہا گیا کہ نہیں، کیونکہ وہ فروع میں مخاطب نہیں ہیں۔

اور کہا گیا کہ ہاں، ابن السمعانی نے اسے اختیار کیا اور کہا: "اے ایمان والو" [البقرة: ١٠٤] خطاب تکریم ہے، تخصیص نہیں۔

فِي مُجْمَلِهِ وَمُبَيَّنِهِ

سوال نمبر120: کلام کے مجمل و مبین ہونے کے بارے میں بتائیے؟

جواب: المُجْمَلُ: مَالَمْ تَتَّضِحْ دِلَالَتُهُ وَهُوَ وَاقِعٌ فِي الْقُرْآنِ خِلَافًا لِدَاوُدَ الظَّاهِرِيِّ وَفِي جَوَازِ بَقَائِهِ مُجْمَلًا أَقْوَالٌ أَصَحُّهَا لَا يَبْقَى الْمُكَلَّفُ بِالْعَمَلِ بِهِ بِخِلَافِ غَيْرِهِ

اِخْتَلَفَ فِي آيَاتٍ هَلْ هِيَ مِنْ قَبِيلِ الْمُجْمَلِ أَمْ لَا

مِنْهَا آيَةُ السَّرِقَةِ قِيلَ: إِنَّهَا مُجْمَلَةٌ فِي الْيَدِ لِأَنَّهَا تُطْلَقُ عَلَى الْعُضْوِ إِلَى الْكُوعِ وَإِلَى الْمِرْفَقِ وَإِلَى الْمَنْكِبِ وَفِي الْقَطْعِ لِأَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَى الْبِيَانَةِ وَعَلَى الْجُرْحِ وَلَا ظُهُورَ لِوَاحِدٍ مِنْ ذَلِكَ وَبَيَانَةُ الشَّارِعِ مِنَ الْكُوعِ تَبِيْنُ أَنَّ الْمُرَادَ ذَلِكَ.

وَقِيلَ لَا إِجْمَالَ فِيهَا لِأَنَّ الْقَطْعَ ظَاهِرٌ فِي الْإِبَانَةِ

وَمِنْهَا {وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ} [المائدة] قِيلَ إِنَّهَا مُجْمَلَةٌ لِتَرَدُّدِهَا بَيْنَ مَسْحِ الْكُلِّ وَالْبَعْضِ وَمَسْحُ الشَّارِعِ النَّاصِيَةَ مُبَيِّنٌ لِذَلِكَ

وَقِيلَ لَا، وَإِنَّمَا هِيَ لِمُطْلَقِ الْمَسْحِ الصَّادِقِ بِأَقَلِّ مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ الِاسْمُ وَيُفِيدُهُ

وَمِنْهَا الْآيَاتُ الَّتِي فِيهَا الْأَسْمَاءُ الشَّرْعِيَّةُ نَحْوَ {وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ} [البقرة] {فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ} [البقرة] {وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ} [آل عمران] قِيلَ إِنَّهَا مُجْمَلَةٌ لِاحْتِمَالِ الصَّلَوٰةِ لِكُلِّ دُعَاءٍ وَالصِّيَامِ لِكُلِّ إِمْسَاكٍ وَالْحَجِّ لِكُلِّ قَصْدٍ وَالْمُرَادُ بِهَا لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اللُّغَةُ فَافْتَقَرَتْ إِلَى الْبَيَانِ

قِيلَ لَا بَلْ يُحْمَلُ عَلَى كُلِّ مَا ذُكِرَ إِلَّا مَا خُصَّ بِدَلِيلٍ۔

مجمل اور مبین کا بیان:

ترجمہ: مجمل: وہ ہے جس کی دلالت واضح نہ ہو اور یہ قرآن میں موجود ہے، برعکس داؤد ظاہری کے۔
اور اس کے مجمل رہنے کے جواز میں مختلف قول ہیں۔
صحیح ترین یہ ہے کہ مکلف اس پر عمل نہیں کر سکتا، برعکس دوسرے امور کے۔

آیات کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ مجمل کی قسم سے ہیں یا نہیں۔

ان میں سے ایک آیت چوری کے بارے میں ہے، کہا گیا ہے کہ یہ الید میں مجمل ہے کیونکہ یہ عضو تک، کوع تک، مرفق تک، اور منکب تک بھی استعمال ہوتا ہے، اور قطع میں کیونکہ یہ ابانۃ اور جرح کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اور ان میں سے کسی کی وضاحت نہیں ہے۔ شارع کا کوع سے بیان کرنا واضح کرتا ہے کہ مراد یہی ہے۔

کہا گیا کہ یہاں کوئی اجمال نہیں ہے کیونکہ قطع واضح طور پر ابانۃ میں ہے۔

اور {وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ} [المائدة] میں کہا گیا ہے کہ یہ مجمل ہے کیونکہ یہ کل یا بعض حصے پر مسح کرنے کے درمیان تردد رکھتا ہے، اور شارع کا ناصیہ پر مسح کرنا اس کی وضاحت کرتا ہے۔

اور کہا گیا کہ نہیں، بلکہ یہ مطلق مسح کے لیے ہے جو کم سے کم استعمال پر صادق آتا ہے اور مفید ہے۔

اور ان آیات میں جن میں شرعی نام ہیں، جیسے {وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ} [البقرة] {فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ} [البقرة] {وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ} [آل عمران]، کہا گیا ہے کہ یہ مجمل ہیں کیونکہ صلوۃ ہر دعا کے لیے، صوم ہر امساک کے لیے، اور حج ہر قصد کے لیے ہو سکتا ہے، اور زبان اس پر دلالت نہیں کرتی، اس لیے وضاحت کی ضرورت ہے۔

کہا گیا کہ نہیں، بلکہ ان سب پر حمل کیا جائے گا، سوائے اس کے جو دلیل سے مخصوص ہے۔

فِي ناسِخِهِ ومنسُوخِهِ

سوال نمبر121: کلام کا ناسخ و منسوخ ہونا کیا ہے؟

جواب: **وَفِي هَذَا النَّوْعِ مَسَائِلُ:**

الأُولَى: يُرَدُّ النَّسْخُ بِمَعْنَى الإِزَالَةِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ {فَيَنْسَخُ اللهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللهُ آيَاتِهِ} [الحج]

وَبِمَعْنَى التَّبْدِيلِ وَمِنْهُ {وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ} [النحل]

وَبِمَعْنَى التَحْوِيلِ كَتَنَاسُخِ المَوَارِيثِ بِمَعْنَى تَحْوِيلِ الْمِيرَاثِ مِنْ وَاحِدٍ إِلَى وَاحِدٍ

وَبِمَعْنَى النَّقْلِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ وَمِنْهُ "نَسَخْتُ الْكِتَابَ إِذَا نَقَلْتُ مَا فِيهِ حَاكِيًا لِلَفْظِهِ وَخَطِّهِ"

ناسخ اور منسوخ کا بیان:

ترجمہ: اس قسم میں مسائل ہیں:

پہلا: نسخ کا مطلب ہے ازالہ، اور اس کی مثال ہے اللہ ﷻ کا قول: {فَيَنْسَخُ اللهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللهُ آيَاتِهِ} [الحج]

اور نسخ کا مطلب ہے تبدیل، اور اس کی مثال ہے: {وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ} [النحل]

اور نسخ کا مطلب ہے تحویل، جیسے وراثت کا نسخ، یعنی میراث کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا

اور نسخ کا مطلب ہے نقل، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، اور اس کی مثال ہے: "میں نے کتاب کو نسخ کیا جب میں نے اس میں موجود مواد کو اس کے لفظ اور خط کے ساتھ منتقل کیا"

الثانية: النَّسْخُ مِمَّا خَصَّ اللهُ ﷻ بِهِ هَذِهِ الأُمَّةَ لِحِكَمٍ مِنْهَا التَّيْسِيرُ

وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى جَوَازِهِ وَأَنْكَرَهُ الْيَهُودُ ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّهُ بَدَاءَةٌ كَمَنْ يَرَى الرَّأْيَ ثُمَّ يَبْدُو لَهُ، وَهُوَ بَاطِلٌ لِأَنَّهُ بَيَانُ مُدَّةِ الْحُكْمِ كَالْإِحْيَاءِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَعَكْسِهِ وَالْمَرَضِ بَعْدَ الصِّحَّةِ وَعَكْسِهِ وَالْفَقْرِ بَعْدَ الْغِنَى وَعَكْسِهِ، وَذَلِكَ لَا يَكُونُ بَدَاءَةً فَكَذَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي النَّسْخِ فَقِيلَ لَا يُنْسَخُ الْقُرْآنُ إِلَّا بِقُرْآنٍ لِقَوْلِهِ ﷻ {مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا} [البقرة] قَالُوا وَلَا يَكُونُ مِثْلُ الْقُرْآنِ وَخَيْرٌ مِنْهُ إِلَّا قُرْآنٌ

وَقِيلَ بَلْ يُنْسَخُ الْقُرْآنُ بِالسُّنَّةِ لِأَنَّهَا أَيْضًا مِنْ عِنْدِ اللهِ قَالَ ﷻ {وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى} [النجم] وَجَعَلَ مِنْهَا آيَةُ الْوَصِيَّةِ الْآتِيَةِ

ترجمہ: ثانی: نسخ وہ چیز ہے جسے اللہ ﷻ نے اس امت کے لیے خاص کیا ہے، وذلک لغرض التیسیر.

مسلمانوں نے اس کے جواز پر اتفاق کیا ہے، جبکہ یہودیوں نے اس کی مخالفت کی، ان کا خیال تھا کہ یہ بداء ہے، جیسے کوئی رائے بنائے پھر اس سے بدل جائے، اور یہ باطل ہے، کیونکہ یہ اُحکام کی مدت کی وضاحت ہے، جیسے زندگی کے بعد موت، صحت کے بعد مرض، اور غنی کے بعد فقر، اور یہ بداء نہیں ہے، اسی طرح امر اور نہی بھی۔

علماء کے درمیان نسخ پر اختلاف ہے؛ کہا گیا کہ قرآن کو صرف قرآن سے ہی منسوخ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: {مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا} [البقرة]، اور کہا کہ قرآن کے مثل اور بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، سوائے قرآن کے۔

اور کہا گیا کہ قرآن کو سنت سے بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ سنت بھی اللہ ﷻ کی طرف سے ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: {وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى} [النجم]، اور اس میں آیۃ الوصیۃ بھی شامل ہے۔

بالطبع، سأضيف الحركات المطلوبة للنص:

والثالثة: لَا يَقَعُ النَّسْخُ إِلَّا فِي الأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَلَوْ بِلَفْظِ الْخَبَرِ، أَمَّا الْخَبَرُ الَّذِي لَيْسَ بِمَعْنَى الطَّلَبِ فَلَا يَدْخُلُهُ النَّسْخُ، وَمِنْهُ الوَعْدُ وَالْوَعِيدُ.

وَإِذَا عَرَفْتَ ذَلِكَ عَرَفْتَ فَسَادَ صُنْعِ مَنْ أَدْخَلَ فِي كُتُبِ النَّسْخِ كَثِيرًا مِنْ آيَاتِ الْإِخْبَارِ وَالوَعْدِ وَالْوَعِيدِ.

ترجمہ: تیسرا: نسخ، صرف، امر، اور، نہی، میں ہوتا ہے، حتی کہ اگر خبر کے الفاظ میں بھی ہو، لیکن، خبر، جو طلب کے معنی میں نہ ہو، جیسے، وعد، اور، وعید، اس میں نسخ نہیں ہوتا۔

جب آپ یہ سمجھ لیں، تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جن لوگوں نے نسخ کی کتابوں میں بہت ساری آیات اخبار، وعد، اور، وعید، شامل کی ہیں، ان کا عمل غلط ہے۔

الرَّابِعَةُ النَّسْخُ أَقْسَامٌ

أَحَدُهَا: نَسْخُ الْمَأْمُورِ بِهِ قَبْلَ امْتِثَالِهِ وَهُوَ النَّسْخُ عَلَى الْحَقِيقَةِ كَآيَةِ النَّجْوَى

الثَّانِي: نَسْخُ مَا كَانَ شَرْعًا لِمَنْ قَبْلَنَا كَآيَةِ شَرْعِ الْقِصَاصِ وَالدِّيَةِ أَوْ كَانَ أُمِرَ بِهِ أَمْرًا إِجْمَالِيًّا كَنَسْخِ التَّوَجُّهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِالْكَعْبَةِ وَصَوْمِ عَاشُورَاءَ بِرَمَضَانَ وَإِنَّمَا يُسَمَّى هَذَا نَسْخًا تَجَوُّزًا

الثَّالِثُ: مَا أُمِرَ بِهِ لِسَبَبٍ ثُمَّ يَزُولُ السَّبَبُ كَالْأَمْرِ حِينَ الضَّعْفِ وَالْقِلَّةِ بِالصَّبْرِ وَالصَّفْحِ ثُمَّ نُسِخَ بِإِيجَابِ الْقِتَالِ وَهَذَا فِي الْحَقِيقَةِ لَيْسَ نَسْخًا بَلْ هُوَ مِنْ قِسْمِ الْمُنْسَأِ كَمَا قَالَ تَعَالَى {أَوْ نُنْسِهَا} فَالْمُنْسَأُ هُوَ الْأَمْرُ بِالْقِتَالِ إِلَى أَنْ يَقْوَى الْمُسْلِمُونَ وَفِي حَالِ الضَّعْفِ يَكُونُ الْحُكْمُ وُجُوبَ الصَّبْرِ عَلَى الْأَذَى وَبِهَذَا يُضْعِفُ مَا لَهِجَ بِهِ كَثِيرُونَ مِنْ أَنَّ الْآيَةَ فِي ذَلِكَ مَنْسُوخَةٌ بِآيَةِ السَّيْفِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ بَلْ هِيَ مِنَ الْمُنْسَأِ بِمَعْنَى أَنَّ كُلَّ أَمْرٍ وَرَدَ يُوجِبُ امْتِثَالَهُ فِي وَقْتٍ مَّا لِعِلَّةٍ تَقْتَضِي ذَلِكَ الْحُكْمَ ثُمَّ يَنْتَقِلُ بِانْتِقَالِ تِلْكَ الْعِلَّةِ إِلَى حُكْمٍ آخَرَ وَلَيْسَ بِنَسْخٍ إِنَّمَا النَّسْخُ الْإِزَالَةُ لِلْحُكْمِ حَتَّى لَا يَجُوزَ امْتِثَالُهُ۔

ترجمہ: **چوتھا نسخ مختلف اقسام میں تقسیم ہوتا ہے:**

نسخ حقیقی: یہ وہ نسخ ہے جو کسی حکم کے پورا ہونے سے پہلے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، آیتِ نجویٰ کا نسخ۔

نسخ سابقہ شرائع: یہ نسخ وہ ہے جو سابقہ امتوں کے لیے تھا، جیسے آیتِ قصاص اور دیت کا نسخ، یا ایسی چیزیں جو عمومی طور پر حکم دی گئی تھیں، جیسے بیت المقدس کی طرف رخ بدلنا اور عاشوراء کے روزے کا رمضان سے نسخ۔ یہ نسخ یہاں تجوّزاً کہا گیا ہے۔

نسخ علت زائل ہونے سے: یہ وہ نسخ ہے جس میں حکم کسی سبب کی بناء پر تھا، اور جب وہ سبب ختم ہو جاتا ہے تو حکم بھی بدل جاتا ہے، جیسے ضعف کی حالت میں صبر کرنے کا حکم، اور بعد میں جنگ کا حکم آتا ہے۔ حقیقت میں یہ نسخ نہیں بلکہ "منسأ" ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَوْ نُنْسِهَا} (یا ہم اسے بھول جائیں)۔ منسأ کا مطلب ہے کہ وقتی حکم جو کسی خاص حالت میں دیا گیا، جب وہ حالت بدلتی ہے تو حکم بھی بدل جاتا ہے، اور یہ نسخ نہیں بلکہ ایک حکم کی تبدیلی ہے۔

اس میں کہا گیا ہے کہ بہت سے لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ آیتِ صبر کو آیتِ قتال نے منسوخ کر دیا ہے، جبکہ حقیقت میں یہ منسأ ہے یعنی وقتی حکم کی تبدیلی ہے۔ نسخ کا مطلب ہوتا ہے کہ حکم مکمل طور پر ختم ہو جائے اور اس پر عمل کرنا جائز نہ رہے۔

الخامِسَةُ: قَالَ بَعْضُهُمْ سُوَرُ الْقُرْآنِ بِاعْتِبَارِ النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ أَقْسَامٌ:

قِسْمٌ لَيْسَ فِيهِ نَاسِخٌ وَلَا مَنْسُوخٌ: وَهُوَ ثَلَاثَةٌ وَأَرْبَعُونَ سُورَةً الْفَاتِحَةُ وَيُوسُفُ وَيٰسٓ وَالْحُجُرَاتُ وَالرَّحْمٰنُ وَالْحَدِيدُ وَالصَّفُّ وَالْجُمُعَةُ وَالتَّحْرِيمُ وَالْمُلْكُ وَالْحَاقَّةُ وَنُوحٌ وَالْجِنُّ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ وَالنَّازِعَاتُ وَالِانْفِطَارُ وَالثَّلَاثُ بَعْدَهَا وَالْفَجْرُ وَمَا بَعْدَهَا إِلَى آخِرِ الْقُرْآنِ إِلَّا التِّينَ وَالْعَصْرَ وَالْكَافِرِينَ۔

وَقِسْمٌ فِيهِ النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوخُ: وَهِيَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ: الْبَقَرَةُ وَثَلَاثٌ بَعْدَهَا وَالْحَجُّ وَالنُّورُ وَتَالِيهَا وَالْأَحْزَابُ وَسَبَأٌ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالشُّورَىٰ وَالذَّارِيَاتُ وَالطُّورُ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُجَادَلَةُ وَالْمُزَّمِّلُ وَالْمُدَّثِّرُ وَكُوِّرَتْ وَالْعَصْرُ،

وَقِسْمٌ فِيهِ النَّاسِخُ فَقَطْ: وَهُوَ سِتٌّ الْفَتْحُ وَالْحَشْرُ وَالْمُنَافِقُونَ وَالتَّغَابُنُ وَالطَّلَاقُ وَالْأَعْلَى.

وَقِسْمٌ فِيهِ الْمَنْسُوخُ فَقَطْ: وَهُوَ الْأَرْبَعُونَ الْبَاقِيَةُ كَذَا قَالَ وَهَذَا بِنَاءً عَلَى عَدِّ الْمُنْسَأِ وَالْمَخْصُوصِ مِنَ الْمَنْسُوخِ.

ترجمہ: پانچویں قسم کے تحت، کچھ لوگوں نے قرآن کی سورۃ کو ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے:

جس میں نہ ناسخ ہے اور نہ منسوخ: یہ سورتیں 43 ہیں، جیسے الفاتحہ، یوسف، یس، الحجرات، الرحمن، الحدید، الصف، الجمعة، التحریم، الملك، الحاقه، نوح، الجن، المرسلات، عم، النازعات، الانفطار، تین کے بعد کی تین سورۃ، الفجر، اور باقی قرآن کے آخری حصے تک، سوائے التین، العصر، اور الکافرون کے۔

جس میں ناسخ اور منسوخ دونوں ہیں: یہ سورتیں 25 ہیں، جیسے البقرۃ اور اس کے تین بعد کی سورتیں، الحج، النور اور اس کے بعد کی سورۃ، الأحزاب، سبأ، المؤمنون، الشوری، الذاریات، الطور، الواقعة، المجادلة، المزمل، المدثر، کورت، اور العصر۔

جس میں صرف ناسخ ہے: یہ 6 سورتیں ہیں، جیسے الفتح، الحشر، المنافقون، التغابن، الطلاق، اور الأعلی۔

جس میں صرف منسوخ ہے: یہ 40 سورتیں ہیں، اس طرح بتایا گیا ہے کہ یہ منسأ اور مخصوص منسوخ کے شمار پر مبنی ہے۔

یہ تقسیم ناسخ اور منسوخ کی بنیاد پر سورۃ کی اقسام کی وضاحت کرتی ہے۔

السَّادِسَةُ: النَّسْخُ فِي الْقُرْآنِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ

أَحَدُهَا: مَا نُسِخَ تِلَاوَتُهُ وَحُكْمُهُ مَعًا [قَالَتْ عَائِشَةُ ﷞ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ فَنُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُهُ مِنَ الْقُرْآنِ] رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ﷮

وَقَدْ تَكَلَّمُوا فِي قَوْلِهَا "وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُهُ" فَإِنَّ ظَاهِرَهُ بَقَاءُ التِّلَاوَةِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ

وَأُجِيبَ بِأَنَّ الْمُرَادَ قَارِبُ الْوَفَاةِ أَوْ أَنَّ التِّلَاوَةَ نُسِخَتْ أَيْضًا وَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ كُلَّ النَّاسِ إِلَّا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتُوُفِّيَ وَبَعْضُ النَّاسِ يَقْرَأُهَا۔

ترجمہ: **چھٹی قسم**: قرآن میں نسخ تین قسموں پر مشتمل ہے

ان میں سے ایک: وہ ہے جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے [عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو چیزیں نازل ہوئیں ان میں دس دودھ پلانے والے نصوص تھے، پھر پانچ نصوص کے ساتھ منسوخ ہو گئے، اور رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہ قرآن میں پڑھی جاتی تھیں] اس حدیث کو شیخین رحمہما اللہ نے روایت کیا اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "وہ چیزیں جنہیں پڑھا جاتا تھا" پر تبادلہ خیال کیا، کیونکہ ظاہر ہوتا ہے کہ تلاوت باقی تھی، لیکن ایسا نہیں ہے۔

اور جواب دیا گیا کہ مراد قریب کی وفات ہے یا تلاوت بھی منسوخ ہو گئی تھی اور یہ بات سب لوگوں تک رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہی پہنچی، اس لیے کچھ لوگ اسے پڑھتے رہے۔

الضَّرْبُ الثَّانِي: مَا نُسِخَ حُكْمُهُ دُونَ تِلَاوَتِهِ وَهَذَا الضَّرْبُ هُوَ الَّذِي فِيهِ الْكُتُبُ الْمُؤَلَّفَةُ وَهُوَ عَلَى الْحَقِيقَةِ قَلِيلٌ جِدًّا وَإِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ مِنْ تَعْدَادِ الْآيَاتِ فِيهِ فَإِنَّ الْمُحَقِّقِينَ مِنْهُمْ كَالْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْعَرَبِيِّ رحمه الله بَيَّنَ ذَلِكَ وَأَتْقَنَهُ،

وَمِنْهُ قَوْلُهُ تعالى {كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ} [البقرة] الْآيَةُ مَنْسُوخَةٌ قِيلَ: بِآيَةِ الْمِيرَاثِ، وَقِيلَ بِحَدِيثِ "أَلَا لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ" وَقِيلَ: بِالْإِجْمَاعِ حَكَاهُ ابْنُ الْعَرَبِيِّ رحمه الله.

قَوْلُهُ تعالى {وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ} [البقرة]. قِيلَ مَنْسُوخَةٌ بِقَوْلِهِ تعالى {فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ} [البقرة] وَقِيلَ مُحْكَمَةٌ وَلَا مُقَدَّرَةٌ.

وَقَوْلُهُ تعالى {أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ} [البقرة]. نَاسِخَةٌ لِقَوْلِهِ تعالى {كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ} [البقرة] لِأَنَّ مُقْتَضَاهَا الْمُوَافَقَةُ فِيمَا كَانَ عَلَيْهِمْ مِنْ تَحْرِيمِ الْأَكْلِ وَالْوَطْءِ بَعْدَ النَّوْمِ ذَكَرَهُ ابْنُ الْعَرَبِيِّ رحمه الله وَحَكَى قَوْلَ آخَرَ أَنَّهُ نُسِخَ لِمَا كَانَ بِالسُّنَّةِ

قَوْلُهُ ﷻ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ} [البَقَرَة]. الآيَةُ مَنْسُوخَةٌ بِقَوْلِهِ {وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً} [التَّوْبَة]

أَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مَيْسَرَةَ رحمه الله

قَوْلُهُ ﷻ {وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ} إِلَى قَوْلِهِ {مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ} [البَقَرَة]. مَنْسُوخَةٌ بِآيَةِ "أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا" وَالْوَصِيَّةُ مَنْسُوخَةٌ بِالْمِيرَاثِ وَالسُّكْنَى ثَابِتَةٌ عِنْدَ قَوْمٍ مَنْسُوخَةٌ عِنْدَ آخَرِينَ بِحَدِيثِ [وَلَا سُكْنَى] وَقَوْلُهُ ﷻ {وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ} [البَقَرَة]. مَنْسُوخَةٌ بِقَوْلِهِ بَعْدَهُ {لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا} [البَقَرَة].

وَقَوْلُهُ ﷻ {اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ} [آلِ عِمْرَان] قِيلَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ بِقَوْلِهِ {فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ} [التَّغَابُن] وَقِيلَ لَا بَلْ هُوَ مُحْكَمٌ وَلَيْسَ فِي "آلِ عِمْرَانَ" آيَةٌ يَصِحُّ فِيهَا دَعْوَى النَّسْخِ غَيْرُ هٰذِهِ الآيَةِ

وَمِنْهُ قَوْلُهُ ﷻ {لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ} [الأَحْزَاب] الآيَةُ مَنْسُوخَةٌ بِقَوْلِهِ ﷻ {إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ} [الأَحْزَاب]

وَمِنْهُ قَوْلُهُ ﷻ {إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا} [المُجَادَلَة] الآيَةُ مَنْسُوخَةٌ بِالآيَةِ بَعْدَهَا۔ فَإِنْ قُلْتَ مَا الْحِكْمَةُ فِي رَفْعِ الْحُكْمِ وَبَقَاءِ التِّلَاوَةِ۔ فَالْجَوَابُ مِنْ وَجْهَيْنِ:

أَحَدُهُمَا: أَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا يُتْلَى لِيُعْرَفَ الْحُكْمُ مِنْهُ وَالْعَمَلُ بِهِ فَيُتْلَى لِكَوْنِهِ كَلَامَ اللهِ فَتُرِكَتِ التِّلَاوَةُ لِهٰذِهِ الْحِكْمَةِ وَالْوَجْهُ الثَّانِي أَنَّ النَّسْخَ غَالِبًا مَا يَكُونُ لِلتَّخْفِيفِ فَأُبْقِيَتِ التِّلَاوَةُ تَذْكِيرًا لِلنِّعْمَةِ وَرَفْعًا لِلْمَشَقَّةِ وَأَمَّا مَا وَرَدَ فِي الْقُرْآنِ نَاسِخًا لِمَا كَانَ عَلَيْهِ الْجَاهِلِيَّةُ أَوْ كَانَ فِي شَرْعٍ مِنْ قَبْلِنَا أَوْ فِي أَوَّلِ الإِسْلَامِ فَهُوَ أَيْضًا قَلِيلُ الْعَدَدِ كَنَسْخِ اسْتِقْبَالِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِآيَةِ الْقِبْلَةِ وَصَوْمِ عَاشُورَاءَ بِصَوْمِ رَمَضَانَ۔

ترجمہ: دوسری قسم: وہ ہے جس کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن تلاوت باقی رہی، اور یہ قسم واقعی بہت کم ہے۔ اکثر لوگوں کی طرف سے آیات کی تعداد میں زیادتی کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن محققین جیسے قاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ نے اس کو واضح کیا اور درست کیا۔ اس میں شامل ہیں:

1. "کتب علیکم إذا حضر أحدکم الموت" [البَقَرَةِ]، یہ آیت منسوخ ہے۔ کہا گیا کہ یہ آیت میراث کی آیت سے منسوخ ہے، کہا گیا کہ یہ حدیث "آلا لا وصیة لوارث" سے منسوخ ہے، اور کہا گیا کہ یہ اجماع سے منسوخ ہے، جیسا کہ ابن العربی ﷫ نے بیان کیا۔

2. "وعلی الذین یطیقونه فدیة" [البَقَرَةِ]، کہا گیا کہ یہ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" [البَقَرَةِ] سے منسوخ ہے، اور کہا گیا کہ یہ محکم ہے اور اس کی کوئی مقدار نہیں۔

3. "احل لکم لیلة الصیام الرفث" [البَقَرَةِ]، یہ آیت "کما کتب علی الذین من قبلکم" [البَقَرَةِ] کو منسوخ کرتی ہے کیونکہ اس کا تقاضا ہے کہ جو تحریمیات ان پر تھیں وہ اسی طرح جاری رہیں۔ ابن العربی ﷫ نے ذکر کیا اور ایک اور قول ہے کہ یہ سنت کے ذریعہ منسوخ ہے۔

4. "یسألونك عن الشهر الحرام" [البَقَرَةِ] یہ آیت "وقاتلوا المشرکین کافة" [التوبة] سے منسوخ ہے، جیسا کہ ابن جریر نے عطا بن میسرة ﷫ سے روایت کیا۔

5. "والذین یتوفون منکم" [البَقَرَةِ]، یہ آیت "أربعة أشهر وعشرا" سے منسوخ ہے، اور وصیت میراث سے منسوخ ہے، اور بعض کے نزدیک سکونت ثابت ہے اور بعض کے نزدیک حدیث [ولا سکنی] سے منسوخ ہے۔

6. "وان تبدوا ما فی أنفسکم أو تخفوه یحاسبکم به الله" [البَقَرَةِ] یہ آیت "لا یکلف الله نفسا إلا وسعها" [البَقَرَةِ] سے منسوخ ہے۔

7. "اتقوا الله حق تقاته" [آل عمران]، کہا گیا کہ یہ آیت "فاتقوا الله ما استطعتم" [التغابن] سے منسوخ ہے، اور کہا گیا کہ یہ محکم ہے اور "آل عمران" میں کوئی اور آیت نہیں ہے جو نسخ کا دعویٰ کرے سوائے اس آیت کے۔

8. "لا یحل لك النساء" [الأحزاب] یہ آیت "إنَّا أحللنا لك أزواجك" [الأحزاب] سے منسوخ ہے۔

9. "إذا ناجيتم الرسول فقدموا" [المجادلة]، یہ آیت اس کے بعد والی آیت سے منسوخ ہے۔

اگر آپ پوچھیں کہ حکم کے ختم ہونے اور تلاوت کے باقی رہنے کی کیا حکمت ہے، تو جواب دو پہلوؤں سے ہے:

1. قرآن کی تلاوت اس لیے کی جاتی ہے تاکہ حکم معلوم ہو سکے اور اس پر عمل کیا جا سکے، اور چونکہ قرآن اللہ ﷻ کا کلام ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔ تلاوت کو اس حکمت کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

2. نسخ اکثر تخفیف کے لیے ہوتا ہے، اس لیے تلاوت کو نعمت کے یاددہانی اور مشقت کے خاتمے کے لیے برقرار رکھا گیا۔ اور جو قرآن میں ہے کہ نسخ کیا گیا ہے جیسے کہ جاہلیت یا گزشتہ شریعت یا ابتدائی اسلام میں، یہ بھی بہت کم ہے جیسے کہ بیت المقدس کی طرف قبلہ کا نسخ اور عاشوراء کا رمضان کے روزے سے نسخ۔

الضَّرْبُ الثَّالِثُ: مَا نُسِخَ تِلَاوَتُهُ دُونَ حُكْمِهِ. يَعْنِي أَنَّ النَّسْخَ هُنَا بِالنِّسْبَةِ لِلتِّلَاوَةِ فَقَطْ، فَلَا تَثْبُتُ قُرْآنِيَّتُهُ فَلَا يُثَابُ عَلَى قِرَاءَتِهِ ثَوَابَ الْقُرْآنِ. وَأَمَّا حُكْمُهُ فَبَاقٍ يُعْمَلُ بِهِ، وَأَمْثِلَةُ هَذَا الضَّرْبِ كَثِيرَةٌ.

رَوَى أَبُو عُبَيْدٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ ﷫ قَالَ: قَالَ لِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ﷛: كَأَيِّنْ تَعُدُّ سُورَةَ الْأَحْزَابِ؟ قُلْتُ: اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ آيَةً أَوْ ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ آيَةً. قَالَ: إِنْ كَانَتْ لَتَعْدِلُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَإِنْ كُنَّا لَنَقْرَأُ فِيهَا آيَةَ الرَّجْمِ. قُلْتُ: وَمَا آيَةُ الرَّجْمِ؟ قَالَ: إِذَا زَنَى الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ.

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ﷛ قَالَ: نَزَلَتْ سُورَةٌ نَحْوَ بَرَاءَةَ ثُمَّ رُفِعَتْ وَحُفِظَ مِنْهَا: «إِنَّ اللهَ سَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِأَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ وَلَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنَّى وَادِيًا ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ.

حِكْمَةُ هَذَا الضَّرْبِ: ظُهُورُ طَاعَةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِي الْمُسَارَعَةِ إِلَى بَذْلِ النُّفُوسِ۔

وَاسْتِجَابَةً لِحُكْمِ اللهِ بِطَرِيقِ الظَّنِّ مِنْ غَيْرِ اسْتِفْصَالٍ، فَيُسَارِعُونَ بِأَيْسَرِ شَيْءٍ كَمَا سَارَعَ الْخَلِيلُ إِلَى ذَبْحِ وَلَدِهِ بِمَنَامٍ. وَهُوَ أَدْنَى طَرِيقِ الْوَحْيِ۔

ترجمہ: **تیسری قسم**: وہ جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن حکم باقی رہا۔ یعنی یہاں نسخ صرف تلاوت کے اعتبار سے ہوا ہے، اس لیے وہ قرآنی حیثیت نہیں رکھتا اور اس کی تلاوت پر قرآن کا ثواب نہیں ملتا۔ تاہم، اس کا حکم باقی رہتا ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔

ابو عبید نے زر بن حبیش ﷫ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابی بن کعب ﷛ نے مجھ سے فرمایا: تم سورۂ احزاب کو کتنی آیات پر مشتمل شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا: بہتر (72) یا تہتر (73) آیات۔ انہوں نے فرمایا: یہ تو سورۂ بقرہ کے برابر ہوا کرتی تھی اور ہم اس میں آیتِ رجم پڑھا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: آیتِ رجم کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "جب کوئی بوڑھا مرد اور عورت زنا کریں تو ان دونوں کو سنگسار کر دو، یہ اللہ ﷻ کی طرف سے سزا ہے، اور اللہ ﷻ زبردست حکمت والا ہے۔"

اسی طرح ابو موسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورۃ توبہ کی طرح ایک سورہ نازل ہوئی تھی، پھر وہ اٹھا لی گئی، اور اس میں سے یہ محفوظ رہا: "اللہ ﷻ اس دین کو ایسے لوگوں کے ذریعے مضبوط کرے گا جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا، اور ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ ﷻ توبہ کرنے والوں پر مہربانی کرتا ہے۔"

اس قسم کی حکمت: اس امت کی فرمانبرداری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ ﷻ کے حکم پر جلدی عمل کرنے کے لیے اپنی جانیں پیش کرنے کو تیار رہتے ہیں، چاہے وہ حکم ظنی ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو، اور کسی تفصیل کے بغیر اسے قبول کر لیتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام محض خواب دیکھنے پر اپنے بیٹے کی قربانی کے لیے فوراً تیار ہو گئے۔ اور یہ وحی کی کم ترین صورت تھی۔

فوائدُ مَنثُورَةٌ

قالَ بعضُهم: ليسَ في القرآنِ ناسخٌ إلّا والمنسوخُ قبلَهُ في الترتيبِ إلّا في آيتَيْنِ:

آيةُ العِدَّةِ في البقرةِ، وقولُهُ: {لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ} [الأحزاب: ٥٢]، منسوخةٌ بقولهِ ﷻ: {إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ} [الأحزاب: ٥٠].

وزادَ بعضُهم ثالثةً: وهي آيةُ الحَشْرِ في الفَيْءِ على رأيِ من قالَ: إنّها منسوخةٌ بآيةِ الأنفالِ: {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ} [الأنفال: ٤١].

وزادَ قومٌ رابعةً: وهي قولهُ ﷻ: {خُذِ الْعَفْوَ} [الأعراف: ١٩٩]، يعني الفضلَ من أموالِهم على رأيِ من قالَ: إنّها منسوخةٌ بآيةِ الزكاةِ.

وقالَ ابنُ العربي: كلُّ ما في القرآنِ من الصفحِ عن الكفارِ والتولي والإعراضِ والكفِّ عنهم فهو منسوخٌ بآيةِ السيفِ، وهي: {فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ} [التوبة: ٥]، نسخت مائةً وأربعًا وعشرينَ آيةً، ثم نسخ آخرُها أولَها. انتهى۔

وكلامُهُ هذا فيهِ كما تقدَّم. وقالَ أيضًا بناءً على كلامِهِ المذكورِ: من عجيبِ المنسوخِ قولهُ ﷻ:

{خُذِ الْعَفْوَ} الآية، فإنَّ أولَها وآخرَها، وهو: {وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ}، منسوخٌ، ووسطُها محكمٌ، وهو: {وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ} [الأعراف: ١٩٩].

وقال: ومن عجيبِهِ أيضًا آيةٌ أولُها منسوخٌ وآخرُها ناسخٌ، ولا نظيرَ لها، وهي قولهُ:

{عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ} [المائدة: ١٠٥]، فقولهُ: {إِذَا اهْتَدَيْتُمْ} يعني بالأمرِ بالمعروفِ والنهيِ عن المنكرِ، فهذا ناسخٌ لقولهِ: {عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ}.

ترجمہ: **منتخب فوائد**

کچھ لوگوں نے کہا: قرآن میں کوئی ناسخ ایسی آیت نہیں جس کا منسوخ اس سے ترتیب میں پہلے نہ ہو، سوائے دو آیات کے:

1. سورہ بقرہ میں عدت والی آیت۔

2. اللہ ﷻ کا فرمان: {لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ} [الأحزاب:٥٢]، جو آیت {إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ} [الأحزاب:٥٠] سے منسوخ ہے۔

بعض نے تیسری مثال کا اضافہ کیا: سورہ حشر میں مالِ فَیء کی آیت، ان لوگوں کے قول کے مطابق جو کہتے ہیں کہ یہ سورہ انفال کی آیت: {وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ} [الأنفال:٤١] سے منسوخ ہے۔

کچھ نے چوتھی مثال کا ذکر کیا: سورہ اعراف کی آیت {خُذِ الْعَفْوَ} [الأعراف:١٩٩]، یعنی ان کے مال میں سے فضل (اضافی مال) لینے کی اجازت، ان کے قول کے مطابق جو کہتے ہیں کہ یہ آیت زکوٰۃ کی آیت سے منسوخ ہے۔

ابن عربی رحمہ اللہ نے کہا: قرآن میں کفار کے ساتھ نرمی، ان سے کنارہ کشی، اعراض اور ان کے ساتھ برداشت سے متعلق تمام آیات آیتِ سیف {فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ} [التوبة:٥] کے ذریعے منسوخ ہو گئیں۔ یہ آیت 124 آیات کو منسوخ کرتی ہے، اور پھر اس آیت کا آخری حصہ خود اس کے ابتدائی حصے کو منسوخ کرتا ہے۔

انہوں نے مزید کہا: منسوخات میں سے عجیب مثال اللہ ﷻ کا فرمان {خُذِ الْعَفْوَ} ہے، کیونکہ اس کا آغاز اور اختتام {وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ} منسوخ ہے، جبکہ درمیانی حصہ {وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ} محکم ہے۔

ایک اور عجیب مثال بھی ذکر کی گئی: ایک آیت جس کا ابتدائی حصہ منسوخ اور آخری حصہ ناسخ ہو، اور اس کی کوئی دوسری مثال نہیں، وہ آیت یہ ہے:

{عَلَيۡكُمۡ أَنفُسَكُمۡ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهۡتَدَيۡتُمۡ} [المائدة: ١٠٥]۔

اس کا مطلب ہے کہ {إِذَا ٱهۡتَدَيۡتُمۡ} معروف کی دعوت دینے اور منکر سے روکنے کے ذریعے ہے، اور یہ جملہ {عَلَيۡكُمۡ أَنفُسَكُمۡ} کو منسوخ کرتا ہے

تَنْبِيهٌ:

قالَ ابنُ الحَصَّارِ رحمه الله: إنَّما يُرْجَعُ في النَّسْخِ إلى نَقْلٍ صَرِيحٍ عنْ رسولِ اللهِ ﷺ أو عنْ صَحابِيٍّ يقولُ: «آيةُ كذا نَسَخَتْ كذا».

قالَ: وقدْ يُحكَمُ بِهِ عندَ وُجودِ التَّعارُضِ المَقْطُوعِ بِهِ معَ عِلْمِ التَّاريخِ لِيُعْرَفَ المُتَقَدِّمُ والمُتَأَخِّرُ.

قالَ: ولا يُعْتَمَدُ في النَّسْخِ قولُ عَوامِّ المُفَسِّرينَ، بلْ ولا اجْتِهادُ المُجْتَهِدينَ منْ غيرِ نَقْلٍ صَحيحٍ، ولا مُعارَضَةٍ بَيِّنَةٍ، لأنَّ النَّسْخَ يَتَضَمَّنُ رَفْعَ حُكْمٍ وإثْباتَ حُكْمٍ تَقَرَّرَ في عَهْدِهِ ﷺ، والمُعْتَمَدُ فيهِ النَّقْلُ والتَّاريخُ دونَ الرَّأْيِ والاجْتِهادِ۔

ترجمہ: تنبیہ: ابن حصار رحمہ اللہ نے کہا: نسخ کے معاملے میں صرف اس نقل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جو صریح طور پر رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو، یا کسی صحابی سے جو یہ کہے: "فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کردیا۔"

انہوں نے کہا: نسخ کا حکم اس وقت دیا جاسکتا ہے جب قطعی تعارض موجود ہو اور تاریخی علم بھی دستیاب ہو تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون سی آیت پہلے اور کون سی بعد میں نازل ہوئی۔

انہوں نے مزید کہا: نسخ کے معاملے میں عام مفسرین کی رائے پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی کسی مجتہد کی اجتہادی رائے پر، جب تک کوئی صحیح نقل یا واضح تعارض موجود نہ ہو۔ کیونکہ نسخ کا مطلب ایک حکم کو ختم کرنا اور دوسرے حکم کو ثابت کرنا ہے، جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں طے ہو چکا تھا۔ اس لیے نسخ میں نقل اور تاریخی شواہد پر انحصار کیا جاتا ہے، نہ کہ رائے یا اجتہاد پر۔

في مشكلةِ ومُوهِمِ الاختلافِ والتناقضِ

سوال نمبر122: کلام اللہﷻ میں مشکل وموھم سے کیا مراد ہے حالانکہ فی نفسہ یہ تناقض سے پاک ہے؟

جواب: وكلامُهُ تعالى منزّهٌ عن ذلكَ كما قالَ: {وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا} [النساء: ٨٢]. ولكن قد يَقَعُ للمبتدئِ ما يُوهِمُ اختلافًا وليس بِهِ في الحقيقةِ، فاحتيجَ لإزالتِهِ، كما صُنِّفَ في مختلفِ الحديثِ وبيانِ الجمعِ بينَ الأحاديثِ المتعارضةِ. وقد تكلّمَ في ذلكَ ابنُ عباسٍ ﷺ، وحُكِيَ عنهُ التوقفُ في بعضها.

قال عبدُ الرزاقِ ﷺ في "تفسيرِهِ": أنبأنا معمرٌ عن رجلٍ عن المنهالِ بنِ عمروٍ عن سعيدِ بنِ جبيرٍ ﷺ قال: جاء رجلٌ إلى ابنِ عباسٍ ﷺ فقال: رأيتُ أشياءَ تختلفُ عليَّ من القرآنِ. فقال ابنُ عباسٍ ﷺ: ما هو؟ أشَكٌّ؟ قال: ليس بشَكٍّ، ولكنهُ اختلافٌ. قال: هاتِ ما اختلفَ عليكَ من ذلكَ. قال: أسمعُ اللهَ يقولُ:

{ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ} [الأنعام: ٢٣]. وقال: {وَلَا يَكْتُمُونَ اللهَ حَدِيثًا} [النساء: ٤٢]. فقد كتموا. وأسمعه يقولُ: {فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ} [المؤمنون: ١٠١]. ثم قال: {وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ} [الصافات: ٢٧]. وقال: {أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ} [فصلت: ٩] حتى بلغ: {طَائِعِينَ} [فصلت: ١١]. ثم قال في الآيةِ الأخرى: {أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا} [النازعات: ٢٧]. ثم قال: {وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا} [النازعات: ٣٠]. وأسمعه يقولُ: كان اللهُ. ما شأنُهُ؟ يقول: {وَكَانَ اللهُ} [النساء: ١٧].

فقال ابنُ عباسٍ ﷺ: أما قوله: {ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ} [الأنعام: ٢٣]. فإنهم لما رأوا يومَ القيامةِ، وأنَّ اللهَ يغفرُ لأهلِ الإسلامِ ويغفرُ الذنوبَ ولا يغفرُ شركًا، ولا يَتَعاظَمُهُ ذنبٌ أنْ يغفرَهُ، جحدَ المشركونَ رَجاءَ أَنْ يَغْفِرَ لَهُمْ، فَقَالُوا: وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ، فَخَتَمَ اللهُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ، فَتَكَلَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ، فَعِنْدَ ذَلِكَ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللهَ حَدِيثًا۔

ترجمہ: اللہ ﷻ کا کلام ہر قسم کے تناقض سے پاک ہے، جیسا کہ فرمایا: {وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا} [النساء: ۸۲].

"اگر یہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔"

لیکن کبھی کسی مبتدی کو قرآن میں بظاہر اختلاف محسوس ہو سکتا ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، اس وجہ سے اس کی وضاحت کی ضرورت پیش آتی ہے۔اسی لیے مختلف الحدیث اور متعارض احادیث کے درمیان تطبیق کے موضوع پر کتابیں لکھی گئیں۔اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی گفتگو کی ہے،اور بعض مقامات پر توقف بھی فرمایا ہے۔

عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اپنی "تفسیر" میں کہا: ہمیں معمر نے ایک شخص سے،اور اس نے منہال بن عمرو سے، اور انہوں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کی، کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: "مجھے قرآن کی بعض چیزیں مختلف لگتی ہیں۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "کیا یہ شک ہے؟"

اس نے جواب دیا: "شک نہیں، بلکہ اختلاف محسوس ہوتا ہے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "بتاؤ، کیا چیز تمہیں مختلف محسوس ہوتی ہے؟"

اس نے کہا: میں اللہ ﷻ کا یہ فرمان سنتا ہوں: {ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ} [الأنعام: ۲۳]

"پھر ان کا کوئی عذر نہ رہا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا: اللہ ﷻ کی قسم، ہم مشرک نہ تھے۔"

اور میں یہ بھی سنتا ہوں: {وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا} [النساء: ٤٢]

"اور وہ اللہ ﷻ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔"

تو یہاں تو انہوں نے چھپایا، اور وہاں کہا گیا کہ وہ چھپا نہیں سکیں گے؟

میں یہ بھی سنتا ہوں: {فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ} [المؤمنون: ۱۰۱]

"اس دن ان کے درمیان کوئی رشتہ داری باقی نہ رہے گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔"

پھر یہ بھی سنتا ہوں: {وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ} [الصافات: ۲۷]

"اور وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں گے اور سوال کریں گے۔"

پھر میں یہ سنتا ہوں: {أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ} [فصلت: ۹]

"کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔"

یہاں تک کہ یہ پہنچا {طَائِعِينَ} [فصلت: ۱۱]۔

اور یہ بھی: {أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا} [النازعات: ۲۷]۔

"کیا تمہارے رب نے آسمان بنایا؟"

اور پھر: {وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا} [النازعات: ۳۰]

"اور زمین کو اس کے بعد بچھایا۔"

اور میں یہ بھی سنتا ہوں: "کان اللہ ﷻ" یعنی اللہ تھا، تو اس کا مطلب کیا ہے؟ جیسے: {وَكَانَ اللهُ} [النساء: ۱۷] "اور اللہ ﷻ تھا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جہاں اللہ ﷻ نے فرمایا: {ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ} [الأنعام: ۲۳]

"پھر ان کا عذر یہی ہو گا کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم، ہم مشرک نہ تھے۔"

تو قیامت کے دن جب وہ دیکھیں گے کہ اللہ ﷻ مسلمانوں کے گناہ معاف کر رہا ہے اور وہ کسی بھی گناہ کو معاف کر سکتا ہے، لیکن شرک کو معاف نہیں کرے گا، تو مشرکین اس امید میں جھوٹ بولیں گے کہ شاید اللہ ﷻ انہیں معاف کر دے۔ وہ کہیں گے: "اللہ ﷻ کی قسم، ہم مشرک نہ تھے۔"

پھر اللہ ان کے منہ بند کر دے گا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ تب کافر اور رسول کی نافرمانی کرنے والے لوگ یہ خواہش کریں گے کہ کاش انہیں زمین میں ملا دیا جائے، اور وہ اللہ ﷻ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

وَأَمَّا قَوْلُهُ: {فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ} [المؤمنون: ١٠١]، {فَإِنَّهُ إِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللهُ}، {فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ}، {ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ، فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ}، {وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ}۔

وَأَمَّا قَوْلُهُ: {خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ} [فصلت: ٩]، فَإِنَّ الْأَرْضَ خُلِقَتْ قَبْلَ السَّمَاءِ، وَكَانَتِ السَّمَاءُ دُخَانًا، فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ بَعْدَ خَلْقِ الْأَرْضِ۔

وَأَمَّا قَوْلُهُ: {وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا} [النازعات: ٣٠]، يَقُولُ: جَعَلَ فِيهَا جَبَلًا، وَجَعَلَ فِيهَا نَهَرًا، وَجَعَلَ فِيهَا شَجَرًا، وَجَعَلَ فِيهَا بُحُورًا۔

وَأَمَّا قَوْلُهُ: "كَانَ اللهُ"، فَإِنَّ اللهَ كَانَ وَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ، وَهُوَ كَذٰلِكَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ عَلِيمٌ قَدِيرٌ، لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ۔ فَمَا اخْتَلَفَ عَلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ فَهُوَ يُشْبِهُ مَا ذَكَرْتُ لَكَ، وَإِنَّ اللهَ لَمْ يُنَزِّلْ شَيْئًا إِلَّا وَقَدْ أَصَابَ الَّذِي أَرَادَ، وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

أَخْرَجَهُ بِطُولِهِ الْحَاكِمُ فِي "الْمُسْتَدْرَكِ" وَصَحَّحَهُ، وَأَصْلُهُ فِي "الصَّحِيحِ".

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِهِ: حَاصِلُ مَا فِيهِ السُّؤَالُ عَنْ أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ:

الْأَوَّلُ: نَفْيُ الْمَسْأَلَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِثْبَاتُهَا.

الثَّانِي: كِتْمَانُ الْمُشْرِكِينَ حَالَهُمْ وَإِفْشَاؤُهُ.

الثَّالِثُ: خَلْقُ الْأَرْضِ أَوِ السَّمَاءِ، أَيُّهُمَا تَقَدَّمَ.

الرَّابِعُ: الْإِتْيَانُ بِحَرْفِ "كَانَ" الدَّالِّ عَلَى الْمُضِيِّ مَعَ أَنَّ الصِّفَةَ لَازِمَةٌ.

ترجمہ: قرآن کے مختلف مقامات کے بارے میں وضاحت

اور بہر حال اللہ ﷻ تعالیٰ کا قول:

{فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ} [المؤمنون: ١٠١]

"اس دن ان کے درمیان نہ کوئی نسب ہو گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا اور سب آسمان و زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے ان کے جنہیں اللہ ﷻ چاہے۔ اس وقت کسی کے لیے کوئی نسب اور کوئی سوال و جواب نہ ہو گا۔ پھر جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب دوبارہ زندہ ہو کر کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے، اور تب وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، جیسا کہ فرمایا: {وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ} [الصافات: ٢٧]

جہاں اللہ ﷻ نے فرمایا: {خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ} [الفصلت: ٩]

"زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔"

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت آسمان دھوئیں کی شکل میں تھا۔ پھر اللہ ﷻ نے زمین کے بعد آسمان کو درست کر کے سات آسمان بنا دیا، اور یہ دو دن میں ہوا۔

جہاں فرمایا: {وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا} [النازعات: ٣٠]

"اور زمین کو اس کے بعد بچھایا۔"

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر پہاڑ بنائے، اس میں نہریں جاری کیں، درخت اگائے، اور سمندر تخلیق کیے۔

جہاں اللہ ﷻ نے فرمایا: "كَانَ الله یعنی اللہ ﷻ تھا"،

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ وہ ہمیشہ سے عزیز، حکیم، علیم اور قدیر ہے، اور اس کی یہ صفات ہمیشہ قائم ہیں۔

لہٰذا، قرآن کے وہ مقامات جو تمہیں مختلف لگتے ہیں، ان کی حقیقت بھی ایسی ہی ہے جیسے میں نے تمہیں وضاحت دی۔ اللہ ﷻ نے جو کچھ نازل کیا ہے، وہ اپنے مقصد کے عین مطابق ہے، لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں سمجھتے۔

اس روایت کو حاکم رحمہ اللہ نے اپنی "المستدرک" میں مکمل طور پر نقل کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کی شرح میں لکھا: اس میں چار مقامات کے بارے میں سوال ہوا:

1. قیامت کے دن سوال و جواب کی نفی اور اثبات۔

2. مشرکین کا اپنے حال کو چھپانا اور ظاہر کرنا۔

3. زمین اور آسمان کی تخلیق میں تقدم و تاخر۔

4. "کان" کے لفظ کا استعمال جو ماضی پر دلالت کرتا ہے، جبکہ صفت لازمی ہے۔

وحاصلُ جوابِ ابنِ عباسٍ رضي الله عنهما **عن الأولِ**: أنَّ نفيَ المسألةِ فيما قبلَ النفخةِ الثانيةِ، وإثباتَها فيما بعدَ ذلك.

وعن الثاني: أنَّهم يكتمون بألسنتِهم فتَنطِقُ أيديهم وجوارحُهم.

وعن الثالث: أنَّه بدأ خلقَ الأرضِ في يومينِ غيرِ مَدحوَّةٍ، ثم خلقَ السمواتِ فسوَّاهنَّ في يومينِ، ثم دحا الأرضَ بعدَ ذلكَ وجعلَ فيها الرواسيَ وغيرَها في يومينِ، فتلكَ أربعةُ أيامٍ للأرضِ.

وعن الرابع: بأنَّ "كان" وإن كانتْ للماضي، لكنَّها لا تَستلزِمُ الانقطاعَ، بل المرادُ أنَّه لم يزلْ كذلكَ.

وهناكَ موضعٌ توقَّفَ فيه ابنُ عباسٍ رضي الله عنهما، قالَ أبو عبيدٍ رحمه الله: حدثَنا إسماعيلُ بنُ إبراهيمَ رحمه الله عن أيوبَ رحمه الله عن ابنِ أبي مليكةَ رحمه الله قالَ: سألَ رجلٌ ابنَ عباسٍ رضي الله عنهما عن قولِه ﷻ: ﴿فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ [السجدة: ٥]، وقولِه: ﴿فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ [المعارج: ٤]، فقالَ ابنُ عباسٍ رضي الله عنهما: هما يومانِ ذكرَهما اللهُ ﷻ في كتابِه، اللهُ ﷻ أعلمُ بهما.

ترجمہ: اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ پہلے مسئلے کے بارے میں: یہ ہے کہ سوال نہ ہونے کا ذکر نفخہ ثانیہ (دوسری پھونک) سے پہلے کے وقت کے بارے میں ہے، اور سوال ہونے کا ذکر اس کے بعد کے وقت کے بارے میں ہے۔

دوسرے مسئلے کے بارے میں یہ کہ وہ اپنی زبانوں سے (بات) چھپاتے ہیں، لیکن ان کے ہاتھ اور جسم کے دیگر اعضاء گواہی دیں گے۔

تیسرے مسئلے کے بارے میں یہ کہ اللہ ﷻ نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اس وقت وہ ہموار نہ تھی، پھر آسمانوں کو پیدا کیا اور انہیں دو دن میں درست حالت میں بنایا، پھر زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دیگر چیزیں دو دن میں رکھیں۔ تو اس طرح زمین کے لیے چار دن ہوئے۔

چوتھے مسئلے کے بارے میں یہ کہ "کان" اگرچہ ماضی کے لیے آتی ہے، لیکن یہ ہمیشہ ختم ہونے کا تقاضا نہیں کرتی، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مقام پر رکے اور کچھ نہ فرمایا۔ ابو عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم رحمہ اللہ نے ہمیں بیان کیا، وہ ایوب رحمہ اللہ سے اور وہ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ ﷻ کے اس قول کے بارے میں پوچھا: "ایک دن جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے" [السجدة: ٥]

اور اللہ ﷻ کے اس قول کے بارے میں: "ایک دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے" [المعارج: ٤]

تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اللہ ﷻ ہی ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔

قال الزركشي رحمه الله في "البرهان": للاختلاف أسباب: أحدها: وقوع المخبر به على أنواع مختلفة وتطويرات شتى، كقوله { في خلق آدم من تراب } [آل عمران: ٥٩] ومرة { من حمإ مسنُون } [الحجر: ٢٨] ومرة { من طين لازب } [الصافات: ١١] ومرةً { مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَارِ } [الرحمن: ١٤] فهذه ألفاظ مختلفة ومعانيها في أحوال مختلفة؛ لأن الصلصال غير الحمإ، والحمأ غير التراب إلا أن مرجعها كلها إلى جوهر وهو التراب، ومن التراب تدرجت هذه الاحوال۔

الثانی: لاختلاف الموضع، كقوله: {وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مسئولونَ} [الصافات: ٢٤]، وقوله: {فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ} [الأعراف: ٦] مع قوله: {يَوْمَئِذٍ لا يُسْئَلُ عَن ذَنْبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ} [الرحمن: ٣٩] قال الحليمى: فتحمل الآية الأولى على السؤال عن التوحيد وتصديق الرسل،

والثانية: على ما يستلزمه الإقرار بالنبوات من شرائع الدين وفروعه. وحمله غيره على اختلاف الأماكن لأن فى القيامة مواقف كثيرة، ففى موضع يسألون. وفى آخر لا يُسألون. وقيل: إن السؤال المثبت سؤال تبكيت(1) وتوبيخ، والمنفى سؤال المعذرة وبيان الحجة. على الاختلاف المثبت والسلفى۔

الثالث: لاختلافهما فى جهتى الفعل، كقوله: {فلم تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْنَ} [الأنفال: ١٧] أُضِيف القتل إليهم والرمى إليه على جهة الكسب والمباشرة، ونفاه عنهم وعنه باعتبار التأثير.

الرابع: لاختلافهما فى الحقيقة والمجاز، كقوله: {وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هم بسكرى} [الحج: ٢] أى: سكارى من الأهوال مجازا لا من الشراب حقيقة.

الخامس: بوجهين واعتبارين كقوله: {الَّذِينَ ءَامَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ الله} [الرعد: ٢٨] مع قوله: {إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ} [الأنفال: ٢] فقد يُظن أن الوجل خلاف الطمأنينة۔

ترجمہ: امام الزرکشی رحمہ اللہ نے "البرہان" میں کہا: اختلاف کی چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: خبر دینے والی بات کے مختلف انداز میں وقوع پذیر ہونے اور مختلف حالات میں اس کے بدلنے کی وجہ سے، جیسے کہ اللہ ﷻ نے آدم کے خلق کے بارے میں فرمایا: "آل عمران: 59" میں "مٹی سے"،

"الحجر: 28" میں "حمل مسنون سے"۔ "الصافات: 11" میں "کیچڑ سے"۔ اور "الرحمن: 14" میں "پختہ مٹی سے"۔ یہ تمام الفاظ مختلف ہیں لیکن ان کے معانی مختلف حالات میں ایک جیسے ہیں کیونکہ

"صلصال"(پختہ مٹی)اور"حمل"(خشک مٹی)ایک جیسے نہیں ہیں،اور"کیچڑ"اور"مٹی"بھی مختلف ہیں، مگران سب کا اصل ماخذ"مٹی"ہی ہے،اوران تمام حالتوں کی ابتدااسی سے ہوئی۔

دوسری وجہ: مقامات کا اختلاف، جیسے اللہﷻ نے فرمایا: "الصافات: 24" میں: "اور انہیں ٹھہراؤان سے سوال کیاجائے گا"۔

اور "الأعراف: 6" میں: "تو بیشک ہم ضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے جن کی طرف (رسول) بھیجے گئےاور بیشک ہم ضرور رسولوں سے سوال کریں گے۔

اور پھر "الرحمن: 39" میں فرمایا: "اس دن نہ انسانوں سے، نہ جنوں سے، ان کے گناہوں کے بارے میں سوال کیاجائے گا"۔

حلیمی نے کہاکہ پہلی آیت توحید اور رسالت کی تصدیق کے بارے میں سوال کرنے کی وضاحت کرتی ہے، جبکہ دوسری آیت نبوتوں کی تصدیق سے جڑے دین کے قوانین اور فروع کے بارے میں سوال کرتی ہے۔کچھ لوگوں نے اسے قیامت کے مختلف مراحل کے حوالے سے بیان کیاکہ بعض مقامات پر سوال کیاجائے گااور بعض مقامات پر نہیں۔اور کچھ نے کہاکہ "سوال ثابت"کا مطلب توہین اور عتاب ہے،اور"سوال نفی"کامطلب معذرت اوردلیل پیش کرناہے۔

تیسری وجہ: عمل کی نوعیت میں اختلاف، جیسے اللہﷻ نے فرمایا: "الأنفال: 17" میں: "تم نے انہیں قتل نہیں کیا، لیکن اللہﷻ نے انہیں قتل کیا"،

اور "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ"، یہاں قتل کی اضافت لوگوں کی طرف اور پھینکنے کی اضافت اللہﷻ کی طرف کی گئی ہے، جس میں براہ راست عمل کی نسبت انسان کی طرف ہے،اوراثر کی نسبت اللہﷻ کی طرف ہے۔

چوتھی وجہ: حقیقت اور مجاز میں اختلاف، جیسے اللہﷻ نے فرمایا: "الحج: 2" میں: "تم لوگوں کو نشے میں مبتلا دیکھو گے، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہیں"۔ یہاں "نشے میں ہونا" مجازاً بیان کیا گیا ہے، نہ کہ حقیقتاً شراب سے۔

پانچویں وجہ: مختلف حیثیتوں اور پہلوؤں کے اعتبار سے، جیسے اللہﷻ نے فرمایا: "الرعد: 28" میں: "وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہﷻ کے ذکر سے ان کے دل سکون پاتے ہیں"، اور "الأنفال: 2" میں: "یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف سے لرز جاتے ہیں"۔ یہاں پر "خوف" اور "اطمینان" کے درمیان ممکنہ فرق کو واضح کیا گیا ہے۔

وَجَوَابُهُ: أَنَّ الطُّمَأْنِينَةَ تَكُونُ بِانْشِرَاحِ الصَّدْرِ بِمَعْرِفَةِ التَّوحِيدِ، وَالْوَجَلُ يَكُونُ عِنْدَ خَوْفِ الزَّيْغِ وَالذَّهَابِ عَنْ الْهُدَى، فَتَوْجِلُ الْقُلُوبُ لِذٰلِكَ، وَقَدْ جُمِعَ بَيْنَهُمَا فِي قَوْلِهِﷻ: "تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللهِ" [الزُّمَر: ٢٣].

وَمِمَّا اسْتَشْكَلَ أَيْضًا قَوْلُهُﷻ: "فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا" [الأنعام: ١٤٤]، "فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى اللهِ" [الزمر: ٣٢]، مَعَ قَوْلِهِﷻ: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ" [الكهف: ٥٧]، "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ" [البقرة: ١١٤]، إِلَى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الآيَاتِ.

وَوَجْهُ الإِشْكَالِ أَنَّ الْمُرَادَ بِالِاسْتِفْهَامِ هُنَا النَّفْيُ، وَالْمَعْنَى: "لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ" فَيَكُونُ خَبَرًا. وَإِذَا كَانَ خَبَرًا وَأُخِذَتِ الآيَاتُ عَلَى ظَاهِرِهَا أَدَّى إِلَى التَّنَاقُضِ. وَأُجِيبَ بِأَوْجُهٍ:

مِنْهَا: تَخْصِيصُ كُلِّ مَوْضِعٍ بِمَعْنَى صِلَتِهِ، أَيْ: لَا أَحَدٌ مِنَ الْمُعَانِدِينَ أَظْلَمُ مِمَّن مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ، وَلَا أَحَدٌ مِنَ الْمُفْتَرِينَ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللهِﷻ كَذِبًا، وَإِذَا تَخَصَّصَ بِالصِّلَاتِ، زَالَ التَّنَاقُضُ.

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے کہ طمانینہ دل کی سکونت اور توحید کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے، جبکہ وجل (ڈر) اس وقت ہوتا ہے جب انسان گمراہی کے خوف میں مبتلا ہو اور ہدایت سے منحرف ہونے کا خطرہ ہو، اس لیے دل اس خوف سے لرزتے ہیں۔ اور ان دونوں کی جمع کی وضاحت اس آیت میں کی گئی ہے: "تم دیکھو گے کہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، ان کی جلدیں اس سے لرز جاتی ہیں، پھر ان کی جلدیں اور دل اللہ ﷻ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں" [الزمر: ٢٣].

اسی طرح، یہ بھی مشتبہ ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: "پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھے" [الأنعام: ١٤٤]

"پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ ﷻ پر جھوٹ بولے" [الزمر: ٣٢]

اور اس کے ساتھ اللہ ﷻ نے فرمایا: "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اپنے رب کی آیات سے آگاہ ہونے کے باوجود ان سے منہ موڑے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اسے بھول جائے" [الکھف: ٥٧]، "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ ﷻ کے مساجد کو روکے" [البقرۃ: ١١٤]، اور اسی طرح کی دیگر آیات۔

اس مشتبہ کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں پر سوال کا مقصد نفی ہے، یعنی "کوئی بھی ظالم نہیں"۔ تو پھر یہ خبر ہوگی، اور اگر ہم ان آیات کو ظاہری طور پر لیں تو اس سے تضاد پیدا ہوتا ہے۔ اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا گیا ہے:

ان میں سے ایک طریقہ: یہ ہے کہ ہر مقام کو اس کے متعلقہ معنی سے خاص کیا جائے، یعنی:

"کوئی بھی شخص جو اللہ ﷻ کی مساجد کو روکے وہ سب سے زیادہ ظالم ہے"

اور "جو اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھے وہ سب سے زیادہ ظالم ہے"۔ اس طرح اگر ہر مقام کو اس کی مناسبت سے خاص کیا جائے، تو تضاد ختم ہو جاتا ہے۔

فِي مَطْلَقَةِ وَمُقَيَّدَةِ

سوال نمبر 123: کلام اللہ ﷻ مطلق و مقید کے بارے میں بیان کریں؟

جواب: الْمُطْلَقُ: الدَّالُّ عَلَى المَاهِيَّةِ بِلَا قَيْدٍ، وَهُوَ مَعَ الْمُقَيَّدِ كَالْعَامِّ مِن مَعَ الْخَاصِّ. قَالَ العُلَمَاءُ:

مَتَى وُجِدَ دَلِيلٌ عَلَى تَقْيِيدِ الْمُطْلَقِ صُيِّرَ إِلَيْهِ وَإِلَّا فَلَا،

بَلْ يَبْقَى الْمُطْلَقُ عَلَى إِطْلَاقِهِ وَالْمُقَيَّدُ عَلَى تَقْيِيدِهِ؛ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى خَاطَبَنَا بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ.

وَالضَّابِطُ: أَنَّ اللهَ إِذَا حَكَمَ فِي شَيْءٍ بِصِفَةٍ أَوْ شَرْطٍ، ثُمَّ وَرَدَ حُكْمٌ آخَرُ مُطْلَقًا، نَظَرَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَصْلٌ يُرَدُّ إِلَيْهِ إِلَّا ذَٰلِكَ الْحُكْمُ الْمُقَيَّدُ وَجَبَ تَقْيِيدُهُ بِهِ. وَإِنْ كَانَ لَهُ أَصْلٌ غَيْرُهُ لَمْ يَكُنْ عَدُّهُ إِلَى أَحَدِهِمَا بِأَوْلَى مِنَ الآخَرِ.

فَالْأَوَّلُ "مِثْلُ اشْتِرَاطِ العَدَالَةِ فِي الشُّهُودِ عَلَى الرَّجْعَةِ وَالفِرَاقِ وَالوَصِيَّةِ فِي قَوْلِهِ: {وَأَشْهِدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ} [الطَّلَاقِ: ٢] وَقَوْلِهِ: {شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ إِثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ} [المَائِدَة: ١٠٦]۔

وَقَدْ أَطْلَقَ الشَّهَادَةَ فِي الْبُيُوعِ وَغَيْرِهَا فِي قَوْلِهِ: {وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ} [البَقَرَة: ٢٨٢]، {فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ} [النِّسَاء: ٦]. وَالعَدَالَةُ شَرْطٌ فِي الْجَمِيعِ.

وَكَذٰلِكَ مَا اشْتُرِطَ فِي كَفَّارَةِ القَتْلِ مِنَ الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ، وَإِطْلَاقِهَا فِي كَفَّارَةِ الظِّهَارِ وَالْيَمِينِ وَالْمُطْلَقُ كَالْمُقَيَّدِ فِي وَصْفِ الرَّقَبَةِ۔ وَكَذٰلِكَ تَقْيِيدُ الأَيْدِى بِقَوْلِهِ: {إِلَى الْمَرَافِقِ} [المَائِدَة: ٦] فِي الْوُضُوءِ وَإِطْلَاقِهِ فِي التَّيَمُّمِ۔

وَتَقْيِيدُ إِحْبَاطِ العَمَلِ بِالرِّدَّةِ بِالْمَوْتِ عَلَى الْكُفْرِ فِي قَوْلِهِ: {وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ} [البَقَرَة: ٢١٧] اَلْآيَةُ وَأَطْلَقَ فِي قَوْلِهِ: {وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ} [المَائِدَة: ٥]۔

وَتَقْيِيدُ تَحْرِيمِ الدَّمِ بِالْمَسْفُوحِ فِي الْأَنْعَامِ وَأَطْلَقَ فِي مَا عَدَاهَا۔

فَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ حَمْلَ الْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ فِي الجَمِيعِ۔ وَمِنَ العُلَمَاءِ مَنْ لَا يَحْمِلُهُ، وَيَجُوزُ إِعْتَاقُ الكَافِرِ فِي كَفَّارَةِ الظِّهَارِ وَالْيَمِينِ وَيَكْتَفِي فِي التَّيَمُّمِ بِالْمَسْحِ إِلَى الكُوعَيْنِ، وَيَقُولُ: إِنَّ الرِّدَّةَ تُحِيطُ العَمَلَ بِمُجَرَّدِهَا،

وَالثَّانِي: مِثْلُ تَقْيِيدِ الصَّوْمِ بِالتَّتَابُعِ فِي كَفَّارَةِ القَتْلِ وَالظِّهَارِ، وَتَقْيِيدِهِ بِالتَّفْرِيقِ فِي صَوْمِ التَّمَتُّعِ، وَأَطْلَقَ كَفَّارَةَ الْيَمِينِ وَقَضَاءَ رَمَضَانَ. فَيَبْقَى عَلَى إِطْلَاقِهِ مِنْ جَوَازِهِ مُفَرَّقًا وَمُتَابِعًا.:

ترجمہ: مطلق اور مقید:

مطلق: وہ جو کسی قید یا شرط کے بغیر محض (ماہیت) پر دلالت کرتا ہے، اور یہ مقید کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسے عام خاص کے ساتھ۔

علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی دلیل ملے جو مطلق کو قید کرے، تو اسے قید پر لے آیا جائے گا، ورنہ وہ اپنے مطلق ہونے پر برقرار رہے گا اور مقید اپنے قید پر؛ کیونکہ اللہ ﷻ نے ہمیں عربی زبان میں خطاب کیا ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب اللہ ﷻ کسی چیز پر کسی صفت یا شرط کا حکم دے، پھر کوئی دوسرا حکم مطلقاً آجائے، تو اس میں دیکھا جائے گا:

اگر اس کا کوئی اصل ایسا نہیں ہے جس کی طرف اسے واپس کیا جا سکے سوائے اسی حکم مقید کے، تو اسے اس پر قید کیا جائے گا۔

اور اگر کوئی دوسرا اصل موجود ہو، تو کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جائے گی۔ مثال:

جیسے رجعت، طلاق اور وصیت میں گواہوں کے لیے عدالت کا اشتراط، جیسے اللہ ﷻ نے فرمایا: {وَأَشْهِدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ} [الطَّلَاقِ: ٢] اور {شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ} [المَائِدَةِ: ١٠٦]۔

اس کے علاوہ اللہ ﷻ نے بیع اور دیگر معاملات میں گواہی کو مطلق رکھا: {وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ} [البَقَرَةِ: ٢٨٢]، {فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ} [النِّسَاءِ: ٦]۔ اور عدالت شرط ہے ان سب میں۔

اسی طرح قتل کے کفارہ میں مؤمن غلام کی قید اور اس کا اطلاق ظہار اور قسم کی کفاروں میں بھی ہے، اور یہ مطلق اور مقید کے درمیان فرق کی مثال ہے۔ اسی طرح وضو میں ہاتھوں کی قید کہ {إِلَى الْمَرَافِقِ} [المَائِدَةِ: ٦] اور تیمم میں اس کا اطلاق۔

دوسری مثال: جیسے قید ہے کہ مرتد ہونے کی صورت میں عمل کا مفقود ہونا اور اس کا موت پر مشروط ہونا: {وَمَن يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ } [البَقَرَة: ٢١٧] ، جبکہ اس کا اطلاق {وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ } [المَائِدَة: ٥] میں ہے۔

مذہبِ شافعی: امام شافعی کے مذہب میں مطلق کو مقید کے تحت لایا جاتا ہے۔

دوسرے علماء: کچھ علماء اس بات کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ کافر کا عتق (آزاد کرنا) ظہار اور قسم کی کفاروں میں جائز ہے،

اور تیمم میں ہاتھوں کو کہنیوں تک ہی مسح کرنا کافی ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ مرتد ہونے کے ساتھ ہی عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

دوسری مثال: جیسے قتل اور ظہار کے کفارے میں روزے کا تسلسل کے ساتھ رکھنا اور تمتع کے روزوں میں روزوں کو الگ الگ رکھنے کی قید ہے، لیکن کفارہ قسم اور رمضان کے روزوں میں یہ قید نہیں ہے، ان کے بارے میں یہ مطلقاً جائز ہے کہ روزے تسلسل کے ساتھ ہوں یا الگ الگ۔

يَا مُقْتَدِرُ

جو کوئی بھی نیند سے بیدار ہونے کے بعد 20 مرتبہ پڑھ لیا کریگا اس کے ہر کام میں مددِ الٰہی شامل رہے گی۔

صلی اللہ تعالی علی محمد

فی المنطوقہ و المفہومہ

سوال نمبر124: منطوق و مفہوم کے بارے میں بیان کریں؟

جواب: **المنطوق:** ما دَلَّ عَلَيهِ اللَّفْظُ فِي مَحَلِّ النُّطقِ، فَإِنْ أَفَادَ مَعْنًى لَا يَحْتَمِلُ غَيْرَهُ فَهُوَ النَّصُّ، نَحْوَ: {فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ} [البقرة: ۱۹۶].

أَوْ مَعَ احْتِمَالِ غَيْرِهِ احْتِمَالًا مَرْجُوحًا فَهُوَ الظَّاهِرُ، نَحْوَ: {فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ} [البقرة: ۱۷۳]،

فَإِنَّ البَاغِيَ يُطْلَقُ عَلَى الجَاهِلِ وَعَلَى الظَّالِمِ، وَهُوَ فِيهِ أَظْهَرُ وَأَغْلَبُ. وَنَحْوَ: {وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ} [البقرة: ۲۲۲]، فَإِنَّهُ يُقَالُ لِلِانْقِطَاعِ طُهْرٌ، وَلِلْوُضُوءِ وَالغُسْلِ، وَهُوَ فِي الثَّانِي أَظْهَرُ.

فَإِنْ حُمِلَ عَلَى المَرْجُوحِ لِدَلِيلٍ فَهُوَ تَأْوِيلٌ، وَيُسَمَّى المَرْجُوحُ المَحْمُولُ عَلَيْهِ مُؤَوَّلًا، كَقَوْلِهِ: {وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ} [الحديد: ۴]،

فَإِنَّهُ يَسْتَحِيلُ حَمْلُ المَعِيَّةِ عَلَى القُرْبِ بِالذَّاتِ، فَتَعَيَّنَ صَرْفُهُ عَنْ ذَلِكَ، وَحَمْلُهُ عَلَى القُدْرَةِ وَالعِلْمِ، أَوْ عَلَى الحِفْظِ وَالرِّعَايَةِ. وَكَقَوْلِهِ: {وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ} [الإسراء: ۲۴]،

فَإِنَّهُ يَسْتَحِيلُ حَمْلُهُ عَلَى الظَّاهِرِ؛ لِاسْتِحَالَةِ أَنْ يَكُونَ لِلْإِنْسَانِ أَجْنِحَةٌ، فَيُحْمَلُ عَلَى الخُضُوعِ وَحُسْنِ الخُلُقِ.

المفهوم: مَا دَلَّ عَلَيْهِ اللَّفْظُ لَا فِي مَحَلِّ النُّطْقِ، وَهُوَ قِسْمَانِ:

1. مَفْهُومُ مُوَافَقَةٍ

2. مَفْهُومُ مُخَالَفَةٍ

ترجمہ: **منطوق اور مفہوم**

منطوق: منطوق وہ معنٰی ہے جو لفظ سے اس کے بولے جانے کی جگہ سے حاصل ہو۔ اگر لفظ ایسا معنی دے جو کسی اور احتمال کو باقی نہ رکھے تو اسے نص کہا جاتا ہے، جیسے:

{فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ} [البقرة: ۱۹۶]

حج کے دوران تین دن کے روزے اور جب واپس آؤ تو سات، یہ پورے دس ہوئے"۔

اور اگر لفظ میں کسی اور معنی کا احتمال بھی ہو، لیکن وہ احتمال کمزور ہو، تو اسے ظاہر کہا جاتا ہے، جیسے:

{فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ} [البقرة: ١٧٣]

"جو شخص مجبور ہو لیکن حد سے تجاوز کرنے والا یا نافرمان نہ ہو"۔

اس میں باغی کا لفظ جاہل اور ظالم دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن یہاں ظالم کے معنی زیادہ واضح ہیں۔

اسی طرح: {وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ} [البقرة: ٢٢٢]

"اور ان سے قربت نہ کرو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں"۔

یہاں طُہر کا لفظ حیض کے ختم ہونے اور غسل کرنے دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن دوسرے معنی زیادہ غالب ہیں۔

اگر لفظ کو اس کے کمزور معنی پر کسی دلیل کے سبب محمول کیا جائے تو اسے تأویل کہتے ہیں، اور اس کمزور معنی کو مؤول کہا جاتا ہے، جیسے: {وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ} [الحديد: ٤]

"اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو"۔

اس میں معیت (ساتھ ہونے) کو ذات کے قرب پر محمول کرنا محال ہے، اس لیے اسے قدرت، علم، یا حفاظت اور نگرانی پر محمول کیا گیا ہے۔

اسی طرح: {وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ} [الإسراء: ٢٤]،

"اور ان کے لیے عاجزی کا بازو جھکا دے نرم دلی سے"۔

یہاں ظاہر یہ ہے کہ انسان کے بازو یا پر ہوں، جو ناممکن ہے، اس لیے اسے عاجزی اور حسن اخلاق پر محمول کیا گیا ہے۔

مفہوم: مفہوم وہ معنٰی ہے جو لفظ سے اس کے بولے جانے کی جگہ سے نہیں بلکہ قرینے سے سمجھا جائے۔

مفہوم کی دو قسمیں ہیں:

1. مفہوم موافقت "جس میں حکم مذکورہ حکم کے مطابق ہو"

2. مفہوم مخالفت "جس میں حکم مذکورہ حکم کے مخالف ہو"۔

فالأول: مَا يُوَافِقُ حُكْمُهُ الْمَنْطُوقَ، فَإِنْ كَانَ أَوْلَى سُمِّيَ فَحْوَى الخِطَابِ، كَدَلَالَةِ: {فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ} [الإسراء: ٢٣] عَلَى تَحْرِيمِ الضَّرْبِ، لِأَنَّهُ أَشَدُّ.

وَإِنْ كَانَ مُسَاوِيًا سُمِّيَ لَحْنَ الخِطَابِ، أَيْ مَعْنَاهُ، كَدَلَالَةِ: {وَإِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ اليَتَامَى ظُلْمًا} [النساء: ١٠] عَلَى تَحْرِيمِ الإِحْرَاقِ، لِأَنَّهُ مُسَاوٍ لِلْأَكْلِ فِي الإِتْلَافِ.

والثاني: مَا يُخَالِفُ حُكْمُهُ المَنْطُوقَ، وَهُوَ أَنْوَاعٌ:

1. مفهوم صفة: نَعْتًا كَانَ أَوْ حَالًا أَوْ ظَرْفًا أَوْ عَدَدًا، نَحْو: {إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا} [الحجرات: ٦]

مَفْهُومُهُ: أَنَّ غَيْرَ الفَاسِقِ لَا يَجِبُ التَّبَيُّنُ فِي خَبَرِهِ، فَيَجِبُ قَبُولُ خَبَرِ الوَاحِدِ العَدْلِ.

2. شرط: نَحْوَ: {وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ} [الطلاق: ٦] أَيْ: فَغَيْرُ أُولَاتِ الحَمْلِ لَا يَجِبُ الإِنْفَاقُ عَلَيْهِنَّ.

3. غاية: نَحْوَ: {فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ} [البقرة: ٢٣٠] أَيْ: فَإِذَا نَكَحَتْهُ فَإِنَّهَا تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ بِشَرْطِهِ.

4. حصر: نَحْوَ: {لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ} [محمد: ١٩] {إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللهُ} [طه: ٩٨] أَيْ: فَغَيْرُهُ لَيْسَ إِلَهًا، {فَاللهُ هُوَ الوَلِيُّ} [الشورى: ٩] أَيْ: فَغَيْرُهُ لَيْسَ بِوَلِيٍّ. {وَإِلَى اللهِ تُحْشَرُونَ} [آل عمران: ١٥٨] أَيْ: لَا إِلَى غَيْرِهِ. {إِيَّاكَ نَعْبُدُ} [الفاتحة: ٤] أَيْ: لَا نَعْبُدُ غَيْرَكَ.

وَاخْتُلِفَ فِي الاحْتِجَاجِ بِهَذِهِ المَفَاهِيمِ عَلَى أَقْوَالٍ كَثِيرَةٍ، وَالأَصَحُّ فِي الجُمْلَةِ أَنَّهَا كُلَّهَا حُجَّةٌ بِشُرُوطٍ تُطْلَبُ فِي كُتُبِ الأُصُولِ.

ترجمہ: **پہلا:** وہ مفہوم جو حکم میں منطوق کے موافق ہو۔ اگر وہ زیادہ اہم ہو تو اسے فحویٰ الخطاب کہتے ہیں، جیسے: {فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ} [الإسراء:٢٣]

"پس والدین کو "اف" بھی نہ کہو"۔

یہ آیت والدین کو مارنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ مارنا "اف" کہنے سے زیادہ سخت ہے۔

اور اگر حکم مساوی ہو تو اسے لحن الخطاب کہتے ہیں، یعنی کلام کا مفہوم، جیسے: {وَإِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا} [النساء:١٠]

"اور جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں"۔

یہ آیت یتیم کے مال کو جلانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ جلانا مال کو ضائع کرنے میں کھانے کے برابر ہے۔

دوسرا: وہ مفہوم جو حکم میں منطوق کے مخالف ہو، اور اس کی کئی اقسام ہیں:

1. **مفہوم صفت:**

خواہ صفت ہو، حال ہو، ظرف ہو یا عدد ہو، جیسے: {إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا} [الحجرات:٦]

"اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ غیر فاسق کی خبر میں تحقیق واجب نہیں، لہذا عادل کی خبر کو قبول کرنا واجب ہے۔

2. **شرط:** جیسے: {وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ} [الطلاق:٦]

"اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرو"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو حاملہ نہ ہو، اس پر خرچ واجب نہیں۔

3. **غاية (انتہا):** جیسے:

{فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ} [البقرة:۲۳۰]

"پھر وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہو گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے، تو پہلے شوہر کے لیے (شرائط کے مطابق) حلال ہو جائے گی۔

4. حصر (مخصوص کرنا): جیسے: {لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ} [محمد: ۱۹]

"اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔

{إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ} [طه: ۹۸]

"تمہارا معبود صرف اللہ ﷻ ہے"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

{فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ} [الشوری: ۹]

"پس اللہ ﷻ ہی ولی ہے"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی ولی نہیں۔

{وَلَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ} [آل عمران: ۱۵۸]

"اور تم اللہ ﷻ ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے علاوہ کسی اور کی طرف لوٹایا نہیں جائے گا۔

{إِيَّاكَ نَعْبُدُ} [الفاتحة: ٤]

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

ان مفاہیم کے حوالے سے احتجاج میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب مفاہیم شروط کے ساتھ حجت ہیں، اور ان شرائط کو اصول فقہ کی کتب میں تلاش کیا جاتا ہے۔

فی وجوہ مخاطبته

سوال نمبر 125: قرآنِ پاک میں کتنے طریقوں سے خطاب ہوا ہے؟

جواب: قالَ ابنُ الجوزيّ رحمه الله في كِتابِهِ "النَّفيس": الخِطابُ في القُرآنِ على خَمسَةَ عَشَرَ وَجهًا.

وقالَ غيرُهُ: على أكثَرَ مِن ثلاثينَ وَجهًا، ونَذكُرُ بَعضَها.

1. خِطابُ العامِّ والمُرادُ بِهِ العُمومُ، كَقَولِهِ: {اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ} [الرُّوم:٤٠].

2. خِطابُ الخاصِّ والمُرادُ بِهِ الخُصوصُ، كَقَولِهِ: {أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ} [آلِ عِمران:١٠٦]، {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ} [المائِدَة:٦٧].

3. خِطابُ العامِّ والمُرادُ بِهِ الخُصوصُ، كَقَولِهِ: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ} [النِّساءِ:١]، لَمْ يَدخُلْ فِيهِ الأطفالُ والمَجانِينُ.

4. خِطابُ الخاصِّ والمُرادُ بِهِ العُمومُ، كَقَولِهِ: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ} [الطَّلاق:١]، افتُتِحَ الخِطابُ بِالنَّبِيِّ ﷺ والمُرادُ سائِرُ مَنْ يَملِكُ الطَّلاقَ.

وقَولِهِ: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ} [الأحزَاب:٥٠].

قالَ أَبُو بَكرٍ الصَّيرَفيّ رحمه الله: كانَ ابتِداءُ الخِطابِ لَهُ، فلَمّا قالَ في المَوهوبَةِ: {خَالِصَةً لَكَ} [الأحزاب:٥٠]، عَلِمَ أَنَّ ما قَبلَها لَهُ ولِغَيرِهِ.

5. خِطابُ الجِنسِ، كَقَولِهِ: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ}.

6. خِطابُ النَّوعِ، نَحوَ: {يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ} [البَقَرَة:٤٠].

7. خِطابُ العَينِ، نَحوَ: {وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ} [البَقَرَة:٠]، {يَا نُوحُ اهْبِطْ} [هُود:٤٨]، {يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ} [الصَّافّات:١٠٤،١٠٥]، {يَا مُوسَى لَا تَخَفْ} [النَّمل:١٠]، {يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ} [آلِ عمران:٥٥].

وَلَمْ يَقَعْ فِي القُرآنِ الخِطابُ بـ"يَا مُحَمَّدُ ﷺ"، بَلْ: "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ﷺ"، "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ ﷺ"، تَعظيمًا لَهُ وتَشرِيفًا، وتَخصِيصًا لَهُ بِذلكَ عَمَّا سِواهُ، وتَعلِيمًا لِلمُؤمِنِينَ أَنْ لَا يُنادُوهُ ﷺ بِاسْمِهِ.

ترجمہ: ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "النفیس" میں فرمایا: "قرآن کریم میں خطاب کے پندرہ طریقے ہیں۔"

اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ یہ تیس سے زیادہ ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں:

1. عام خطاب، جس سے مراد عموم ہو، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ} [الروم:٤٠]

"اللہ ﷻ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا"۔

2. خاص خطاب، جس سے مراد خصوص ہو، جیسے: {أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ} [آل عمران:١٠٦] "کیا تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے؟"

،اور {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ} [المائدة:٦٧]

"اے رسول ﷺ! پہنچا دیں"۔

3. عام خطاب، لیکن مراد خصوص ہو، جیسے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ} [النساء:١]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو"

اس میں بچوں اور پاگلوں کو شامل نہیں کیا گیا۔

4. خاص خطاب، لیکن مراد عموم ہو، جیسے: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ} [الطلاق:١]

"اے نبی ﷺ! جب تم عورتوں کو طلاق دو"

یہاں خطاب نبی ﷺ سے ہے، لیکن مراد وہ سب ہیں جو طلاق کا اختیار رکھتے ہیں۔

اور جیسے: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ} [الأحزاب:٥٠]

"اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کے لیے آپ کی بیویاں حلال کیں"۔

امام ابو بکر صیرفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خطاب کی ابتدا نبی ﷺ سے ہوئی، لیکن جب موہوبہ (عورت) کے بارے میں فرمایا: {خَالِصَةً لَكَ} [الأحزاب:٥٠]

"یہ خاص آپ کے لیے ہے"

تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کا حکم آپ کے ساتھ دوسروں کے لیے بھی ہے۔

5. جنس کا خطاب، جیسے: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ}

"اے نبی ﷺ! "

6. نوع کا خطاب، جیسے: {يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ} [البقرة:٤٠]

"اے بنی اسرائیل!"۔

7. شخصی خطاب، جیسے: {وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ} [البقرة:٣٥]

"اور ہم نے کہا: اے آدم علیہ السلام! رہو"

{يَا نُوحُ اهْبِطْ} [هود:٤٨]

"اے نوح علیہ السلام! اترو"

{يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ} [الصافات:١٠٤-١٠٥]

"اے ابراہیم علیہ السلام! تم نے خواب سچ کر دکھایا"

{يَا مُوسَى لَا تَخَفْ} [النمل:١٠]

"اے موسیٰ علیہ السلام! نہ ڈرو"

{يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ} [آل عمران:٥٥]

"اے عیسیٰ علیہ السلام! میں تمہیں وفات دینے والا ہوں"۔

قرآن مجید میں کہیں بھی "یا محمدﷺ" کے الفاظ سے خطاب نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ "یا أَيُّهَا النَّبِيُّﷺ" اور "یا أَيُّهَا الرَّسُولُﷺ" سے خطاب ہوا، تاکہ آپ کی تعظیم، تشریف اور دوسرے لوگوں سے تخصیص ہو، اور مومنین کو یہ تعلیم دی جائے کہ وہ آپﷺ کو آپﷺ کے نام سے نہ پکاریں.

الثامن: خطابُ المدحِ، نحو: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا} [البقرة: ١٠٤] ولهذا وقعَ خطابًا لأهلِ المدينةِ: {وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا} [الأنفال: ٧٤].

التاسع: خطابُ الذمِّ، نحو: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ} [التحريم: ٧]، {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} [الكافرون: ١]۔

العاشر: خطابُ الكرامةِ، كقوله: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ}.

الحادي عشر: خطابُ الإهانةِ، نحو: {فَإِنَّكَ رَجِيمٌ} [الحجر: ٣٤]، {اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ} [المؤمنون: ١٠٨].

الثاني عشر: خطابُ التهكُّمِ، نحو: {ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ} [الدخان: ٤٩].

الثالث عشر: خطابُ الجمعِ بلفظِ الواحدِ، نحو: {يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ} [الإنفطار: ٦].

الرابع عشر: خطابُ الواحدِ بلفظِ الجمعِ، نحو: {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ إلى قوله: فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ} [المؤمنون: ٥١-٥٤]، فهو خطابٌ لهﷺ وحده، إذ لا نبيَّ معه ولا بعدَه.

وكذا قوله: {وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا} [النحل: ١٢٦] الآية، خطابٌ لهﷺ وحده بدليل قوله: {وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ} [النحل: ١٢٧] الآية.

وكذا قوله: {فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا} [هود: ١٤] بدليل قوله: {قُلْ فَأْتُوا} [هود: ١٣].

ترجمہ: **آٹھواں:** تعریف کا خطاب، جیسے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا} [البقرة: ١٠٤]

"اے ایمان لانے والو"

اور اسی لیے یہ اہلِ مدینہ کے لیے کہا گیا: {وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا} [الأنفال: ٧٤].

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی"

نواں: مذمت کا خطاب، جیسے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ} [التحريم:٧]

"اے کافرو، آج معذرت نہ کرو"

{قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} [الكافرون:١]

"اے محبوب ﷺ فرمادیجیے: اے کافرو" ۔

دسواں: عزت اور بزرگی کا خطاب، جیسے: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ}، "اے نبی ﷺ" اور {يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ}، "اے رسول"۔

گیارہواں: توہین کا خطاب، جیسے: {فَإِنَّكَ رَجِيمٌ} [الحجر:٣٤]،

"پس تو مردود ہو"

{اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ} [المؤمنون:١٠٨].

"ذلیل ہو کر اس میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو"۔

بارہواں: تمسخر کا خطاب، جیسے: {ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ} [الدخان:٤٩]

"چکھو، تم ہی بڑے عزت والے اور معزز ہو!"۔

تیرہواں: جماعت کو واحد کے لفظ میں خطاب، جیسے: {يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ} [الإنفطار:٦]

"اے انسان! تجھے اپنے ربِ کریم ﷻ سے کس چیز نے دھوکہ دیا؟"۔

چودھواں: ایک فرد کو جماعت کے لفظ میں خطاب، جیسے: {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ، إلى قوله: فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ} [المؤمنون:٥١-٥٤]

"اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ"

یہ خطاب حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے خاص ہے، کیونکہ آپ کے ساتھ اور کوئی نبی نہ تھا اور نہ ہوگا۔

اسی طرح، آیت {وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا} [النحل:١٢٦]

"اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا تمہیں تکلیف دی گئی"

کا خطاب بھی آپ ﷺ کے لیے خاص ہے، جیسا کہ اس کے بعد فرمایا: {وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ} [النحل:١٢٧]

"اور صبر کرو، اور تمہارا صبر اللہ ﷻ ہی کے لیے ہے"۔

اسی طرح، آیت : {فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا} [هود:١٤]

"پھر اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں تو جان لو"

اس میں خطاب بھی آپ ﷺ کے لیے ہے، جیسا کہ اس کے بعد فرمایا: {قُلْ فَأْتُوا} "محبوب ﷺ فرما دیجئے آؤ" [هود:١٣]۔

الخامس عشر: خطابُ الواحدِ بلفظِ الاثنينِ، نحو: {ألقيا في جهنم} [ق:٢٤]، والخطابُ لمالكٍ خازنِ النارِ، وقيل: الخزنةِ النارِ والزبانيةِ، فيكونُ من خطابِ الجمعِ بلفظِ الاثنينِ، وقيل: للملكينِ الموكلينِ به، في قوله: {وجاءت كُلُّ نفسٍ معها سائقٌ وشهيدٌ} [ق:٢١].

السادس عشر: خطابُ الاثنينِ بلفظِ الواحدِ، كقوله: {فمن ربُّكما يا موسى} [طه:٤٩]، أي: ويا هارون، ومثلُه: {فلا يخرجنكما من الجنةِ فتشقى} [طه:١١٧]، قال ابنُ عطية: أفردهُ بالشقاءِ، لأنه المخاطبُ أولاً والمقصودُ في الكلامِ.

السابع عشر: خطابُ الاثنينِ بلفظِ الجمعِ، كقوله: {أن تبوّآ لقومكما بمصرَ بيوتًا واجعلوا بيوتَكم قبلةً} [يونس:٨٧].

فائدة: قال بعضُهم: خطابُ القرآنِ ثلاثةُ أقسامٍ:

1. قسمٌ لا يصلحُ إلا للنبيّ ﷺ.

2. وقسمٌ لا يصلحُ إلا لغيرِه ﷺ.

3. وقسمٌ لهما۔

ترجمہ: **پندرہویں قسم**: ایک شخص سے مثنی صیغے کیساتھ خطاب کرنا، جیسے: "{القِيافي جهنم} [ق:۲۴]"۔ یہ خطاب مالک علیہ السلام (جھنم کے خازن) کے لیے ہے، اور بعض کے نزدیک یہ خطاب جہنم کے خازنوں اور زبانیہ (فرشتوں) کے لیے ہے، لہٰذا یہ جمع کو دو کے صیغے میں خطاب کرنے کی مثال ہوگی۔

اور بعض نے کہا کہ یہ ان دو فرشتوں کے لیے ہے جو ہر انسان کے ساتھ مقرر ہوتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:

{وجاءت كُلُّ نفسٍ معها سائقٌ وشهيدٌ} [ق:۲۱]۔

"اور ہر جان یوں حاضر ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا"۔

سولہویں قسم: دو افراد سے خطاب واحد صیغے سے، جیسے: {فمن ربُّكما يا موسى} [طه:۴۹]

یعنی: "اور اے موسیٰ علیہ السلام تم دونوں کا رب کون ہے"؟

اسی طرح: {فلا يخرجنكما من الجنةِ فتشقى} [طه:۱۱۷]۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہاں "شقاوت" کا ذکر واحد کے صیغے میں کیا گیا کیونکہ مخاطب پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور کلام میں اصل مقصود بھی وہ ہی ہیں۔

سترہویں قسم: دو افراد سے خطاب کو جمع کے صیغے میں بیان کرنا، جیسے: {أن تبوّآ لقومِكما بمصرَ بيوتًا واجعلوا بيوتكم قبلةً} [یونس:۸۷]۔

"کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ"۔

فائدہ: بعض علماء نے کہا کہ قرآن کے خطابات تین اقسام پر مشتمل ہیں:

1. وہ خطاب جو صرف نبی ﷺ کے لیے خاص ہے۔
2. وہ خطاب جو صرف غیر نبی علیہ السلام کے لیے ہے۔
3. وہ خطاب جو نبی ﷺ اور دوسروں دونوں کے لیے ہو۔

فِي حَقِيقَتِهِ وَمَجَازِهِ

سوال نمبر 126: قرآن کی حقیقتا ور مجاز سے کیا مراد ہے؟

جواب: لَا خِلَافَ فِي وُقُوعِ الْحَقَائِقِ فِي الْقُرْآنِ، وَهِيَ كُلُّ لَفْظٍ بَقِيَ عَلَى مَوْضُوعِهِ وَلَا تَقْدِيمَ فِيهِ وَلَا تَأْخِيرَ، وَهَذَا أَكْثَرُ الْكَلَامِ۔

وَأَمَّا الْمَجَازُ: فَالْجُمْهُورُ أَيْضًا عَلَى وُقُوعِهِ فِيهِ، وَأَنْكَرَهُ جَمَاعَةٌ، مِنْهُمُ الظَّاهِرِيَّةُ، وَابْنُ الْقَاصِّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ، وَابْنُ خُوَيْزِمَنْدَادَ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ.

وَشُبْهَتُهُمْ أَنَّ الْمَجَازَ أَخُو الْكَذِبِ، وَالْقُرْآنُ مُنَزَّهٌ عَنْهُ، وَأَنَّ الْمُتَكَلِّمَ لَا يَعْدِلُ إِلَيْهِ إِلَّا إِذَا ضَاقَتْ بِهِ الْحَقِيقَةُ فَيَسْتَعِيرُ، وَذَلِكَ مُحَالٌ عَلَى اللهِ ﷻ

وَهَذِهِ شُبْهَةٌ بَاطِلَةٌ، وَلَوْ سَقَطَ الْمَجَازُ مِنَ الْقُرْآنِ سَقَطَ مِنْهُ شَطْرُ الْحُسْنِ، فَقَدِ اتَّفَقَ الْبُلَغَاءُ عَلَى أَنَّ الْمَجَازَ أَبْلَغُ مِنَ الْحَقِيقَةِ. وَلَوْ وَجَبَ خُلُوُّ الْقُرْآنِ مِنَ الْمَجَازِ، وَجَبَ خُلُوُّهُ مِنَ الْحَذْفِ وَالتَّوْكِيدِ وَتَثْنِيَةِ الْقِصَصِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ: حقیقت اور مجاز کے بارے میں

قرآن میں حقائق کے ہونے پر کوئی اختلاف نہیں، اور حقائق وہ ہیں جو اپنے اصل معنی پر باقی رہیں اور جن میں کوئی تقدیم وتاخیر نہ ہو، اور یہ زیادہ تر کلام پر مشتمل ہیں۔

رہا مسئلہ مجاز کا، تو جمہور علما کے نزدیک یہ بھی قرآن میں موجود ہے، البتہ بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے، جیسے ظاہریہ، شافعیہ میں سے ابن القاص، اور مالکیہ میں سے ابن خویز منداد۔

سوال نمبر 127: مجاز کیا ہے اور اسکی اقسام کتنی ہیں؟

جواب: وَالْمَجَازُ قِسْمَانِ:

الأَوَّلُ: المَجَازُ فِي التَّرْكِيبِ، وَيُسَمَّى مَجَازَ الإِسْنَادِ، وَالمَجَازَ العَقْلِيَّ. وَعَلَاقَتُهُ المُلَابَسَةُ، وَذَلِكَ أَنْ يُسْنَدَ الفِعْلُ أَوْ شِبْهُهُ إِلَى غَيْرِ مَا هُوَ لَهُ أَصَالَةً لِمُلَابَسَتِهِ لَهُ، كَقَوْلِهِ ﷻ: {وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا} [الأنفال:٢] نُسِبَتِ الزِّيَادَةُ - وَهِيَ فِعْلُ اللهِ - إِلَى الآيَاتِ لِكَوْنِهَا سَبَبًا لَهَا۔

{يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ} [القصص:٤] نُسِبَ الذَّبْحُ - وَهُوَ فِعْلُ الأَعْوَانِ - إِلَى فِرْعَوْنَ۔

{يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا} [المؤمن:٣٦] وَالبِنَاءُ - وَهُوَ فِعْلُ العُمَّالِ - إِلَى هَامَانَ لِكَوْنِهِمَا آمِرَيْنِ بِهِ۔

وَكَذَا قَوْلُهُ: {وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ البَوَارِ} [إبراهيم:٢٨] نُسِبَ الإِحْلَالُ إِلَيْهِمْ لِتَسَبُّبِهِمْ فِي كُفْرِهِمْ بِأَمْرِهِمْ إِيَّاهُمْ بِهِ۔

وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى: {يَوْمًا يَجْعَلُ الوِلْدَانَ شِيبًا} [المزمل:١٧] نُسِبَ الفِعْلُ إِلَى الظَّرْفِ لِوُقُوعِهِ فِيهِ۔

{فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ} [الحاقة:٢١] أَيْ مَرْضِيَةٍ۔

ترجمہ: مجاز کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: ترکیبی مجاز، جسے مجازِ اسناد یا مجازِ عقلی کہا جاتا ہے۔اس کی بنیاد ملابست (تعلق) پر ہوتی ہے، اور اس میں یہ ہوتا ہے کہ فعل یا اس جیسی کوئی چیز اس کے اصل فاعل کے بجائے کسی اور کی طرف منسوب کی جاتی ہے، کیونکہ ان کے درمیان کوئی تعلق یا سبب ہوتا ہے۔

جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا} [الأنفال:٢]

اس آیت میں اضافے کو، جو حقیقتاً اللہ ﷻ کا فعل ہے، آیات کی طرف منسوب کیا گیا، کیونکہ آیات اس اضافے کا سبب بن رہی ہیں۔

اسی طرح: {يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ} [القصص:٤] ذبح کرنے کے عمل کو، جو حقیقت میں فرعون کے معاونین کا فعل تھا، فرعون کی طرف منسوب کیا گیا، کیونکہ وہ اس کا حکم دینے والا تھا۔ {يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا} [المؤمن:٣٦] یہاں عمارت بنانے کے عمل کو، جو کاریگروں کا فعل تھا، ہامان کی طرف منسوب کیا گیا، کیونکہ وہ اس عمل کا حکم دینے والا تھا۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان: {وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ} [إبراهيم:٢٨]
یہاں ہلاکت کے گھر میں لے جانے کے عمل کو ان (رہنماؤں) کی طرف منسوب کیا گیا، کیونکہ وہ لوگوں کو کفر پر مجبور کرنے والے تھے۔
اور اسی قبیل سے ہے اللہ ﷻ کا یہ فرمان: {يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا} [المزمل:١٧] یہاں فعل (بالوں کو سفید کرنے) کو وقت کی طرف منسوب کیا گیا، کیونکہ یہ واقعہ اسی وقت میں ہوگا۔
ان کے انکار کی دلیل یہ ہے کہ مجاز جھوٹ کے قریب ہے، اور قرآن اس سے پاک ہے، نیز یہ کہ متکلم (بولنے والا) مجاز کی طرف اسی وقت رجوع کرتا ہے جب حقیقت میں گنجائش نہ ہو، اور یہ بات اللہ ﷻ کے لیے ناممکن ہے۔ یہ دلیل باطل ہے، کیونکہ اگر قرآن سے مجاز نکال دیا جائے تو اس کے حسن کا آدھا حصہ ختم ہو جائے گا۔ تمام بلاغت دان اس بات پر متفق ہیں کہ مجاز حقیقت سے زیادہ بلیغ (موثر) ہوتا ہے۔ اور اگر قرآن کو مجاز سے خالی ہونا لازم ہو، تو اسے حذف، تاکید، اور قصص کی تکرار وغیرہ سے بھی خالی ہونا لازم ہوگا۔ {فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ} [الحاقة:٢١] یعنی مرضیہ۔

سوال نمبر 128: مجازِ لغوی کے کتنے اور کون کون سے علاقے ہیں؟

جواب: القسم الثاني: الْمَجَازُ فِي الْمُفْرَدِ، وَيُسَمَّى الْمَجَازَ اللُّغَوِيَّ، وَهُوَ اسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ فِي غَيْرِ مَا وُضِعَ لَهُ أَوَّلًا، وَأَنْوَاعُهُ كَثِيرَةٌ:

الأول: **الْحَذْفُ**، نَحْوَ: {وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ} [يوسف:٨٢] أي: أَهْلَهَا۔

الثاني: **الزِّيَادَةُ**، نَحْوَ: {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ} [الشورى:١١] أي: لَيْسَ مِثْلَهُ شَيْءٌ، وَفِيهِ نَظَرٌ.

الثالث: **إِطْلَاقُ اسْمِ الْكُلِّ عَلَى الْجُزْءِ**، نَحْوَ: {يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ} [البقرة:١٩] أي: أَنَامِلَهُمْ. وَنُكْتَةُ التَّعْبِيرِ عَنْهَا بِالْأَصَابِعِ الْإِشَارَةُ إِلَى إِدْخَالِهَا عَلَى غَيْرِ الْمُعْتَادِ، مُبَالَغَةً فِي الْفِرَارِ، فَكَأَنَّهُمْ جَعَلُوا الْأَصَابِعَ كُلَّهَا۔

وَقَوْلُهُ: {وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ} [المنافقون:٤]أی: وُجُوهُهُمْ، لأَنَّهُ لَمْ يَرَ جُمْلَتَهُمْ۔

الرابع: عَكْسُهُ، نَحْوَ: {وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ} [الرحمن:٢٧]أی: ذَاتُهُ۔

وَقَوْلُهُ: {فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ} [البقرة:١٤٤]أی: ذَوَاتَكُمْ، إِذْ الإِسْتِقْبَالُ يَجِبُ بِالصَّدْرِ۔

وَقَوْلُهُ: {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ} [الغاشية:٨]و {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ} [الغاشية:٢-٣]عُبِّرَ بِالْوُجُوهِ عَنْ جَمِيعِ الأَجْسَادِ؛ لأَنَّ التَّنَعُّمَ وَالنَّصَبَ حَاصِلٌ لَهَا كُلِّهَا۔

وَقَوْلُهُ: {ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ} [الحج:١٠]وَ {ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ} [آل عمران:١٨٢]أی: قَدَّمَتْ وَكَسَبَتْ، وَنُسِبَ ذَلِكَ إِلَى الأَيْدِي؛ لأَنَّ أَكْثَرَ الأَعْمَالِ تُزَاوَلُ بِهَا۔

ترجمہ: **دوسری قسم** : مفرد میں مجاز، جسے مجازِ لغوی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ کو اس کے اصل معنی کے بجائے کسی اور معنی میں استعمال کیا جائے۔ اس کی کئی اقسام ہیں:

(۱) **حذف** : جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ} [یوسف:۸۲]

یعنی "اہلِ قریہ" (بستی کے لوگوں) سے سوال کرو"۔

(۲) **زیادتی**: جیسے فرمانِ الٰہی: {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ} [الشوریٰ:۱۱]

یعنی "اس جیسی کوئی چیز نہیں"۔ یہاں "كَ" (مثل کے ساتھ) بطور زائد استعمال ہوا ہے۔

(۳) **کل کا اطلاق جزء پر**: جیسے: {يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ} [البقرۃ:۱۹]

یعنی "اپنی انگلیوں کے پورے "کانوں میں ڈال دیتے ہیں۔ یہاں پوروں کے بجائے انگلیوں کا ذکر کر کے شدتِ خوف اور فرار کی مبالغہ آرائی کی گئی۔

اور اللہ ﷻ کا فرمان: {وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ} [المنافقون:۴]

یعنی "ان کے چہرے" کیونکہ مکمل جسم کو دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

(۴) **جز کا اطلاق کل پر**: جیسے فرمانِ الٰہی: {وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ} [الرحمن:۲۷]

یعنی "آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی"۔

اوراللہ ﷻ کافرمان: {فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ} [البقرة:۱۴۴]

یعنی "اپنے پورے وجود کواس کی طرف پھیر لو"کیونکہ استقبال سینے کے ذریعے ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا ارشاد: {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ} [الغاشية:۸] اور {وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ} [الغاشية:۲۔۳]

یہاں چہرے کے ذریعے پورے جسم کی کیفیت بیان کی گئی ہے، کیونکہ نعمت یا تھکن پورے جسم پر اثر ڈالتی ہے۔

اوراللہ ﷻ کافرمان: {ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ} [الحج:۱۰] اور {ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ} [آل عمران:۱۸۲]

یعنی "جو تم نے کمایا اور کیا"۔ یہاں ہاتھوں کی نسبت اس لیے دی گئی ہے کیونکہ زیادہ تر اعمال ہاتھوں سے انجام دیے جاتے ہیں۔

الخامِسُ: **إطلاقُ اسمِ الخاصِّ على العامِّ**، نَحوَ: {إِنَّا رَسُولُ رَبِّ العَالَمِينَ} [الشُّعَراء:١٦] أَي: رُسُلُه۔

السادِسُ: **عَكسُه**، نَحوَ: {وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الأَرضِ} [الشُّورى:٥] أَي: المُؤمِنِينَ بِدَلِيلِ قَولِه: {وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا} [غافِر:٧]

السّابِعُ: **تَسمِيَةُ الشَّيءِ بِاسمِ ما كانَ عليهِ**، نَحوَ: {وَآتُوا اليَتَامَى أَموالَهُم} [النِّساء:٢] أَي: الَّذِينَ كانُوا يَتامَى؛ إذ لا يُتمَ بعدَ البُلوغِ۔

{فَلا تَعضُلوهُنَّ أَن يَنكِحنَ أَزواجَهُنَّ} [البَقَرَة:٢٣٢] أَي: الَّذِينَ كانُوا أَزواجَهُنَّ۔

{مَن يَأتِ رَبَّهُ مُجرِمًا} [طه:٧٤] سَمّاهُ مُجرِمًا باعتِبارِ ما كانَ فِي الدُّنيا مِن الإِجرامِ۔

الثّامِنُ: **تَسمِيَتُهُ بِاسمِ ما يَؤُولُ إِلَيهِ** نَحوَ: {إِنِّي أَرانِي أَعصِرُ خَمرًا} [يوسُف:٣٦] أَي: عِنَبًا يَؤُولُ إِلَى الخَمرِيَّةِ۔

{وَلا يَلِدُوا إِلّا فاجِرًا كَفّارًا} [نوح:٢٧] أَي: صائِرًا إِلَى الكُفرِ والفُجورِ۔

{حَتَّى تَنكِحَ زَوجًا غَيرَهُ} [البَقرَة:٢٣٠] سَمّاهُ زَوجًا لِأَنَّ العَقدَ يَؤولُ إِلَى زَوجيَّةٍ، لِأَنَّهَا لَا تَنكِحُ إِلّا فِي حالِ كَونِهِ زَوجًا۔

{فَبَشَّرنَاهُ بِغُلامٍ حَلِيمٍ} [الصَّافات:١٠١]، {نُبَشِّرُكَ بِغُلامٍ عَلِيمٍ} [الحِجر:٥٣] وَصَفَهُ فِي حالِ البِشارَةِ بِما يَؤولُ إِلَيهِ مِنَ العِلمِ وَالحِلمِ۔

التّاسِعُ: **إِطلاقُ اسمِ الخاصِّ عَلَى العامِّ**، نَحوَ: {فَفِي رَحمَةِ اللهِ هُم فِيهَا خالِدُونَ} [آلِ عِمران:١٠٧] أَي: فِي الجَنَّةِ، لِأَنَّها مَحلُّ الرَّحمَةِ۔

{بَل مَكرُ اللَّيلِ} [سبَأ:٣٣] أَي: فِي اللَّيلِ۔

{إِذ يُرِيكَهُمُ اللهُ فِي مَنامِكَ} [الأنفَال:٤٣] أَي: فِي عَينِكَ، عَلَى قَولِ الحَسَنِ۔

ترجمہ: (۵) **خاص کا اطلاق عام پر**، جیسے: {إِنَّا رَسُولُ رَبِّ العَالَمِينَ} [الشعراء:١٦] یعنی ہم رب العلمین ﷻ کے رسول ہیں۔

(۶) **اس کے برعکس** (یعنی عام پر خاص کا اطلاق)۔ جیسے: {وَيَستَغفِرُونَ لِمَن فِي الأَرضِ} [الشوریٰ:٥] یعنی اہلِ ایمان کے لیے، جیسا کہ فرمایا: {وَيَستَغفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا} [غافر:٧]

(۷) **کسی چیز کو اس کے سابقہ حال کے اعتبار سے نام دینا**، جیسے: {وَآتُوا اليَتَامَى أَموالَهُم} [النساء:٢] یعنی ان کو جو پہلے یتیم تھے، کیونکہ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔

{فَلا تَعضُلوهُنَّ أَن يَنكِحنَ أَزواجَهُنَّ} [البقرة:٢٣٢]۔ یعنی ان کو جو پہلے ان کے شوہر تھے۔ج {فَمَن يَأتِ رَبَّهُ مُجرِمًا} [طه:٧٤] اسے دنیا میں مجرم ہونے کے اعتبار سے مجرم کہا گیا۔

(۸) **کسی چیز کو اس کے نتیجے کے لحاظ سے نام دینا**، جیسے: {إِنِّي أَرانِي أَعصِرُ خَمرًا} [يوسف:٣٦] یعنی انگور جو شراب بننے والا ہے۔ {وَلا يَلِدُوا إِلّا فاجِرًا كَفّارًا} [نوح:٢٧] یعنی وہ جو کفر اور فجور پر ختم ہوگا۔

{حَتَّى تَنكِحَ زَوجًا غَيرَهُ} [البقرة:٢٣٠] اسے شوہر کہا گیا کیونکہ نکاح کے بعد وہ شوہر بن جائے گا۔

{فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلامٍ حَلِيمٍ} [الصافات:۱۰۱]، {نُبَشِّرُكَ بِغُلامٍ عَلِيمٍ} [الحجر:۵۳] بشارت کے وقت اسے علم اور حلم کے مستقبل میں حاصل ہونے والے اوصاف کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

(۹) **حال کا اطلاق محل پر**، جیسے: {فَفِي رَحْمَةِ اللهِ هُم فِيهَا خالِدُونَ} [آل عمران:۱۰۷] یعنی جنت میں، کیونکہ جنت رحمت کی جگہ ہے۔ {بَل مَكرُ اللَّيلِ} [سبأ:۳۳] یعنی رات میں۔ {إِذ يُرِيكَهُمُ اللهُ فِي مَنامِكَ} [الأنفال:۴۳] یعنی تیری آنکھ میں، حسن کے قول کے مطابق۔

العاشر: تَسمِيَةُ الشَّيءِ بِاسمِ آلَتِهِ، نَحوَ: {وَاجعَل لِي لِسانَ صِدقٍ فِي الآخِرِينَ} [الشُّعَراء:۸۴] أَي: ثَناءً حَسَنًا لِأَنَّ اللِّسانَ آلَتُهُ۔ {وَما أَرسَلنا مِن رَسُولٍ إِلّا بِلِسانِ قَومِهِ} [إبراهيم:٤] أَي: بِلُغَتِهِم والبِشارَةُ حَقِيقَةٌ فِي الخَبَرِ السّارِّ۔

الحادي عَشَر: تَسمِيَةُ الشَّيءِ بِاسمِ ضِدِّهِ، نَحوَ: {فَبَشِّرهُم بِعَذابٍ أَلِيمٍ} [الانشِقاق:۲٤]۔

الثّاني عَشَر: إِطلاقُ الفِعلِ والمُرادُ مُشارَفَتُهُ ومُقارَبَتُهُ وإِرادَتُهُ، نَحوَ: {فَإِذا بَلَغنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمسِكُوهُنَّ} [الطّلاق:۲] أَي: قارَبنَ بُلُوغَ الأَجَلِ، أَي: انقِضاءَ العِدَّةِ، لِأَنَّ الإِمساكَ لا يَكُونُ بَعدَهُ۔ وَهُوَ فِي قَولِهِ: {فَبَلَغنَ أَجَلَهُنَّ فَلا تَعضُلُوهُنَّ} [البَقَرَة:۲۳۲] أَي: الإِمسَاكُ حَقِيقَةٌ۔ {فَإِذا جاءَ أَجَلُهُم لا يَستَأخِرُونَ ساعَةً وَلا يَستَقدِمُونَ} [الأَعراف:۳٤] أَي: فَإِذا قَرُبَ مَجِيئُهُ۔

ترجمہ: (۱۰) **کسی چیز کو اس کے آلے کے نام سے موسوم کرنا**، جیسے: {وَاجعَل لِي لِسانَ صِدقٍ فِي الآخِرِينَ} [الشعراء:۸۴] یعنی اچھا ذکر، کیونکہ زبان اس کا آلہ ہے۔ {وَما أَرسَلنا مِن رَسُولٍ إِلّا بِلِسانِ قَومِهِ} [إبراهيم:٤] یعنی ان کی زبان (زبان ولہجہ) میں۔

(۱۱) **کسی چیز کو اس کے مخالف کے نام سے پکارنا**، جیسے: {فَبَشِّرهُم بِعَذابٍ أَلِيمٍ} [الانشقاق:۲٤] یعنی انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ بشارت کا حقیقی مطلب خوشخبری ہے۔

(۱۲) **فعل کا اطلاق کرنا، اور مراد اس کا قریب ہونا یا وقوع پذیر ہونا لینا**، جیسے:

{فَإِذا بَلَغنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمسِكوهُنَّ} [الطلاق:٢] یعنی جب وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں، کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد انہیں روکنا ممکن نہیں۔

اسی طرح: {فَبَلَغنَ أَجَلَهُنَّ فَلا تَعضُلوهُنَّ} [البقرة:٢٣٢] یعنی عدت پوری ہونے پر انہیں نہ روکو۔

{فَإِذا جاءَ أَجَلُهُم لا يَستَأخِرونَ ساعَةً وَلا يَستَقدِمونَ} [الأعراف:٣٤] یعنی جب ان کے مقررہ وقت کا قریب آنا ہو، تو وہ نہ ایک لمحہ پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ آگے۔

{وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا} [النِّسَاءِ:٩]

أي: لو قاربوا أن يتركوا خافوا؛ لأنَّ الخطاب للأوصياء، وإنَّما يتوجَّه إليهم قبل التَّرك؛ لأنَّهم بعده أموات۔

{إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ} [المَائِدَةِ:٦]

أي: أردتم القيام۔

{فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ} [النَّحْلِ:٩٨]، أي: أردت القراءة، لتكون الاستعاذة قبلها۔

{وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ} [الأَعْرَافِ:٤]، أي: أردنا إهلاكها، وإلَّا لم يصح العطف بالفاء۔

ترجمہ: {وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا} [النساء:٩]

"اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ کر جائیں تو ان کے بارے میں خوف کریں، پس اللہ ﷻ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں"

{إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ} [المائدة:٦]

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو"

{فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ} [النحل: ٩٨]

"پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو"

{وَكَم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ} [الأعراف: ٤]

"اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، پھر ان پر ہمارا عذاب رات کو یا دوپہر کے وقت آ پہنچا"

الثَّالِثُ عَشَرَ: إِقَامَةُ صِيغَةٍ مَقَامَ أُخْرَى، وَتَحْتَهُ أَنْوَاعٌ كَثِيرَةٌ:

وَمِنْهَا: إِطْلَاقُ فَاعِلٍ عَلَى مَفْعُولٍ نَحْوَ: {مَاءٍ دَافِقٍ} [الطَّارِق: ٦] أَيْ: مَدْفُوقٍ.

{لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ} [هُود: ٤٣] أَيْ: لَا مَعْصُومَ.

{جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا} [الْعَنْكَبُوت: ٦٧] أَيْ: مَأْمُونًا فِيهِ.

ترجمہ: (۱۳) **ایک صیغے کا دوسرے کی جگہ استعمال**، اور اس کے تحت کئی قسمیں آتی ہیں: ان میں سے:

فاعل کا مفعول پر اطلاق، جیسے: {مَاءٍ دَافِقٍ} [الطارق: ٦] یعنی: مدفوق۔

{لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ} [هود: ٤٣] یعنی لا معصوم

"آج اللہ ﷻ کے حکم سے بچانے والا کوئی نہیں، سوائے اس کے جس پر اللہ ﷻ رحم کرے"۔

{جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا} [العنكبوت: ٦٧] یعنی: وہ جگہ جس میں امن ہے۔

وَعَكْسُهُ نَحْوَ: {إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا} [مريم: ٦١] أَيْ: آتِيًا.

{حِجَابًا مَسْتُورًا} [الإسراء: ٤٥] أَيْ: سَاتِرًا. وَقِيلَ: هُوَ عَلَى بَابِهِ أَيْ: مَسْتُورًا عَلَى الْعُيُونِ، لَا يَحِسُّ بِهِ أَحَدٌ.

وَمِنْهَا: إِطْلَاقُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفْرَدِ وَالْمُثَنَّى وَالْجَمْعِ عَلَى آخَرَ.

مِنْهَا: مِثَالُ إِطْلَاقِ الْمُفْرَدِ عَلَى الْمُثَنَّى: {وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ} [التوبة:٦٢] أَيْ: يُرْضُوهُمَا، فَأُفْرِدَ لِتَلَازُمِ الرِّضَائَيْنِ۔

وَعَلَى الْجَمْعِ، نَحْوُ: {إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ} [العصر:٢] أَيْ: الْأَنَاسِيَّ، بِدَلِيلِ الِاسْتِثْنَاءِ مِنْهُ۔

{إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا} [المعارج:١٩] بِدَلِيلِ: {إِلَّا الْمُصَلِّينَ} [المعارج:٢٢]

وَمِثَالُ إِطْلَاقِ الْمُثَنَّى عَلَى الْمُفْرَدِ: {أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ} [ق:٢٤] أَيْ: أَلْقِ۔

وَمِنْهُ: كُلُّ فِعْلٍ نُسِبَ إِلَى شَيْئَيْنِ، وَهُوَ لِأَحَدِهِمَا فَقَطْ، نَحْوَ: {يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ} [الرحمن:٢٢]، وَإِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ أَحَدِهِمَا، وَهُوَ الْمِلْحُ دُونَ الْعَذْبِ۔

{وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا} [نوح:١٦] أَيْ: فِي إِحْدَاهُنَّ۔

{نَسِيَا حُوتَهُمَا} [الكهف:٦١] وَالنَّاسِي يُوشَعُ، بِدَلِيلِ قَوْلِهِ: {فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ} [الكهف:٦٣] وَإِنَّمَا أُضِيفَ النِّسْيَانُ إِلَيْهِمَا مَعًا لِسُكُوتِ مُوسَى عَنْهُ۔

{فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ} [البقرة:٢٠٣]، وَالتَّعْجِيلُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي۔

وَمِثَالُ إِطْلَاقِهِ عَلَى الْجَمْعِ: {ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ} [الملك:٤] أَيْ: كَرَّاتٍ، لِأَنَّ الْبَصَرَ لَا يَحْسُرُ إِلَّا بِهَا۔

وَمِثَالُ إِطْلَاقِ الْجَمْعِ عَلَى الْمُفْرَدِ: {قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ} [المؤمنون:٩٩] أَيْ: ارْجِعْنِي۔

ترجمہ: اور اس کا عکس (مفعول کا اطلاق فاعل پہ): {إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا} [مريم:٦١] یعنی: آتِيًا۔ {حِجَابًا مَسْتُورًا} [الإسراء:٤٥] یعنی: سَاتِرًا۔ اور کہا گیا ہے: یہ اس کے دروازے پر ہے، یعنی: آنکھوں سے پوشیدہ، کوئی بھی اسے محسوس نہیں کرتا۔

اور اس میں یہ بھی ہے: مفرد، مثنیٰ اور جمع میں سے کسی ایک کا اطلاق دوسرے پہ کرنا۔ مثال کے طور پر، مفرد کو مثنیٰ پر اطلاق کرنا: {وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ} [التوبة:٦٢] یعنی: يُرْضُوهُمَا، کیونکہ دونوں طرح کے راضی ہونے کا تعلق ہے۔ اور جمع پر اطلاق کرنا، جیسے: {إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي

خُسْرٍ} [العصر:٢] یعنی: انسانوں میں، اس بات سے ثابت ہے کہ ان میں سے کچھ کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ {إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا} [المعارج: ١٩] اس بات کے ثبوت میں: {إِلَّا الْمُصَلِّينَ} [المعارج:٢٢]۔

اور مفرد پر مثنیٰ کا اطلاق: {أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ} [ق:٢٤] یعنی: اَلْقِ۔ اور اس میں بھی ہے: جب کسی فعل کا نسبت دو چیزوں کی طرف کی جائے، حالانکہ وہ صرف ایک کے لیے ہو،

جیسے: {يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ} [الرحمن:٢٢]، حالانکہ یہ صرف ایک سے نکلتا ہے، وہ نمکین پانی ہے، نہ کہ میٹھا۔ {وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا} [نوح:١٦] یعنی: ان میں سے ایک میں۔ {نَسِيَا حُوتَهُمَا} [الکہف:٦١] اور جو بھولنے والا تھا وہ یوشع تھا، اس بات کے ثبوت میں: {فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ} [الکہف:٦٣]۔ اور ان دونوں کی طرف بھولنے کا نسبت اس وجہ سے کیا گیا کیونکہ موسیٰ نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ {فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ} [البقرۃ:٢٠٣]، اور تعجیل دوسرے دن میں ہوئی۔

اور مثنی کا اطلاق جمع پر: {ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ} [الملك:٤] یعنی: کَرَّاتٍ، کیونکہ نظر ایک ہی بار میں واپس نہیں آتی، اس کے لیے کَرَّات درکار ہیں۔

اور مفرد کا اطلاق جمع پر: {قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ} [المؤمنون: ٩٩] یعنی: اِرْجِعْنِي۔

وَمِنْهَا: إِطْلَاقُ الْمَاضِي عَلَى الْمُسْتَقْبَلِ لِتَحَقُّقِ وُقُوعِهِ،

نَحْوَ: {أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ} [النحل:١]، أَيْ: السَّاعَةُ، بِدَلِيلِ: {فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ} [النحل:١] {وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ} [الزمر:٦٨] {يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ} [المائدۃ:١١٦]

ترجمہ: اور اس میں سے ہے: ماضی کا مستقبل پر اطلاق، تاکہ اس کے وقوع کا یقین دلایا جاسکے، جیسے:

{أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ} [النحل:١] یعنی: قیامت کا وقت آ جائے گا، اس بات کے ثبوت میں: {فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ} [النحل:١]۔ {وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ} [الزمر:٦٨]۔ {يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ} [المائدۃ: ١١٦]۔

وَعَكْسُهُ، لِإِفَادَةِ الدَّوَامِ وَالِاسْتِمْرَارِ، فَكَأَنَّهُ وَقَعَ وَاسْتَمَرَّ، نَحْوَ: {أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ} [البقرۃ: ٤٤] {وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ} [البقرۃ:١٠٢]، أَيْ: تَلَتْ۔

{وَلَقَدْ نَعْلَمُ} [الحجر: ٩٧]، أَيْ: عَلِمْنَا۔

{قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ} [النور: ٦٤]، أَيْ: عَلِمَ۔

{فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ} [البقرۃ:٩١]، أَيْ: قَتَلْتُمْ۔

اور اس کا عکس (مستقبل پر ماضی کا اطلاق)، تاکہ دوام اور استمراری کا مفہوم ظاہر ہو، گویا یہ واقعہ ہوا اور جاری رہا، جیسے: {أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ} [البقرۃ: ٤٤]۔

{وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ} [البقرۃ:١٠٢]، یعنی: جو شیطانوں نے تلاوت کی۔

{وَلَقَدْ نَعْلَمُ} [الحجر:٩٧]، یعنی: ہم نے جانا۔ {قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ} [النور:٦٤]، یعنی: وہ جان چکا ہے۔

{فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ} [البقرۃ:٩١]، یعنی: تم نے قتل کیا۔

فِي الْحَصْرِ وَالِاخْتِصَاصِ.

سوال نمبر 129: کلام اللہ ﷻ کے حصر واختصاص کے بارے میں بیان کریں؟

جواب: أَمَّا الْحَصْرُ - وَيُقَالُ لَهُ الْقَصْرُ - فَهُوَ تَخْصِيصُ أَمْرٍ بِأَمْرٍ آخَرَ بِطَرِيقٍ مَخْصُوصٍ۔

وَيُقَالُ أَيْضًا: إِثْبَاتُ الْحُكْمِ لِلْمَذْكُورِ وَنَفْيُهُ عَمَّا عَدَاهُ۔

وَيَنْقَسِمُ إِلَى قَصْرِ الْمَوْصُوفِ عَلَى الصِّفَةِ، وَقَصْرِ الصِّفَةِ عَلَى الْمَوْصُوفِ۔

وَكُلٌّ مِنْهُمَا إِمَّا حَقِيقِيٌّ وَإِمَّا مَجَازِيٌّ۔

مِثَالُ قَصْرِ الْمَوْصُوفِ عَلَى الصِّفَةِ حَقِيقِيًّا: نَحْوَ: «مَا زَيْدٌ إِلَّا كَاتِبٌ» أَيْ: لَا صِفَةَ لَهُ غَيْرُهَا۔

وَهُوَ عَزِيزٌ لَا يَكَادُ يُوجَدُ لِتَعَذُّرِ الْإِحَاطَةِ بِصِفَاتِ الشَّيْءِ حَتَّى يُمْكِنَ إِثْبَاتُ شَيْءٍ مِنْهَا وَنَفْيُ مَا عَدَاهَا بِالْكُلِّيَّةِ، وَعَلَى عَدَمِ تَعَذُّرِهَا يُبْعِدُ أَنْ تَكُونَ لِلذَّاتِ صِفَةٌ وَاحِدَةٌ لَيْسَ لَهَا غَيْرُهَا۔

وَلِذَا لَمْ يَقَعْ فِي التَّنْزِيلِ۔

وَمِثَالُهُ مَجَازِيًّا: نَحْوَ: {وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ} [آل عمران: ١٤٤] أَيْ: إِنَّهُ مَقْصُورٌ عَلَى الرِّسَالَةِ لَا يَتَعَدَّاهَا إِلَى التَّبَرِّي مِنَ الْمَوْتِ الَّذِي اسْتَعْظَمُوهُ وَالَّذِي هُوَ مِنْ شَأْنِ الْإِلَهِ۔

وَمِثَالُ قَصْرِ الصِّفَةِ عَلَى الْمَوْصُوفِ حَقِيقِيًّا: {لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ} [محمد: ١٩]

وَمِثَالُهُ مَجَازِيًّا: {قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً} [الأنعام: ١٤٥]، هَذِهِ الْآيَةُ ظَاهِرُهَا يُدِلُّ عَلَى أَنَّ الْمُحَرَّمَاتِ مَحْصُورَةٌ فِي الْمَذْكُورَاتِ۔

وَهَذَا الظَّاهِرُ غَيْرُ مُرَادٍ؛ لِأَنَّ هُنَاكَ كَثِيرًا مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ غَيْرُ مَذْكُورٍ فِي الْآيَةِ، مِثْلُ الْخَمْرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْكِرَاتِ وَلَحْمِ كُلِّ ذَاتِ نَابٍ۔

ترجمہ: حصر اور اختصاص کے بارے میں:

حصر: جسے "قصر" بھی کہا جاتا ہے کسی بات کو کسی دوسری بات پر خاص کرنے کا عمل ہے، اور یہ ایک خاص طریقے سے کیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کسی حکم کو ذکر کردہ چیز پر ثابت کرنا اور باقی سب سے نفی کرنا شامل ہوتا ہے۔

حصر کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) موصوف کو صفت پر قصر کرنا

(۲) صفت کو موصوف پر قصر کرنا

اور ہر ایک میں یا تو حقیقتی (اصلی) ہوتا ہے یا مجازی (غیر اصلی)۔

مثال: حقیقی قصر موصوف پر صفت: جیسے: «مَا زَيْدٌ إِلَّا كَاتِبٌ» یعنی: اس کے سوا کوئی اور صفت نہیں ہے۔ یہ بہت کم ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز کی تمام صفات کو مکمل طور پر جاننا اور ان میں سے کسی ایک صفت کو باقی تمام سے مکمل طور پر منسلک کرنا مشکل ہے، اور یہ مشکل ہونے کی وجہ سے ایسی کوئی ذات جس میں صرف ایک ہی صفت ہو، ممکن نہیں۔ اسی لئے اس قسم کا قصر قرآن میں نہیں آیا۔

مجازی قصر موصوف پر صفت: جیسے: {وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ} [آل عمران: ١٤٤] یعنی: محمد ﷺ صرف رسول ہیں، اور ان کی حیثیت صرف رسالت تک محدود ہے، نہ کہ موت کے بارے میں جو بات لوگ سمجھ رہے تھے۔

حقیقی قصر صفت پر موصوف: جیسے: {لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ} [محمد: ١٩] یعنی: اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

مجازی قصر صفت پر موصوف: جیسے: {قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً} [الأنعام: ١٤٥]، اس آیت کا ظاہر یہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام حرام چیزیں ان چیزوں میں ہی محصور ہیں جو ذکر کی گئی ہیں۔ لیکن یہ ظاہر مقصد نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں کئی حرام چیزیں ذکر نہیں کی گئی ہیں، جیسے: شراب، نشہ آور اشیاء، اور ہر قسم کے درندوں کا گوشت۔

وَلِذَلِكَ قَالَ الْعُلَمَاءُ: إِنَّ الْقَصْرَ فِيهَا مَجَازِيٌّ، وَإِنَّهُ مُقَيَّدٌ بِسَبَبِ نُزُولِ الْآيَةِ۔

وَقَدْ بَيَّنَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ بَيَانًا شَافِيًا، وَخُلَاصَتُهُ: إِنَّ الْكُفَّارَ لَمَّا كَانُوا يُحِلُّونَ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ، وَكَانُوا يُحَرِّمُونَ كَثِيرًا مِنَ الْمُبَاحَاتِ، وَكَانَتْ سَجِيَّتُهُمْ تُخَالِفُ وَضْعَ الشَّرْعِ. نَزَلَتِ الْآيَةُ مُبَيِّنَةً الْحَالَ الَّذِي هُمْ عَلَيْهِ، وَمُقْتَصِرَةً عَلَى ذَلِكَ بِأُسْلُوبِ الْحَصْرِ تَأْكِيدًا لِلرَّدِّ قَوْلِهِمْ وَتَوْضِيحًا لِكَذِبِهِمْ، فَكَأَنَّهُ قَالَ: لَا حَرَامَ إِلَّا مَا أَحْلَلْتُمُوهُ، وَالْغَرَضُ الرَّدُّ عَلَيْهِمْ وَالْمُضَادَّةُ، لَا الْحَصْرُ الْحَقِيقِيُّ۔ وَيَنْقَسِمُ الْحَصْرُ بِاعْتِبَارٍ آخَرَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: قَصْرُ إِفْرَادٍ، وَقَصْرُ قَلْبٍ، وَقَصْرُ تَعْيِينٍ۔

فَالْأَوَّلُ: يُخَاطَبُ بِهِ مَنْ يَعْتَقِدُ الشَّرِكَةَ، نَحْوَ: {إِنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ} [الأنبياء: ١٠٨]، خُوطِبَ بِهِ مَنْ يَعْتَقِدُ اشْتِرَاكَ اللهِ وَالْأَصْنَامِ فِي الْأُلُوهِيَّةِ۔

وَالثَّانِي: يُخَاطَبُ بِهِ مَنْ يَعْتَقِدُ إِثْبَاتَ الْحُكْمِ لِغَيْرِ مَنْ أَثْبَتَهُ الْمُتَكَلِّمُ لَهُ، نَحْوَ: {رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ} [البقرة: ٢٥٨]، خُوطِبَ بِهِ نَمْرُودُ الَّذِي اعْتَقَدَ أَنَّهُ هُوَ الْمُحْيِي الْمُمِيتُ دُونَ اللهِ۔

وَالثَّالِثُ: يُخَاطَبُ بِهِ مَنْ تَسَاوَى عِنْدَهُ الْأَمْرَانِ۔

ترجمہ: اس لیے علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں قصر مجازی ہے اور یہ اس آیت کے نزول کی وجہ سے مخصوص ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو وضاحت سے بیان کیا ہے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کافر لوگوں نے مردار گوشت، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں حلال سمجھیں جو اللہ ﷻ کے سوا کسی اور کے لیے ذبح کی گئی ہوں، اور وہ بہت سی جائز چیزوں کو حرام سمجھتے تھے، اور ان کی عادتیں شرع کے مطابق نہیں تھیں، تو یہ آیت ان کی حالت کو واضح کرنے کے لیے نازل ہوئی۔ یہ آیت ان کے دعووں کو رد کرنے اور ان کی جھوٹ کو واضح کرنے کے لیے خاص طور پر اسلوبِ قصر میں نازل ہوئی۔ گویا کہ اللہ ﷻ نے کہا: "حرام صرف وہی ہے جو تم نے حلال سمجھا ہے"، اور مقصد ان کے دعووں کو رد کرنا اور ان کی مخالفت کرنا تھا، نہ کہ حقیقی قصر۔

قصر مزید تین اقسام میں تقسیم ہوتا ہے:

(۱) **قصر فرد:** یہ ان لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے ہے جو شرک کا عقیدہ رکھتے ہیں، جیسے: {إِنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ} [الأنبياء: ۱۰۸]، یہ ان لوگوں کو خطاب ہے جو اللہ ﷻ اور بتوں کو خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔

(۲) **قصر قلب:** یہ ان لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے ہے جو اللہ ﷻ کے سوا کسی اور کو کسی حکم میں شریک سمجھتے ہیں، جیسے: {رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ} [البقرة: ۲۵۸]، یہ نمرود کو خطاب ہے جس نے یہ گمان کیا کہ وہ اللہ ﷻ کے سوا زندہ کرنے اور مرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

(۳) **قصر تعین:** یہ ان لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے ہے جن کے لیے دونوں باتیں برابر ہوں۔

سوال نمبر 130: حصر کے طریقے کون کونسے ہیں؟

جواب: طُرُقُ الْحَصْرِ كَثِيرَةٌ:

أَحَدُهَا: النَّفْيُ وَالِاسْتِثْنَاءُ، سَوَاءٌ كَانَ النَّفْيُ بِـ«لَا» أَوْ «مَا» أَوْ غَيْرِهِمَا، وَالِاسْتِثْنَاءُ بِـ«إِلَّا» أَوْ «غَيْر»، نَحْوَ: {لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ}، {وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللهُ} [آل عمران: ٦٢]، {مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ} [المائدة: ١١٧]

الثَّانِي: «إِنَّمَا» وَالْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّهَا لِلْحَصْرِ۔

مِنْهَا: قَوْلُهُ تَعَالَى: {إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ} [البقرة: ١٧٣]

وَمِنْهَا: قَوْلُهُ تَعَالَى: {قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ} [الأحقاف: ٢٣]، {قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللهُ} [هود: ٣٣]

الثَّالِثُ: «أَنَّمَا» بِالْفَتْحِ. عَدَّهَا مِنْ طُرُقِ الْحَصْرِ الزَّمَخْشَرِيُّ وَالْبَيْضَاوِيُّ، فَقَالَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ} [الأنبياء: ١٠٨]، هِيَ لِلْحَصْرِ۔

الرَّابِعُ: تَقْدِيمُ الْمَعْمُولِ، نَحْوَ: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ} [الفاتحة: ٤] أَيْ: لَا غَيْرَكَ، وَ {وَإِلَى اللهِ تُحْشَرُونَ} [آل عمران: ١٥٨]، وَخَالَفَ فِيهِ قَوْمٌ۔

الخَامِسُ: ضَمِيرُ الْفَصْلِ، نَحْوَ: {فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ} [الشورى: ٩] أَيْ: لَا غَيْرُهُ، وَ {وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} [البقرة: ٥]، {إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ} [آل عمران: ٦٢]

ترجمہ: طرق الحصر (حصر کے طریقے) بہت زیادہ ہیں:

(۱) **نفی اور استثناء:**

یہ طریقہ نفی کے ساتھ استثناء کا استعمال کرتا ہے، چاہے نفی "لا" یا "ما" یا دوسرے الفاظ کے ذریعے ہو، اور استثناء "إلا" یا "غیر" کے ذریعے ہو، جیسے: {لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ}، {وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ} [آل عمران: ٦٢]، {مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ} [المائدة: ١١٧]۔

(۲) **إِنَّمَا** "جماعت کا کہنا ہے کہ "إِنَّمَا" حصر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔{إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ} [البقرة: ١٧٣] {قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ} [الأحقاف: ٢٣] {قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللّٰهُ} [هود: ٣٣]۔

(۳) **"أَنَّمَا"** (فتح کے ساتھ) زَمَخْشَرِی اور بَیْضَاوِی ﷭ نے اسے حصر کے طریقوں میں شمار کیا ہے۔

جیسے: {قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ} [الأنبياء: ١٠٨] یہاں "أَنَّمَا" حصر کے لیے ہے۔

(۴) معمول کا مقدم کرنا: یہ طریقہ معمول (کسی فعل یا اسم) کو مقدم کر کے حصری مفہوم پیدا کرتا ہے، جیسے: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ} [الفاتحة: ٤] یعنی "صرف تیری عبادت کرتے ہیں" {وَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ} [آل عمران: ١٥٨] اس میں بعض لوگوں کا اختلاف ہے۔

(۵) ضمیر فصل کا استعمال: یہ طریقہ "ضمیر فصل" کے ذریعے حصری مفہوم پیدا کرتا ہے، جیسے: {فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ} [الشورى: ٩] یعنی "اللہ ﷻ ہی ولی ہے"، {وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} [البقرة: ٥] {إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ} [آل عمران: ٦٢]

ما جا فی القرآن من الایجاز اطناب

سوال نمبر130: قرآن کے اختصار اور تفصیل کے بارے میں بتایئے؟

جواب: اعْلَمْ أَنَّهُمَا مِنْ أَعْظَمِ أَنْوَاعِ الْبَلَاغَةِ حَتَّى نُقِلَ صَاحِبُ "سِتْرِ الْفَصَاحَةِ" عَنْ بَعْضِهِمْ أَنَّهُ قَالَ: الْبَلَاغَةُ هِيَ الْإِيجَازُ وَالْإِطْنَابُ۔

وَاخْتَلَفَتْ أَلْفَاظُ الْعُلَمَاءِ فِي تَعْرِيفِ الْإِيجَازِ وَالْإِطْنَابِ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْإِيجَازُ هُوَ أَدَاءُ الْمَقْصُودِ بِأَقَلِّ مِنَ الْعِبَارَةِ الْمُتَعَارَفِ عَلَيْهَا۔

وَالْإِطْنَابُ: أَدَاؤُهُ بِأَكْثَرِ مِنْهَا؛ لِكَوْنِ الْمَقَامِ خَلِيقًا بِالْبَسْطِ۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْإِيجَازُ التَّعْبِيرُ عَنِ الْمُرَادِ بِلَفْظٍ نَاقِصٍ وَافٍ لِفَائِدَةٍ۔

وَالْإِطْنَابُ بِكَلِمَةٍ زَائِدَةٍ لِفَائِدَةٍ، وَهُوَ أَخَصُّ مِنَ 'الْإِسْهَابِ'

فَإِنَّ الْإِسْهَابَ: التَّطْوِيلُ لِفَائِدَةٍ أَوْ لَا لِفَائِدَةٍ۔

ترجمہ: جو کچھ قرآن میں اختصار اور تفصیل سے متعلق آیا ہے۔

جان لو کہ یہ دونوں (اختصار اور تفصیل) بلاغت کی سب سے اہم قسمیں ہیں، یہاں تک کہ "ستر الفصاحۃ" کے مصنف سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: «بلاغت اختصار اور تفصیل ہی ہے»۔

علماء کے اقوال میں اختصار اور تفصیل کی تعریف میں اختلاف ہے۔

کچھ نے کہا: اختصار یہ ہے کہ مقصد کو معمول سے کم الفاظ میں ادا کیا جائے، اور تفصیل یہ ہے کہ مقصد کو اس سے زیادہ الفاظ میں ادا کیا جائے، کیونکہ موقع تفصیل کا تقاضا کرتا ہے۔

دوسروں نے کہا: اختصار یہ ہے کہ مطلوبہ مقصد کو ناقص لیکن فائدے کے لیے کافی لفظوں سے بیان کیا جائے، اور تفصیل یہ ہے کہ ایک زائد لفظ کو فائدے کے لیے استعمال کیا جائے، اور یہ «اسہاب» سے زیادہ خاص ہے۔

کیونکہ اسهاب: زیادہ طوالت ہے چاہے وہ فائدے کے لیے ہو یا نہ ہو۔

انواع الایجاز

وَالإِيجَازُ قِسْمَانِ: الأَوَّلُ: إِيجَازُ الْقَصْرِ، وَهُوَ الْوَجِيزُ بِلَفْظِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: {إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ... وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ} [النمل: ٣١،٣٠]، جَمَعَ فِي أَحْرُفِ الْعُنْوَانِ وَالْكِتَابَةِ وَالْحَاجَةِ.

وَمِنْهُ مَا يُسَمَّى: الإِيجَازَ الْجَامِعَ، وَهُوَ أَنْ يَحْتَوِيَ اللَّفْظُ عَلَى مَعَانٍ مُتَعَدِّدَةٍ، نَحْوَ: {إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى} [النحل: ٩٠]

فَإِنَّ الْعَدْلَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ طَرَفَيِ الإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيطِ، الْمُومَى بِهِ إِلَى جَمِيعِ الْوَاجِبَاتِ فِي الاِعْتِقَادِ وَالأَخْلَاقِ وَالْعُبُودِيَّةِ۔

وَالإِحْسَانُ هُوَ الإِخْلَاصُ فِي وَاجِبَاتِ الْعُبُودِيَّةِ؛ لِتَفْسِيرِهِ فِي الْحَدِيثِ بِقَوْلِهِ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ»، أَيْ: تَعْبُدَهُ مُخْلِصًا فِي نِيَّتِكَ، وَوَاقِفًا فِي الْخُضُوعِ، آخِذًا أُهْبَةَ الْحَذَرِ إِلَى مَا لَا يُحْصَى۔

وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى هُوَ الزِّيَادَةُ عَلَى الْوَاجِبِ مِنَ النَّوَافِلِ. هَذَا فِي الأَوَامِرِ۔

ترجمہ: **اختصار کی تقسیم**

اختصار دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے:

1. اختصارِ قصر: یہ اختصار اپنے لفظوں میں بہت مختصر ہوتا ہے، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ... وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ} [النمل: ٣١،٣٠]۔ یہاں عنوان، تحریر اور ضرورت کو چند الفاظ میں جمع کر لیا گیا ہے۔

2. اختصار جامع: یہ وہ اختصار ہے جس میں لفظ کئی معانی پر دلالت کرتا ہے، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى} [النحل: ٩٠]۔ یہاں "عدل" کا مطلب ہے سیدھا راستہ جو افراط اور تفریط کے درمیان توازن کو ظاہر کرتا ہے، اور یہ تمام واجب اعتقادات، اخلاقیات اور عبادات کو شامل کرتا ہے۔ "احسان" کا مطلب ہے عبادات میں اخلاص، جیسا کہ حدیث میں آیا: "تم اللہ ﷻ کی

عبادت ایسے کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو"، یعنی عبادت میں خلوص اور تواضع کے ساتھ، اور ہر چیز سے ہوشیار رہنا۔ "إيتاء ذی القربی" کا مطلب ہے فرض کے علاوہ نفل اعمال بھی ادا کرنا۔ یہ تمام باتیں احکام کے بارے میں ہیں۔

وَأَمَّا النَّوَاهِي فِي قَوْلِهِ: {وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ} [النحل: ٩٠]، فَفِي الْفَحْشَاءِ الإِشَارَةُ إِلَى الْقُوَّةِ الشَّهْوَانِيَّةِ، وَبِالْمُنْكَرِ إِلَى الإِفْرَاطِ الْحَاصِلِ مِنْ آثَارِ الْغَضَبِيَّةِ وَكُلِّ مُحَرَّمٍ شَرْعًا، وَبِالْبَغْيِ إِلَى الاِسْتِعْلَاءِ الْفَائِضِ عَنِ الْوَهْمِيَّةِ، وَلِهَذَا قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ ﷺ: «مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَجْمَعُ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ مِنْ هَذِهِ الآيَةِ»، أَخْرَجَهُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ۔

وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: {وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ} [البقرة: ١٧٩]، فَإِنَّ مَعْنَاهُ كَثِيرٌ، وَلَفْظُهُ قَلِيلٌ؛ لِأَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّ الإِنْسَانَ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ مَتَى قَتَلَ قُتِلَ، كَانَ ذَلِكَ دَاعِيًا إِلَى أَلَّا يُقْدِمَ عَلَى الْقَتْلِ، فَارْتَفَعَ بِالْقَتْلِ الَّذِي هُوَ الْقِصَاصُ كَثِيرٌ مِنْ قَتْلِ النَّاسِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ، وَكَانَ ارْتِفَاعُ الْقَتْلِ حَيَاةً لَهُمْ۔

وَقَدْ فُضِّلَتْ هَذِهِ الْجُمْلَةُ عَلَى أَوْجَزِ مَا كَانَ عِنْدَ الْعَرَبِ فِي هَذَا الْمَعْنَى، وَهُوَ قَوْلُهُمْ: «الْقَتْلُ أَنْفَى لِلْقَتْلِ» بِعِشْرِينَ وَجْهًا أَوْ أَكْثَرَ، وَقَدْ أَشَارَ ابْنُ الأَثِيرِ إِلَى إِنْكَارِ هَذَا التَّفْضِيلِ وَقَالَ: لَا تَشْبِيهَ بَيْنَ كَلَامِ الْخَالِقِ وَكَلَامِ الْمَخْلُوقِ، وَإِنَّمَا الْعُلَمَاءُ يُقَدِّحُونَ أَذْهَانَهُمْ فِيمَا يَظْهَرُ لَهُمْ۔

مِنْ ذَلِكَ: الأَوَّلُ: أَنَّ مَا يُنَاظِرُهُ مِنْ كَلَامِهِمْ وَهُوَ قَوْلُهُ: {ى الْقِصَاصِ حَيَاةٌ} أَقَلُّ حُرُوفًا، فَإِنَّ حُرُوفَهُ عَشَرَةٌ، وَحُرُوفُ «الْقَتْلُ أَنْفَى لِلْقَتْلِ» أَرْبَعَةَ عَشَرَ۔.

الثَّانِي: أَنَّ نَفْيَ الْقَتْلِ لَا يَسْتَلْزِمُ الْحَيَاةَ، وَالآيَةُ نَاصَّةٌ عَلَى ثُبُوتِهَا الَّتِي هِيَ الْغَرَضُ الْمَطْلُوبُ مِنْهُ۔

ترجمہ: اور جہاں تک نواھی کی بات ہے، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ} [النحل: ٩٠]، تو یہاں "الفحشاء" سے مراد شہوتی قوتوں کا بے جا استعمال ہے، "المُنکر" سے مراد غصہ اور اس کے اثرات کی وجہ سے ہونے والا افراط ہے، اور "البغي" سے مراد غیر ضروری طور پر دوسروں پر تسلط

جمانااور ظلم کرنا ہے۔اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ‹‹قرآن میں کوئی آیت اتنی جامع نہیں جو خیر اور شر کواس آیت سے زیادہ بیان کرتی ہو››، جسے مستدرک میں ذکر کیا گیا۔

اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان: {وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ} [البقرة:١٧٩]، کا مفہوم بہت گہرا ہے اور اس کے الفاظ کم ہیں؛ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان جان لے گا کہ اگر وہ کسی کو قتل کرتا ہے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا، تو یہ اس کو قتل کرنے سے روکنے کا سبب بنے گا، اور اس طرح بہت سے لوگوں کے قتل کو روکا جا سکے گا، اور قتل کا بدلہ لینا ان کے لیے زندگی کی طرح ہوگا۔

یہ عبارت عربوں کے کسی بھی مختصر قول سے زیادہ مؤثر اور بہتر ہے، جیسے ان کا کہنا: "القتل أنفى للقتل" (قتل قتل کو روکتا ہے)، جو بیس یا اس سے زیادہ وجوہات سے بیان کیا گیا ہے۔ابن اثیر نے اس تقابل کو مسترد کیا اور کہا کہ خالق کے کلام اور مخلوق کے کلام میں کوئی مماثلت نہیں، اور حقیقت میں علماء اپنے ذہنوں کو اس پر نقد کرتے ہیں جو ان کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔

اس میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں {فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ} کے الفاظ کم ہیں، کیونکہ اس میں صرف دس الفاظ ہیں، جبکہ "القتل أنفى للقتل" میں چودہ الفاظ ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ "القتل" کا انکار زندگی کا سبب نہیں بنتا، لیکن آیت میں زندگی کی حقیقت کی بات کی جا رہی ہے، جو اصل مقصد ہے۔

الثَّالِثُ: أَنَّ تَنْكِيرَ ‹‹حَيَاةٌ›› يُفِيدُ تَعْظِيمًا، فَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةً مُتَطَاوِلَةً، كَقَوْلِهِ تَعَالَى: {وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ} [البقرة: ٩٦]، وَلَا كَذَلِكَ الْمَثَلُ؛ فَإِنَّ ‹‹اللَّامَ›› فِيهِ لِلْجِنْسِ، وَلِذَا فَسَّرُوا الْحَيَاةَ فِيهَا بِالْبَقَاءِ۔

الرَّابِعُ: أَنَّ الْآيَةَ خَالِيَةٌ مِنْ تَكْرَارِ لَفْظِ ‹‹الْقَتْلِ›› الْوَاقِعِ فِي الْمَثَلِ، وَالْخَالِي مِنَ التَّكْرَارِ أَفْضَلُ مِنَ الْمُشْتَمِلِ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُخِلًّا بِالْفَصَاحَةِ۔

الْخَامِسُ: أَنَّ الآيَةَ فِيهِ مُطَّرِدَةٌ بِخِلَافِ الْمَثَلِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ كُلُّ قَتْلٍ أَنْفَى لِلْقَتْلِ، بَلْ قَدْ يَكُونُ أَدْعَى لَهُ، وَهُوَ الْقَتْلُ ظُلْمًا، وَإِنَّمَا يَنْفِيهِ قَتْلٌ خَاصٌّ، وَهُوَ الْقِصَاصُ، فَفِيهِ حَيَاةٌ أَبَدًا۔

ترجمہ: **تیسری بات:** یہ ہے کہ «حیاۃٌ» کے نکرے سے عظمت کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قصاص میں ایک طویل زندگی پائی جاتی ہے، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان ہے: {وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ} [البقرة:۹۶]، یہاں «لام» جنسی (کلاس) کے لیے ہے، اور اسی وجہ سے مفسرین نے اس میں زندگی کا مفہوم بقا سے لیا ہے۔

چوتھی بات: یہ ہے کہ اس آیت میں «قتل» کے لفظ کا تکرار نہیں آیا، جو کہ مثال میں موجود ہے، اور جو کلام تکرار سے خالی ہوتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے، حالانکہ تکرار فصاحت کو خراب نہیں کرتا۔

پانچویں بات: یہ ہے کہ آیت کا مفہوم ہمیشہ کے لیے ثابت ہے، اس کے برعکس مثال میں یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہر قتل دوسرے قتل کو روکتا ہے، بلکہ بعض اوقات قتل ظلم کے طور پر مزید قتل کی ترغیب دیتا ہے۔ اصل میں قتل کے مخصوص نوعیت کو، یعنی قصاص کو، یہ روکتا ہے، اور اسی میں ہمیشہ کے لیے زندگی ہے۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِي: إِيجَازُ الْحَذْفِ. وَأَسْبَابُهُ:

مِنْهَا: مُجَرَّدُ الِاخْتِصَارِ وَالِاحْتِرَازِ عَنِ الْعَبَثِ لِظُهُورِهِ۔

وَمِنْهَا: التَّنْبِيهُ عَلَى أَنَّ الزَّمَانَ يَتَقَاصَرُ عَنِ الْإِتْيَانِ بِالْمَحْذُوفِ، وَأَنَّ الِاشْتِغَالَ بِذِكْرِهِ يُفْضِي إِلَى تَفْوِيتِ الْمُهِمِّ، وَهَذِهِ هِيَ فَائِدَةُ بَابِ التَّحْذِيرِ وَالْإِغْرَاءِ، وَقَدِ اجْتَمَعَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: {نَاقَةَ اللهِ وَسُقْيَاهَا} [الشَّمْس:۱۳]، فَـ«نَاقَةَ اللهِ» تَحْذِيرٌ بِتَقْدِيرِ «ذَرُوا»، وَ«وَسُقْيَاهَا» إِغْرَاءٌ بِتَقْدِيرِ «الْزَمُوا»

وَمِنْهَا: التَّفْخِيمُ وَالْإِعْظَامُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِبْهَامِ، وَمِنْهُ: قَوْلُهُ فِي وَصْفِ أَهْلِ الْجَنَّةِ: {حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا} [الزُّمَر:۷۳]، فَحُذِفَ الْجَوَابُ؛ إِذْ كَانَ وَصْفُ مَا يَجِدُونَهُ وَيَلْقَوْنَهُ عِنْدَ ذَلِكَ لَا يَتَنَاهَى،

فَجُعِلَ الْحَذْفُ دَلِيلًا عَلَى ضِيقِ الْكَلَامِ عَنْ وَصْفِ مَا يُشَاهِدُونَهُ، وَتُرِكَتِ النُّفُوسُ تُقَدِّرُ مَا شَاءَتْهُ، وَلَا تَبْلُغُ مَعَ ذَلِكَ كُنْهَ مَا هُنَالِكَ۔

وَكَذَا قَوْلُهُ: {وَلَوْ تَرَى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ} [الْأَنْعَامِ: ٢٧]، أَيْ: لَرَأَيْتَ أَمْرًا فَظِيعًا لَا تَكَادُ تُحِيطُ بِهِ الْعِبَارَةُ۔

وَمِنْهَا: التَّخْفِيفُ لِكَثْرَةِ دَوَرَانِهِ فِي الْكَلَامِ كَمَا فِي حَذْفِ حَرْفِ النِّدَاءِ: {يُوسُفُ أَعْرِضْ} [يُوسُفَ: ٢٩]

ترجمہ: **دوسری قسم**: اختصار کا ایجاز اور اس کے اسباب:

(۱) اختصار اور بے فائدہ باتوں سے بچنا: جب کسی بات کو کم الفاظ میں کہا جاتا ہے تاکہ اس سے غیر ضروری باتوں کو بچایا جا سکے۔

(۲) یہ بتانا کہ وقت اتنا کم ہے کہ محذوف بات کو بیان نہیں کیا جا سکتا: اور اس میں ذکر کرنے کا عمل اہم باتوں کو نظر انداز کر دے گا۔ اس کا مقصد تنبیہ اور ترغیب دینا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ ﷻ کا فرمان: {نَاقَةَ اللهِ وَسُقْيَاهَا} [الشَّمْسِ: ١٣]، یہاں "ناقة اللهِ" کی تفسیر "ذَرُوا" (چھوڑ دو) سے کی جا سکتی ہے، اور "وَسُقْيَاهَا" کی تفسیر "الزَمُوا" (چاہو) سے کی جا سکتی ہے۔

(۳) عظمت اور بڑائی کا اظہار: جب کسی بات میں اجمال سے کام لیا جاتا ہے تاکہ اس کی عظمت کو بڑھایا جا سکے، جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا} [الزُّمَرِ: ٧٣]۔ یہاں جواب کو محذوف کر دیا گیا کیونکہ جنت میں داخل ہونے والوں کے لیے جو کچھ وہاں ہوگا، اس کی وضاحت انتہائی وسیع اور غیر محدود ہے، جسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے محذوف کر کے یہ ظاہر کیا گیا کہ بات بہت بڑی اور عظیم ہے، جس کا تصور بھی محدود ہے۔

(۴) خیال کی شدت اور بہت زیادہ تفصیل: جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {وَلَوْ تَرَى إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ} [الْأَنْعَامِ: 27]، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم انہیں دیکھو تو تمہیں ایک خوفناک منظر دکھائی دے گا، اور یہ منظر اتنا شدید ہے کہ اس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

(۵) بیان میں سادگی اور اختصار: جب کسی بات کا بیان زیادہ پیچیدہ یا تفصیلی ہو، تو اسے مختصر کر دیا جاتا ہے تاکہ بات کی زیادہ تفصیل میں نہ جائے۔ جیسے: {يُوسُفُ أَعْرِضْ} [يوسف:٢٩] میں ندائے حرف کو حذف کیا گیا تاکہ سیدھی اور واضح بات کی جائے۔

وَمِنْهَا: صِيَانَتُهُ عَنْ ذِكْرِهِ تَشْرِيفًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى: {قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ} [الشُّعَرَاء: ٢٣-٢٤] اَلْآيَاتِ، حُذِفَ فِيهَا الْمُبْتَدَأُ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاضِعَ: قَبْلَ ذِكْرِ الرَّبِّ أَيْ: «هُوَ رَبٌّ» «اللهُ رَبُّكُمْ» «اللهُ رَبُّ الْمَشْرِقِ»، لِأَنَّ مُوسَى اسْتَعْظَمَ حَالَ فِرْعَوْنَ وَإِقْدَامَهُ عَلَى السُّؤَالِ فَأَضْمَرَ اسْمَ اللهِ تَعْظِيمًا وَتَفْخِيمًا۔

وَمِنْهَا: صِيَانَةُ اللِّسَانِ عَنْهُ تَحْقِيرًا لَهُ، نَحْوَ: {صُمٌّ بُكْمٌ} [الْبَقَرَة: ١٨] أَيْ: هُمْ أَوِ الْمُنَافِقُونَ۔

وَمِنْهَا: قَصْدُ الْعُمُومِ نَحْوَ: {وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} [الْفَاتِحَة: ٤] أَيْ: عَلَى الْعِبَادَةِ، وَعَلَى أُمُورِنَا كُلِّهَا، {وَاللهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَامِ} [يُونُس: ٢٥] أَيْ: كُلَّ وَاحِدٍ۔

وَمِنْهَا: رِعَايَةُ الْفَاصِلَةِ نَحْوَ: {مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى} [الضُّحَى: ٣] أَيْ: وَمَا قَلَاكَ۔

وَمِنْهَا: قَصْدُ الْبَيَانِ بَعْدَ الْإِبْهَامِ كَمَا فِي فِعْلِ الْمَشِيئَةِ نَحْوَ: {وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ} [النَّحْل: ٩] أَيْ: وَلَوْ شَاءَ هِدَايَتَكُمْ۔

ترجمہ: اور اس میں سے ہے:

اس کا ذکر کرنے سے بچانا اس کی عظمت کے لیے: جیسے اللہ ﷻ کا فرمان ہے: {قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ} [الشُّعَرَاء: ۲۳-۲۴] میں، جہاں تین جگہوں پر "رَبٌّ" کے ذکر سے پہلے مبتدأ حذف کیا گیا، جیسے «هُوَ رَبٌّ» یا «اللهُ رَبُّكُمْ»، تاکہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کی عظمت اور اس کی جرات کو دیکھتے ہوئے اللہ ﷻ کا نام ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور تفخیم کے ساتھ پیش آئیں۔

(٦) زبان کو اس سے بچانا اس کی تحقیر کے طور پر: جیسے اللہ ﷻ کا فرمان: {صُمٌّ بُكْمٌ} [البقرة:١٨]، یہاں "وہ" یا "منافقین" کے حوالے سے ذکر نہیں کیا گیا تاکہ ان کی تحقیر کی جائے۔

عامیت کا مقصد: جیسے {وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} [الفاتحة:٤] میں، یعنی ہم تیری مدد چاہتے ہیں، اور {وَاللّٰهُ يَدْعُوإِلَى دَارِ السَّلَامِ} [يونس:٢٥] میں، یعنی وہ ہر ایک کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

(٧) فاصلے کی رعایت: جیسے {مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى} [الضحى:٣] میں، یعنی تیرے رب ﷻ نے تجھے نہ تو چھوڑا اور نہ تجھے ناراض کیا۔

(٨) ابہام کے بعد وضاحت کا مقصد: جیسے {وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ} [النحل:٩] میں، یعنی اگر وہ چاہتا تو تمہیں ہدایت دیتا۔

وَأَمَّا الْإِطْنَابُ فَإِنَّهُ يَكُونُ بِأُمُورٍ۔

مِنْهَا: الْإِيضَاحُ بَعْدَ الْإِبْهَامِ نَحْوَ: {قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي} [طٰهٰ:٢٥] فَإِنَّ «اشْرَحْ لِي» يُفِيدُ طَلَبَ شَرْحِ شَيْءٍ مَا لَهُ، وَ«صَدْرِي» يُفَسِّرُهُ، وَالْمَقَامُ يَقْتَضِي التَّأْكِيدَ لِلْإِرْسَالِ الْمُؤْذِنِ بِتَلَقِّي الشَّدَائِدِ، وَكَذَا {أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ} [الشَّرح:١] فَإِنَّ الْمَقَامَ يَقْتَضِي التَّأْكِيدَ لِأَنَّهُ مَقَامُ امْتِنَانٍ وَتَفْخِيمٍ۔

وَمِنْهَا: عَطْفُ الْخَاصِّ بَعْدَ الْعَامِّ، وَفَائِدَتُهُ التَّنْبِيهُ عَلَى فَضْلِهِ حَتَّى كَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْعَامِّ تَنْزِيلًا لِلتَّغَايُرِ فِي الْوَصْفِ مَنْزِلَةَ التَّغَايُرِ فِي الذَّاتِ. وَمِنْ أَمْثِلَتِهِ: {حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى} [الْبَقَرَة:٢٣٨]، {مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ} [الْبَقَرَة:٩٨]

وَمِنْهَا: عَطْفُ الْعَامِّ عَلَى الْخَاصِّ، وَأَنْكَرَ بَعْضُهُمْ وُجُودَهُ فَأَخْطَأَ. وَالْفَائِدَةُ فِيهِ وَاضِحَةٌ، وَهُوَ التَّعْمِيمُ. وَأَفْرَدَ الْأَوَّلَ بِالذِّكْرِ اهْتِمَامًا بِشَأْنِهِ، وَمِنْ أَمْثِلَتِهِ: {إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي} [الْأَنْعَامِ:١٦٢]، وَالنُّسُكُ الْعِبَادَةُ فَهُوَ أَعَمُّ. {وَآتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ} [الْحِجْرِ:٨٧]

ترجمہ: اور جہاں تک اطناب کا تعلق ہے، وہ مختلف طریقوں سے ہوتا ہے:

(۱) ابہام کے بعد وضاحت: جیسے اللہ کا فرمان ہے: {قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي} [طه: ۲۵]، جہاں "اشرح لی" کسی چیز کے وضاحت کی طلب کو ظاہر کرتا ہے، اور "صدری" اسے وضاحت دیتا ہے۔ یہاں مقام کے تقاضے کے مطابق، یہ درخواست مشکل حالات کے استقبال کے لیے مضبوطی کی تاکید کرتی ہے۔ اسی طرح {أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ} [الشرح: ۱] میں بھی، جہاں اس مقام پر تاکید کی جاتی ہے، کیونکہ یہ مقام احسان اور تعظیم کا ہے۔

(۲) خاص کا عام کے بعد ذکر: اس کا مقصد خاص کی عظمت کو ظاہر کرنا ہے، گویا وہ عام کے جنس سے نہیں بلکہ کسی مختلف نوعیت کا ہے۔ جیسے اللہ کا فرمان: {حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى} [البقرة: ۲۳۸]، اور {مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ} [البقرة: ۹۸]۔

(۳) عام کا خاص کے بعد ذکر: بعض لوگوں نے اس کی موجودگی کو رد کیا، لیکن اس میں واضح فائدہ ہے، جو کہ تعمیم اور شمولیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور خاص کو اولیت دینے کی وجہ اس کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے: {إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي} [الأنعام: ۱۶۲]، جہاں "نسک" عبادت کو ظاہر کرتا ہے، جو کہ زیادہ عمومی ہے۔ اور {وَآتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ} [الحجر: ۸۷] میں، یہاں قرآن کی عظمت کو خصوصاً بیان کیا گیا ہے۔

نوٹ: اس کتاب میں کوئی غلطی پائیں تو اس نمبر پر اس اطلاع فرما کر مشکور فرمائیں۔

0315-8383853